



حرفِ سفر

جاپانی ہائیکو

پروفیسر محمد رئیس علوی



حرفِ سفر

جاپانی ہائیکو

پروفیسر محمد رئیس علوی

ادب دہلیز

جملہ حقوق محفوظ

سرورق : حرف سفر
شاعر : محمد ریس علوی
گنگاں : شیگے یوکی اتا کا
اشاعت : مارچ ۲۰۲۲
طبع اول : ۱۰۰۰
قیمت : ۱۰۰۰ روپے

برائے رابطہ

فرح ریس علوی

farah.alvi36@gmail.com

اهتمام اخاعت

ادب دہلیز

H-2/IV، معمار یو اپارٹمنٹس، گلشنِ اقبال، بلاک ۱۳، کراچی

adabdehleez123@gmail.com

0321-9209007

ہائیکو کے دائرہ ادراک کی جستجو

ہائیکو جاپانی شاعری کی ایک ایسی صیف تھن ہے کہ جس میں خیال، واقعہ، لمحہ، تصور یا کوئی لائن نامکمل یا مکمل، تصویر کا کوئی نکتہ، تاریخ کا کوئی سنگ میل، تبلیغ، منظر، اسم، تجربید، لفظ، حرف کی کوئی چمک، اداسی، حیرانی، عکس، زمانہ، دور، ادراک، بے خیالی، لمحوں کی گرفت سب شامل ہیں۔

ہائیکو میں اندر ہیرے میں جگنو پکڑنے کا کام بھی کیا جاتا ہے۔ جو فطرت سے بالکل قریب ہے، اس لیے کبھی کبھی شاعر بھی بچوں کا کھلی سمجھنے پر مائل ہو جاتے ہیں۔ اسے یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہائیکو میں علم بیان کے سارے جو ہر، سارے نکتے اور ساری صفات موجود ہوتی ہیں۔ تشبیہ سے لے کر استعارہ، کناہی، رمز، ایماواشارہ، لفہاد، ایہمام، مراثۃ العظیر، حسن تعلیل، تجہیل عارفانہ، لف و نشر، مبالغہ، جمع و تفریق، تجھیس کے تمام پہلواس میں ڈھونڈے جاسکتے ہیں۔

ہائیکو کا دائرة احاطہ ہمارے نازک ترین تخلیل کا مودوم ترین نکتہ ہو سکتا ہے۔

پروفیسر محمد نیس علوی

اطھارِ شکر

میری نہایت خوش نصیبی ہے کہ حرف سفر کی اشاعت کے سارے مرحلے اتنا کا صاحب کے ایک اقرار سے طے پائے گئے۔ میں ہیلے یوکی اتنا کا صاحب کے سامنے اس خوشی میں ان کی محبتوں کے اظہار کے لئے منون ہوں، جس کے لیے صحیح معنوں میں میرے پاس الفاظ کی شدید قلت ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ میری طبیعت کی خرابی نے جس طرح مجھے معذوری کے بستر پر دراز کر دیا، اس میں اس ہائکیو مجموعے ”حرف سفر“ کی اشاعت اس آب و تاب کے ساتھ ناممکن ہو گئی تھی۔

میرے دوست سلیم مغل صاحب نے جس طرح اتنا کا صاحب کے ساتھ ساتھ میری معاونت کی، میں اس پر ان کا بھی بہت شکر گزار ہوں۔

عدنان مرزا، فرح رئیس علوی، صفائی رئیس علوی، طیبہ صفائی سب میرے عزیز ہیں۔ انہوں نے ہر طرح کام کو آگے بڑھایا جس کے لیے میں ان سب کا شکر گزار ہوں۔

پروفیسر محمد رئیس علوی

دیباچہ

یہ امر میرے لئے مسرت کا باعث ہے کہ پروفیسر رئیس علوی صاحب مرحوم، ایک ماہ ناز ادیب ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت شریف انسان بھی تھے۔ وہ کئی برس تک پاکستان جاپان کلچرل ایوسی ایشن کے ایک سرگرم رکن کی حیثیت سے اپنے فرائض بہ خوبی سرانجام دیتے رہے۔ اس دوران بھی میری ان سے متعدد ملاقاتیں ہوئیں۔

رئیس علوی صاحب نے جاپان اور پاکستان کے درمیان روابط کی بہتری کے لئے جو کردار ادا کیا، وہ یقیناً قبل تعریف ہے۔ حکومت جاپان نے رئیس علوی صاحب کی انہی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے انہیں اعلیٰ اعزاز سے بھی نوازا۔ وہ پھیپھڑوں کے کینسر کی بیماری میں بنتا ہونے کے باعث اپنی کنفرمنٹ کی تقریب کے لئے کراچی تشریف نہ لاسکے اور آسٹریلیا میں انتقال کر گئے جہاں وہ گزشتہ کچھ عرصہ سے علاج کی غرض سے مقیم تھے۔

مجھے ہمیشہ اس بات کا افسوس رہے گا کہ میں رئیس علوی صاحب کو اپنے ہاتھوں سے تمغہ پیش نہ کر سکا۔ اپنے انتقال سے قبل رئیس علوی صاحب نے عظمت اتنا کا صاحب سے اس کتاب کو شائع کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی اور آج اتنا کا صاحب کی کوششوں سے اس خواہش کو عملی جامہ پہننا یا جارہا ہے۔ یہ میرے لئے انتہائی خوشی کی بات ہے کہ آج میں اس کتاب کا دیباچہ لکھ رہا ہوں۔ میری دعا ہے کہ اللہ رئیس علوی صاحب مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

اسومورا تو شیکا زو

تو نصل جزل

تو نصل خانہ جاپان، کراچی

۲۰۲۱ء سبراء

پاکستان و جاپان

دو قالب یک جان

فطرت کے پروانے ہیں

پاکستان جاپان

حرف حرف سفر

پروفیسر رئیس علوی کا نام اردو زبان و ادب کی تدریس کے باب میں نہایت معروف اور نمایاں رہا ہے۔ ان کا طالب علموں سے تعلیم خصوصی طور پر منفرد اور معنی آفرین رہا اور وہ محبت اور احترام کے ساتھ یاد کیے جاتے ہیں۔ نظمِ تعلیم کے حوالے سے بھی ایک بڑا عرصہ انتظام و انصرام کے ذیل میں پروفیسر رئیس علوی کی سوچ بوجھ اور بہترین حکمت عملی پرستی ہے۔

پروفیسر رئیس علوی کی رچی بھی شخصیت میں ایک بہت نمایاں وصف ان کی شاعری رہی ہے۔ ان کا شعری مجموعہ ”صد ابھرتی ہے“ بہت مقبول مجموعہ شعر مانا گیا اور آج بھی شاعری کے اعلیٰ نمونوں اور یاد آفرین نظموں کا حوالہ ہے۔ اردو زبان و ادب کی تدریس کے سلسلے میں ان کا تجربہ جاپان میں اردو زبان کی تدریس سے بھی جڑا ہوا ہے اور وہ جاپان میں بھی اس ذیل میں مقبول شخصیت رہے۔ پاکستان میں تو جاپانی شاعری ”ہائیکو“ کی شکل میں پہنچی اور بہت مقبول ہوئی۔ پاکستان میں جاپانی سفارتی قونصل خانے اس ذیل میں بہت فعال رہے۔ کراچی میں جناب اتا کانے بہت کام کیا جو یاد رکھا جائے گا۔ پروفیسر رئیس علوی بہترین شاعر تو تھے ہی، پھر ٹوکیو کے قیام کے دوران انہوں نے ہائیکو بھی خوب توجہ کے ساتھ اپنایا اور بہترین شاعری پیش کی۔ بہت خوشی کی بات ہے کہ ان کی ہائیکو شاعری ”حرف سفر“ کے عنوان سے شائع ہو رہی ہے۔ پروفیسر رئیس علوی نہایت شاستری اور حلیم طبیعت کے مالک تھے۔ زندگی میں جہاں اور جس سے بھی رابطہ رہا اسے انہوں نے محبت سے یاد رکھا۔ افراد بھی اور سرز میں بھی ہمیشہ

ان کی یادوں کا حصہ رہے۔ وہ لکھنؤ نہیں بھولے۔ کراچی ان کی یادوں میں بس رہا اور
ٹوکیو نہیں یاد آتا رہا۔

ہے شہرِ دلدار
پانی ٹھنڈا دوستِ حسین
پیڑیں سایہ دار
(لکھنؤ)

ساحل پر غازی
دل والوں کی آبادی
میرا شہر کراچی
(کراچی)

جگ جگ یار جیو
مشرق کا دل و ہر کا
میں ہوں ٹوکیو
(ٹوکیو)

دو قلب یک جان
فطرت کے پروانے ہیں
پاکستان جاپان
(پاک جاپان دوستی)

پروفیسر رئیس علوی کی شاعری جو ہائیکو کی صورت میں آپ کے سامنے ہے ایسے نادر منظر ناموں کی یاخت ہے جو ظاہر میں ہیں مگر ظاہر کی آنکھ سے اوچھل۔ قیس ولیلی کی داستان کو نظر میں رکھئے اور پروفیسر رئیس علوی کے یہ مصرع دیکھئے:

دھوکہ سب دھوکہ

قیس سراب میں ڈوب گیا
لیلی اولیلی

آج کی دنیا میں ہم اپنے گھر یا دفتر میں بیٹھے باہر کی شدید سردی یا شدید گرمی سے بچ رہتے ہیں۔ کھڑکی کا شیشہ اندر اور باہر کے درمیان اپنے ہونے کا احساس دلا رہا ہے۔ ہم نظر انداز کر دیتے ہیں مگر پروفیسر رئیس علوی یہ ہائیکو کہے بغیر نہ رہ سکے:

شیشہ بھی کیا چیز
باہر ہے منقی چالیس
اندر ثابت ہیں

پروفیسر رئیس علوی کا تازہ مجموعہ کلام ”حرف سفر“، بہت اعلیٰ شعری پیش رفت ہے۔ وہ اور ان کی خوش نزا و اور معنی آفریں شاعری یقیناً یاد رکھے جانے کے قابل ہے۔

(پروفیسر ڈاکٹر) پیرزادہ قاسم

فروری ۲۰۲۲ء

کراچی

ادب اور محبت کا مہتاب رئیس علوی

رئیس علوی سے میرا تعارف ستر کی دہائی میں ہوا، جب وہ سراج الدولہ کالج میں اردو کے لیکچر تھے۔ وہ عزیز بھائی کے دوستوں میں تھے۔ عزیز بھائی، سلیم بھائی (سلیم احمد) کے بہنوئی تھے۔ وہ بہت باغ و بہار، لطیفے باز اور صاحب مطالعہ شخص تھے۔ سلیم احمد اور عزیز بھائی تک زندہ رہے ہماری ملاقاتیں تو اتر سے ہوتی رہیں۔ وہ سلیم احمد سے کم اور عزیز بھائی سے زیادہ نزد دیک تھے۔ زمانہ بدل گیا، شب بیدار یوں کی آگ بجھ گئی، یادوں کی راکھ دلوں میں بکھر گئی لیکن رئیس علوی سے محبت کا رشتہ نہیں ٹوٹا۔ ہم اکثر فون پر بات کر لیتے یا بھی کبھی ہماری ملاقات ہو جاتی۔ ان کے آسٹریلیا جانے تک دیدار و گفتار کے یہ پھول اسی طرح جعلتے رہے۔ انہیں ڈاکٹر ابو نیخر کشفی اور پروفیسر محبتی حسین سے خصوصی محبت تھی۔ انسانی مراسم کا احترام، ایک باوقار انکسار اور علم و ادب سے ان کا گہرا عشق ان کی شخصیت کی پہچان تھے۔ وہ انہی کی خوش لباس اور خوش گفتار انسان تھے۔ لکھنؤی تہذیب کے رنگ ان کے شخصی رویوں میں مسلسل جعلتے تھے۔ وہ بہت اچھے شاعر تھے۔ ان کا مجموعہ کلام ”صد ابھرتی ہے“ ان کے شعری اسلوب کی نمائندہ کتاب ہے۔ ان کے اندازِ خن پرفیض احمد فیض اور مجاز کا اثر تھا۔ یہ اثر Inspiration کی حد تک تھا، کیونکہ لمحے کی تازگی اور لسانی دروبست خاص ان کا اپنا تھا۔

ان کی ادبی زندگی کا سب سے انقلاب آفریں واقعہ اردو زبان و ادب کے استاد کی حیثیت سے ٹوکیو یونیورسٹی جاپان میں ان کا تقرر تھا۔ جہاں انہیں جاپان کی تاریخ، ثقافت اور ادب کو بہت قریب سے جانے کا موقع ملا۔ جاپان جہاں مشرق میں سورج

سب سے پہلے طلوع ہوتا ہے، جہاں چیری کے پھول حسن اور محبت کی خوبصورتی ہے، جہاں جدید جمہوریت کے ساتھ قدیم بادشاہت کی شان و شوکت پوری آن بان ہیں، جہاں جدید جمہوریت کے ساتھ قدیم بادشاہت کی شان و شوکت پوری آن بان کے ساتھ آج بھی قائم ہے۔ جاپان جو سائنس اور ریاضیاتی میں دنیا کا قائد ہونے کے ساتھ ساتھ فطرت کے حسن کا دل دادہ بھی ہے۔ اس تحریخی تحریبے نے رئیس علوی کے تخلیقی شعور کو ایک نئی صورت عطا کر دی۔ اودھ کی تہذیبی قدروں میں جاپان کی جمالیات نے شامل ہو کر رئیس علوی کو زندگی کو دیکھنے کا ایک وسیع تناظر فراہم کر دیا۔ حسن کے ان منفرد معیارات نے اُن کے لفظوں میں رعنائی اور روشنی بھر دی اور یوں وہ پوری توجہ کے ساتھ جاپانی شاعری کے منظوم اردو ترجموں کی جانب آگئے۔

جاپانی ادب سے کیے گئے اُن کے شعری ترجمہ میں حیران کردیتے ہیں۔ جاپانی شاعری کے اجتماعی طرز احساس کو جان لینا اور اُسے اردو میں منتقل کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ ترجمہ نگاری کے فن کے ماہرین کہتے ہیں کہ دوزبانوں کے درمیان نشکا ترجمہ تو ممکن ہے لیکن شاعری کا ترجمہ ناممکن ہے۔ کیوں کہ ترجمہ مفہوم یا نفسِ مضمون کا ہوتا ہے۔ اصل تخلیق کے لسانی کمالات اور اسلوب کو ترجمے میں نہیں ڈھالا جاسکتا۔ اس کا صرف ایک ہی حل ہے کہ مترجم اپنی زبان کے محسن کو ترجمے میں اس طرح جگہ دے کہ اصل فن پارے کی روح بھی مجرور نہ ہو اور ترجمہ اصل سے قریب تر نظر آئے۔ یہی وہ خوبی ہے جو ہمیں رئیس علوی کے شعری ترجمہ میں نظر آتی ہے۔ بارہویں صدی کے مشہور جاپانی شاعر ”سنی گیو“ کے دیوان کا ترجمہ رئیس علوی کا بڑا کارنامہ تصور کیا جاتا ہے۔ ”چاند کے چار رنگ“ کے عنوان سے اُن کے یہ ترجمہ کتابی صورت میں شائع ہوئے ہیں۔ ان ترجموں میں جاپانی شاعری کی نازک خیالی اور جزویات نگاری اپنی حقیقی رنگوں کے ساتھ جھلکتی ہوئی محسوس ہوتی ہے مگر رئیس علوی کا سب سے بڑا کام جاپانی

شاعری کی عظیم کلیات ”مینیو شو“ کی داکاؤں کے تراجم ہیں۔ ”مینیو شو“ جاپان کی قدیم تہذیب اور جاپانی سماج کی قدرتوں کا سب سے بڑا خزانہ ہے جو پہلے جلدیوں پر مشتمل ہے۔ یہ جاپانی شاعری کی تاریخ کا ایک ایسا روشن مینار ہے جس کے اثرات جدید جاپانی شاعری پر بھی پوری آب و تاب کے ساتھ دکھائی دیتے ہیں۔ رئیس علوی نے ”گل صد برگ“ کے نام سے دو جلدیوں میں ”مینیو شو“ کی ایک سو ایک تنکاؤں کو اردو کا شعری پیرا ہن عطا کیا ہے۔ پہلی جلد کے آغاز میں انہوں نے ایک مضمون ”تنکا اور غزل“ کے عنوان سے لکھا ہے۔ جو جاپانی شاعری اور اردو غزل کے مشترک شعری زاویوں کے حوالے سے ہے۔ اس مضمون سے ان کی تقیدی بصیرت اور جاپانی شاعری کی گہری تفہیم ظاہر ہوتی ہے۔ جو لوگ جاپانی ادب کے مزاج کو سمجھنا چاہتے ہیں ان کے لیے یہ مضمون ایک قیمتی ادبی تکنہ ہے۔ ان کے یہ تراجم اپنے اعلیٰ، ادبی معیار کے سبب اہل اردو کی جاپانی ادب سے محبت کی علامت بن کر ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

اردو میں ہائیکو زگاری کی تاریخ ہمارے ماضی قریب کی تاریخ ہے۔ اردو ادب میں بہت سی غیر ملکی اصناف آئیں اور اپنی تھوڑی سی جھلک دکھا کر روپوش ہو گئیں، مثلاً تراں یا اور سانیٹ وغیرہ..... لیکن ہائیکو نے اردو میں بہت کم وقت میں اپنا ایک ادبی مقام پیدا کر لیا۔ اردو ہائیکو کی اس ترقی اور مقبولیت میں جاپان شفاقتی مرکز کے اتا کا صاحب کا بنیادی کردار ہے۔ شیگے یوکی اتا کا جو عظمت اتا کا کے نام سے جانے جاتے ہیں، انہوں نے ہائیکو کے درست عروضی وزن کو اردو میں راجح کرنے کی نمایاں کوششیں کیں، جس کے سبب پنجاب میں راجح ہائیکو کے عروضی اوزان کے مقابلے میں ایک مختلف مگر جاپانی ارکانِ تحریک سے قریب تر عروضی آہنگ اردو زبان میں متفقہ طور پر تسلیم کر لیا گیا۔ رئیس علوی، عظمت اتا کا کے ابتدائی مخلص دوستوں میں شمار ہوتے ہیں۔ وہ شروع ہی سے

ہائیکو نویسی کی طرف مائل تھے لیکن انہوں نے اپنی ہائیکو نویسی کو زیادہ سامنے نہیں آنے دیا، کیونکہ مزاج وہ شہرت پسند نہیں تھے۔ میں نے اکثر انہیں اپنا ہائیکو مجود شائع کرنے کے لئے کہا گلروہ ٹال جاتے۔ اب میرے لئے یہ انتہائی مرسٹ کا مقام ہے کہ اتنا کا صاحب اُن کی ہائیکو کی کتاب ”حرف سفر“ کے نام سے شائع کر رہے ہیں۔ یہ اتنا کا صاحب کا ہائیکو سے دلی لگاؤ بھی ہے لیکن اس سے بڑھ کر یہ رئیس علوی سے مخلصانہ محبت اور سچی دوستی کا اظہار ہے، کیونکہ وہ معمتمر ماہر تعلیم، منفرد مترجم، الیلا شاعر اور خوبصورت اور نفیس انسان آج ہمارے درمیان موجود نہیں ہے۔ یکم دسمبر ۲۰۲۱ کو سڈنی، آسٹریلیا میں انہیں سرطان کے موزی مرض نے ہمیشہ کے لئے ہم سے چھین لیا۔ جب انہوں نے اتنا کا صاحب کو اپنا ہائیکو کا مسودہ اشاعت کے لئے آسٹریلیا سے بھیجا تھا اُس وقت وہ اس کتاب کی اشاعت کے لئے بہت پر جوش تھے۔ افسوس وہ اپنی اس کتاب کو دیکھنے کے لئے آج اس جہان آب و گل میں موجود نہیں ہیں۔ مگر کیا کیجھ کہ انسان خداوند کریم کی رضا کے سامنے سرگلوں ہے۔

”حرف سفر“ کی ہائیکو نظمیں اپنے سادہ مگر تہہ دار لسانی رویے کے باعث ایک خاص حسن بیان کی آئینہ دار ہیں۔ ہر ہائیکو میں ایک زندہ اور متھر منظر ہمیں اپنی جانب متوجہ کرتا ہے۔ ان کی بیشتر ہائیکو نظموں میں جاپانی شاعری کی اشاریت پسندی کا رنگ ہے۔ فطرت کے جمال کی طرف یہ خفیف شعری اشارے قاری کو ایک ادا س انبساط سے آشنا کرتے ہیں۔ اس حوالے سے اُن کے یہ ہائیکو ملا حلظہ کیجھے:

محفل، موج، ایا غ

گل بنی کا موسم ہے

اوے نوکا باغ

ساز، صدا کے رنگ
چلمن پیچھے گل اندام
خوشبو ہیگلی شام

چاندنی میں کھلتے
اُجلے کنوں روشن ہیں
دو دھاتی کے

جموجٹ کا پر
بیٹھی ہے پیلے رنگ کی
اک تسلی اس پر

چاندی رنگ پہاڑ
دریا برف کے سل جیسا ہے
بادل روئی کے جھاڑ

اوپر چاند ستارا
نیچ جکلی کوندے ہے
نیچ میں ہے طیارہ

بگل، جھیل، پھوار

نرم چھاؤں ہو کم کم

باغ میں شور ہزار

جاپان کے عظیم شاعر ”مت سو باشو“ کے تاریخی سفر نامے ”اوکونو ہوسو میچی“ کا ترجمہ کرنے کے دوران، جسے رئیس علوی نے ”اندرون شماں کا تنگ راستہ“ کے عنوان سے شائع کیا ہے، وہ اپنے جاپانی دوستوں اور شاگردوں کے ساتھ ان مقامات پر بہ نفس نفس گئے جہاں سے باشو نے سفر کا آغاز کیا تھا اور وہ ان جگہوں سے گزر تھا۔ یا ایک عالی شان اور جذبات انگیز مطالعاتی سفر تھا۔ جس کے فطری مناظر یقیناً ان کی یاد داشت کا حصہ بن گئے تھے۔ ”حرف سفر“ کے ہائکو میں قدرت کے یہ قیمتی مناظر موسم اور موسم کے متعلقات کے ساتھ جا بہ جا پنی چھب دکھاتے ہیں۔ مثلاً یہ ہائکو:

ابھی سائیں کے پھول ہیں
یا یا نوتے سین
مرا اٹیشن

کھالے ہار میں کھیت

اوچے ہار میں باغ

نچ میں ایک چراغ

نہر، کھیت، باغ، چوپال

گھر دیوار پر توری بیل

دور پر گزرے ریل

جگ جگ پار جبو
مشرق کا دل دھڑکا ہے
میں ہوں ٹوکیو

آسمان پر تارے
جھیل کے اوپر تاریکی
چھاڑی میں جلنو

اس بات سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ قدرتی مناظر ہر جگہ ایک جیسے ہوتے ہیں۔ مگر یہ مکمل حقیقت نہیں ہے۔ ہر ملک اور ان کے باغوں کا طرز تعمیر، شافتی مظاہر اور ہر ملک کے مخصوص گل و اشجار ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں، اس لئے بعض مخصوص اور منفرد پہلو بھی قدرتی مناظر میں ہر ملک کی شاخت بنا جاتے ہیں۔ مثلاً جاپانی شافت میں یہوی سے اظہار عشق، چاول کی غذائی اہمیت اور غربت کی زندگی سے اس کا ایک خاص تعلق، آستین کی شاعری میں جمالیاتی اہمیت، حشرات الارض کی قدرتی مناظر میں حصے داری..... یہ سب چیزیں جاپان کی شاعری اور اس میں بیان ہونے والے مناظر کو ایک خاص انفرادیت سے آشنا کرتی ہیں۔ ”حرف سفر“ کی ہائیکو نظموں پر جاپانی قدرتی مناظر کے مخصوص مشاہدے کا عکس بہت واضح ہے۔ یہ رسمیں علوی کے جاپان میں قائم اور ان کی سیاحت کا فیض ہے۔ اس پس منظر میں درج ذیل ہائیکو دیکھیے:

مرغابی سیراب
ٹھنڈے پانی میں غوطے
گہرا ہے تالاب

گاؤں کی ٹی شاپ
 گنے کے رس کی خوشبو
 گرم چائے کی بھاپ
 جھیل کے اوپر گہر
 دور فضا میں صرف در صرف
 قازوں کی پرواز
 کس نے دیکھی ہے
 بادل کے اوپر بارش
 آستین بھیگی ہے

مجھے بہت خوشی ہے کہ رئیس علوی کی ہائیکو نظموں کا اولین مجموعہ ان کے ہدمِ دیرینہ عظمت اتنا کا کی محبت بھری نگرانی میں اور معروف صحافی اور استاد پروفیسر سلیم مغل کے زیر اہتمام شائع ہو رہا ہے لیکن میرا دل افرادہ بھی ہے کہ مجھے رئیس علوی کی یادیں اپنے حصار میں لئے ہوئے ہیں۔ ان کا مسکراتا ہوا چہرہ، ان کی دل نواز باتیں اور ان کا شیریں الجھ میرے کانوں میں گونج رہا ہے۔ فی زمانہ جب کہ اردو ہائیکو کا سفینہ ست روی سے چل رہا ہے۔ ”حرفِ سفر“ جیسی سچی اور قدرت کے جلال و جمال سے جڑی ہوئی یہ کتاب شاید اردو ہائیکو کی نشأۃ الشانیہ کی بنیاد پر جائے۔ ایسا نہ ہوا تب بھی زندہ اور خوب صورت ہائیکو نظموں کا یہ مجموعہ اردو ہائیکو کی تاریخ کا ایک روشن پہلو ضرور ہو گا۔

فراستِ رضوی

۲۰۲۲ فروری

غیر معمولی شاعر، ہر دل عزیز استاد

15 اکتوبر 2021 کو طویل عرصے بعد پروفیسر علوی کا آسٹریلیا سے فون آیا کہ حکومت جاپان نے ان کو ان کی علمی اور ادبی خدمات کے صلے میں شہنشاہ جاپان کی جانب سے اعزاز

The order of the Rising Sun with Gold Rays with Rosette سے نواز� ہے جس کی اطلاع انہیں کراچی کے جاپانی قونصل خانے سے ملی ہے، مگر اپنی خرابی صحت کے باعث وہ یہ اعزاز خود وصول کرنے سے قاصر ہیں۔ انہوں نے مجھ سے درخواست کی کہ میں جاپانی شہنشاہ کا یہ اعزاز ان کی خواہش پر وصول کروں۔ میں نے بغیر کسی ہچکچا ہٹ کے ان سے وعدہ کر لیا کہ میں آپ کی خواہش کا احترام کروں گا اور یہ بات میرے لئے قابل فخر ہے کہ آپ نے اس اہم کام کے لیے میرا انتخاب کیا، مگر افسوس کہ یہ خواب ان کی زندگی میں شرمندہ تغیرت ہو سکا۔ اسی فون کے دوران انہوں نے بتایا کہ وہ پھیپھڑوں کے سرطان میں بٹلا ہیں۔

پروفیسر رئیس صاحب سے میری دوستی اور عقیدت کا راشٹہ 1977 میں اس وقت قائم ہوا جب میں پاکستان آیا، اس وقت وہ سراج الدولہ کالج میں پڑھاتے تھے۔ پروفیسر ابو الجیز کشفی صاحب جن کا گھر ان دونوں میرا مسکن تھا وہاں وہ اکثر اپنی موڑ سائکل پر آیا کرتے تھے۔ ان کے بارے میں میرا ہملا تاثر جو قائم ہوا وہ آج تک باقی ہے۔ آج بھی میں اپنے آپ کو اسی نرم مزاج، گرم جوش اور انسان دوست کے سحر میں جکڑا ہو محسوس ہوتا ہوں۔

13 نومبر 2021 کو پروفیسر رئیس علوی صاحب نے مجھے ایک ای میل بھیجی جس میں انہوں نے درخواست کی کہ ان کی 185 طبع زادہ نیکو ہیں جن کی اشاعت کے سلسلے میں انہیں میری مدد رکار ہے، اور ان کو وہ ”حرف سفر“ کے نام سے شائع کرنے کے متنی ہیں اور یہ کہ کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں جو بھی اخراجات ہوں گے وہ خود ادا کریں گے۔ اکیلے یہ کام میرے لئے مشکل تھا، چنانچہ میں نے اپنی مدد کے لئے پروفیسر سلیم

مغل صاحب سے درخواست کی، اور یوں وہ بھی اپنے تعلق دیرینہ کی وجہ سے بھی بخوبی
اس کتاب کی طباعت و تیاری کے لئے آمادہ ہو گئے۔

رنیس علوی صاحب کی ناسازی طبع کے باوجود جب بھی موقع ملا انہوں نے کبھی خود ای
میل کی اور کبھی اپنی بیٹی فرح سے پیغام بھجوایا۔ کتاب کے سرورق کے لئے جو تصویر
انہوں نے پسند کی وہ میرے بیٹے نے جاپان کے سفر کے دوران پہنچی تھی۔

رنیس علوی صاحب نے ”حرف سفر“ کے لئے جاپانی قو نصل جزل جناب توشی کاز وا یو
مورا، جناب پیرزادہ قاسم رضا صدیقی اور جناب فراست رضوی سے جس روز اپنے
خیالات کا ظہار کرنے کی درخواست کی تھی عین اسی روز فرح نے یہ روح فرسا اطلاع
دی کہ رنیس صاحب اس دارفانی سے رخصت ہو گئے۔ اسی صبح ”حرف سفر“ کے متعلق
ان کا ای میل گویا ان کی آخری تحریر تھی۔ ان کے بعد گویا یہ ذمہ داری مجھ پر پہلے سے
بڑھ کر عائد ہو گئی کہ میں رنیس علوی صاحب کی اس آخری خواہش کو بد صد احترام پایا
تکمیل تک پہنچاؤں اور اس کتاب کو منظر عام پر لاسکوں۔

رنیس علوی صاحب ٹوکیو یونیورسٹی آف فارن اسٹیڈیز میں 1985 سے 1989 تک
نہ صرف اردو کی تدریس سے وابستہ رہے بلکہ وہ نہایت ہر دل عزیز اور مشائی استاد
ثابت ہوئے۔

2002 میں جب میری کوششوں سے پاکستان جاپان کلچرل ایسوی ایشن کا قیام عمل میں
آیا تو انہوں نے بھرپور تعاون کیا۔ ہائیکومشاوروں کے انعقاد میں ان کا اخلاص اور ان
کی محنت بھی فرماؤش نہیں کی جاسکے گی۔

اللہ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ ان کی مسکراتی شخصیت اور خوشگوار
یادیں ہمیشہ میرے دل میں زندہ رہیں گی۔

والسلام
محمد عظمت شیگے یوکی اتا کا

اردو ہائیکو، ایک جائزہ

کسی زبان میں نئی صنف کا ظہور زبان کے نئے امکانات کی دریافت کے ساتھ ساتھ تخلیقی سطح پر جن کے نئے پیرایوں کی آمد کا اظہار ہوتا ہے، لیکن کسی بھی صنف کے جواز کے لیے مددگاری مضامین کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ایسی صنف اپنا وجود اگر تخلیقی اور فنی سطح پر منوانے کی استطاعت رکھتی ہے تو وہ نہ صرف زندہ رہے گی بلکہ بتدریج پھلتی پھولتی چلی جائے گی لیکن اگر کسی صنف کو استعمال کرنے والے اسے محض فیشن یا نئے پن کے شوق کی حد تک ہی محدود رہنے دیں گے تو اس کے جواز کے لیے کتنے ہی مقام لکھے جائیں وہ صنف زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہ سکے گی۔ نشری نظم پر بات کرتے ہوئے میں نے یہی کہا تھا کہ کوئی بھی صنف اپنا وجود صرف اپنی تخلیقی و فنی معیار پر ہی برقرار رکھتی ہے۔ بڑے سے بڑا تقیدی مضمون اسے زیادہ عرصہ زندہ نہیں رکھ سکتا۔ یہی بات ہائیکو کے بارے میں بھی ہے، اگر ہم اسے صرف ایک نئی صنف کے شوق میں اپنارہے ہیں تو یہ ایک قوتی اور لمحاتی تجربہ ہے، لیکن اگر ہم اسے اپنی زمین کی خوبصورت ہم آہنگ کر کے اس کی تخلیقی تجربے کی ناگزیر ضرورت سمجھتے ہیں تو ہائیکونہ صرف بڑے تخلیقی لمحوں کا اظہار کرے گی بلکہ آزاد نظم کی طرح ہمارے مزاج کا حصہ بھی بن جائے گی۔

جہاں تک ہائیکو کی اہمیت کا تعلق ہے، یہ ہمارے لیے بالکل اجنبي یا نامانوس نہیں ہے۔ اس لیے کہ ثلاٹی اور مثاثل اس کے قریب تر ہی ہیں۔ فرق صرف تیسرے مصرعے کی کلیدی حیثیت ہی کا ہے کہ ثلاٹی اور مثاثل میں تینوں مصرعے یکساں اہمیت بلکہ سیڑھی

کے تین قدموں کی طرح ہیں جو ایک خیال کے تسلسل کو پیش کرتے ہیں جبکہ ہائیکو میں تیسرا مصرعہ صرف کلیدی حیثیت کا حامل ہے بلکہ پہلے دونوں مصراعوں کو مر بوٹ کر کے معنی کی تکمیل کرتا ہے۔ تیسرا مصرعے کی اس حیثیت کے بغیر ہائیکو کا مزاج اور پیچان مکمل نہیں ہوتی، اور تیسرا مصرعے کی یہی انفرادیت اسے ثالثی اور مشاث سے جدا بھی کرتی ہے، ڈاکٹر بشیر سیفی نے اس بارے میں تفصیل سے اظہار خیال کیا ہے۔

ہائیکو بہ ظاہر ہبہت کے اعتبار سے مشاث اور ثالثی کے قریب ہونے کے باوجود ہر دو اضاف سے مختلف ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ مشاث اور ثالثی میں قافیہ کا اہتمام ہوتا ہے جبکہ ہائیکو شعر اہائیکو کے لیے قافیے کو ضروری نہیں سمجھتے اور عام طور پر قافیے سے گریز کرتے ہیں، پھر مشاث یا ثالثی کے تینوں مصراعے ایک ہی مسلسل مضمون پر مشتمل ہوتے ہیں جبکہ ہائیکو کا تیسرا مصرعہ بالعموم پہلے دو مصراعوں میں بیان کیے گئے مضمون کو نیا موڑ دے کر امکانات کے نئے دروازہ کرتا ہے اور ان امکانات کی طرف اشارہ کرتا ہے جو پہلے دو اور تیسرا مصرعے کے درمیانی خلا کو ایک نئی تخلیقی جہت عطا کرتے ہیں۔

میرا خیال ہے کہ ہماری غزل نے قافیائی موسیقی کی ایک مستحکم روایت کو جنم دیا ہے اور ہمارا مزاج اس کا کچھ ایسا عادی ہوا ہے کہ ہم ردم کے بغیر شاعری کا تصور نہیں کر سکتے۔ اس لیے اگر ہائیکو کے مصراعوں میں قافیے کی خوبصورتی پیدا ہو جائے اور یہ خوبصورتی ہبہت کو تبدیل نہ کرے تو اس میں کوئی حرجنہیں، ہاں البتہ تیسرا مصرعے کی خصوصی اہمیت ضروری ہے اور ڈاکٹر بشیر سیفی کی یہ رائے بالکل درست ہے کہ ہائیکو کا تیسرا مصرعہ پہلے دو مصراعوں میں ایک ایسا رابط پیدا کرتا ہے جو تینوں مصراعوں کو ایک نئی تخلیقی جہت عطا کر دیتا ہے۔ تین مصراعوں کی شرط بھی بنیادی نہیں کہ خود جاپان میں جہاں سے یہ صنف آئی ہے، اس میں تصرف کیا گیا ہے لیکن ہائیکو کی مروجہ ہبہت تین مصراعوں

پر مشتمل ہے۔ اس کے ساتھ ہی ۵۔۔۔ ۵ کی ترتیب سے سترہ ارکان بھی ہائیکو کے لیے محسوس ہیں لیکن بقول محمد امین:

”بعض شعراء نے ان میں بھی کمی بیشی کی ہے۔ بعض نے ۵-۵-۵ کی ترتیب کے ساتھ ہائیکو لکھی ہیں۔ سترہ سے کم ارکان کی ہائیکو بھی ملتی ہیں۔“

زبانوں کی تبدیلی سے بھی اصوات میں فرق پڑنا ضروری ہے۔ اس لیے اردو ہائیکو کے لیے اس طرح کی مخصوص پابندیاں ضروری نہیں۔ یہ اس لیے بھی اہم ہے کہ ہائیکو اردو میں اسی کے مزاج اور اصوات کے حوالہ سے رچ بس جائے۔ ڈاکٹر بشیر سیفی نے اس سلسلے میں عمدہ بات کہی ہے۔

”جاپانی شاعری میں اگرچہ اس صنف کے اوزان مخصوص ہیں کہ وہ بنیادی طور پر اصوات پر مشتمل ہے مگر چونکہ اردو میں جاپانی اصوات کو بروئے کارنہیں لایا جاسکتا اس لیے اردو شعراء نے ہائیکو کو کسی ایک وزن اور بھر میں مقید کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی اور ہائیکو کے لیے ایک سے زیادہ بھریں استعمال کی ہیں۔“

یہ اہم بات ہے کہ کسی صنف کو اپنی زبان میں اس طرح رچ بس جانا چاہیے کہ اجنبیت کا احساس نہ ہو، اس کے لیے ضروری ہے کہنی صنف کے بنیادی مزاج کا بھی خیال رکھا جائے لیکن اس طرح کہ یہ مزاج زبان کے روای مزاج کا ایک حصہ بھی بن جائے۔ ڈاکٹر وزیر آغا اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

”اصل بات یہی ہے کہ ہائیکو کے مزاج کو ملخوذ خاطر رکھا جائے۔ چوں کہ اردو میں پہلے سے ثلاثی لکھنے کا عام رواج ہے۔ اس لیے اگر ہائیکو کے اصل مزاج کو درخواست نامہ سمجھا گیا تو اس بات کا خطرہ ہے کہ ہائیکو جلد یا بدیری ثلاثی میں ختم ہو جائے گا۔“ ہائیکو کو یقیناً ثلاثی سے عیجمدہ ہونا چاہیے لیکن مزاج کا تعین ہم کس طرح کریں گے،

ہبیت کے حوالے سے یا موضوع سے، محمد امین کے لفظوں میں ”جاپان میں ہائیکو کا سب سے بڑا موضوع فطرت ہے“، دوسری بات انہوں نے یہ کہی کہ ”ہائیکو میں سب سے اہم بات شاعر کر جمالیاتی رویہ ہے کہ وہ اپنے شعری تجربے کو کس طرح پیان کرتا ہے۔“ یاسودا نے اپنی کتاب ”جاپانی ہائیکو“ میں ہائیکو کے تین بنیادی اصول بیان کیے ہیں۔ جمالیاتی رویہ، جمالیاتی تجزیہ اور الحکم ہائیکو۔ ہائیکو نگار کے لیے زندگی میں جمالیاتی رویہ اختیار کرنا ضروری ہے۔ زندگی کا یہ جمالیاتی رویہ اس کے جمالیاتی اور تخلیقی تجربے کے بنیاد ہے۔ یہ تخلیقی تجربہ جب ہائیکو کے اظہاری پیکر میں ڈھلنے لگتا ہے تو اسے ہائیکو کا تخلیقی الحکم کہتے ہیں۔

فطرت کا اظہار اور مطالعہ ایک تشریح طلب معاملہ ہے، پاکستان جیسے تیسرا دنیا کے ممالک میں مطالعہ فطرت کے وہ معنی نہیں بننے جو جغرافیائی طور پر خوبصورت اور اقتصادی طور پر مضبوط جاپان میں لیے جاتے ہیں۔ تیسرا دنیا کے ممالک میں فطرت کا مطالعہ بھی کسی نہ کسی طرح ثقافتی اور سیاسی مزاج سے متعلق ہے، اس لیے ہائیکو و صرف مطالعہ فطرت تک محدود کر دینے سے اس کا دائرہ نہ صرف مختصر ہو جائے گا بلکہ اس کے پنپنے کے لیے کھلی فضابھی میسر نہ ہو سکے گی۔ ہائیکو کو ”جاپانی مزاج“ سے رہائی دلانا بھی ضروری ہے ورنہ اس کی حیثیت ترجمہ کیا ہوا ہو جائے گا۔ ہمارے مسائل کی گھمپیہ تا، زندگی کے مجموعی روئے اور اشیاء کو دیکھنے کی نظر ہائیکو کا حصہ بننی چاہیے اور اس کے لیے بھی ضروری نہیں کہ وہ فطرت اور مناظر فطرت سے اپنارشتہ بالکل ہی منقطع کرے، بلکہ اس کے دامن میں اتنی وسعت پیدا کی جائے کہ وہ بہ یک وقت جذبوں اور احساسات کو اپنی گرفت میں لے سکے۔ کسی صنف کے مزاج کو متعین کرنے میں موضوع اور ہبیت کے ساتھ اسلوب کی بھی بڑی اہمیت ہوتی ہے کہ اسلوب صنف کو نہ

صرف عصری تازگی عطا کرتا ہے بلکہ اس کی اوپرین پچان بھی کرتا ہے۔ جاپانی ہائیکو میں بھی اسلوب کو اہمیت دی گئی ہے، محمد امین کے لفظوں میں ہائیکو کا اسلوب نرم اور کوئی الفاظ سے بنتا ہے، جس کا اظہار دھیکے اور نرم لمحے میں ہوتا ہے، ہائیکو تیز لمحے کی متحمل نہیں ہو سکتی۔

امین راحت چھتائی جاپانی شاعری خصوصاً نظم کے مجموعی مزاج کے حوالے سے، جسے وہ ”راہبناہ یا فنکارانہ رہبناہیت“ کا نام دیتے ہیں، یہ بحثتے ہیں کہ ”ہائیکو نظم کی جان اس کا اختصار اور معنی خیزی ہے۔ اسی لیے اس کا اظہار علمتی ہے۔ ڈاکٹر انور سدید کے لفظوں میں ہائیکو میں تجربے کو اختصار سے اور مشاہدے کو اجمال سے پیش کیا جاتا ہے۔

ان تمام آراء کو سمجھا کیا جائے تو بات یوں بنتی ہے کہ ہائیکو کا اسلوب علمتی ہے جو اپنے اندر نرمی اور لومتا رکھنے کے باوجود ایک فلسفیانہ گہرائی رکھتا ہے۔ اسلوب کی یہ خصوصیت کسی بھی صنف کو با معنی اور دقیع بنا سکتی ہے۔ اس حوالے سے اردو ہائیکو میں بھی بڑے امکانات ہیں اور وہ زندگی کو اس کی مکمل کیفیات کے ساتھ گرفت میں لینے کی استطاعت رکھتا ہے۔ اگر نشری نظم کی طرح اسے محض تن آسانی اور فنی نا تجربہ کاری کا شکار نہ بنادیا گیا تو اردو ادب میں مستقل اور تاب ناک صنف کے طور پر اپنی پچان کرائے گا۔

اردو ہائیکو کا آغاز ترجموں سے ہوا ہے۔ اوپرین ترجمہ نگاروں میں عبدالعزیز خالد، ظفر اقبال، محمد امین اور ڈاکٹر پرویز پرواہی شامل ہیں جنہوں نے جاپانی ہائیکو کے ترجمے کر کے اردووالوں کو اس صنف سے آشنائی کیا۔ ڈاکٹر انور سدید کے مطابق ”اردو ادب طبقہ 1950ء کے لگ بھگ جاپان کی اس مقبول صنف سے نہ صرف واقف ہو چکا تھا بلکہ جاپانی ہائیکو کے ترجم کا سلسہ بھی اردو شاعری میں شروع ہو چکا تھا“۔ محمد امین کی

تحقیق کے مطابق ”اردو میں طبع زادا و تخلیقی ہائیکو کی ابتداء کتب ہوئی اور کس نے سب سے پہلے یہ تجربہ کیا، تحقیق طلب امر ہے۔ مجھے کافی کوشش کے بعد قاضی سلیم کی چند ہائیکو میں ہیں جو تحریک دہلی کے شمارہ جولائی 1966ء میں شائع ہوئی تھیں۔“

اس بحث سے قطع نظر کہ اردو میں ہائیکو زگاری کی ابتداء کس نے کی، یہ بات خوشنگوار ہے کہ ہائیکو بہ تدریج ایک مقبول صنف کے طور پر نہ صرف متعارف ہو رہی ہے بلکہ اب اس سے آگے بڑھ کر اپنی پہچان بھی بن رہی ہے، نئے شاعروں کے ساتھ ساتھ پرانے شعراء بھی اس طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔ نئی نسل میں سے محمد امین، بشیر سعیفی، علی محمد فرشتی، خاور اعجاز، نصیر احمد ناصر، نسیم سحر، ایم یامین، اختر شمار، قیوم طاہر، اظہر ادیب، فہیم اختر اور اکرم کلیم وغیرہ نے اس طرف خصوصی توجہ دی ہے اور ہائیکو کو اپنے اظہار کا مستقل ذریعہ بنانے کی کوشش کی ہے۔ نئی نسل کے ساتھ ساتھ ہمارے مجھے ہوئے شعراء جمیل ملک، حمایت علی شاعر، ادا جعفری اور محسن بھوپالی نے بھی ہائیکو کو اپنی تخلیقی اظہار کا ذریعہ بنایا ہے جو خوش آئند ہے۔ ان سب شعراء کے بیہاں ہائیکو کھیل کے مرحل سے گذر رہی ہے لیکن ہائی کو ایک مشترک آواز یا مشترکہ تجربے کی یکسانیت سے نکال کر زندگی کی متنوع زنگاری سے ہم آہنگ کیا جانا چاہیے۔

اردو میں ہائیکو بھی گھٹنوں کے بل چل رہی ہے، اسے ابھی حوصلہ افزائی کی ضرورت ہے لیکن یہ حوصلہ افزائی اس حد تک بھی نہیں ہونی چاہیے کہ ہر کمزور شاعر اسے صرف اس لیے اپنا لے کہ صرف تین مصرعوں سے کام چل جاتا ہے۔ حوصلہ افزائی کی تقيید نہ تو کسی صنف کو زندہ رکھ سکتی ہے، نہ اسے مقبول بن سکتی ہے۔ ہائیکو کے سلسلے میں لکھے جانے والے بعض مضامین میں زیادہ تر حوصلہ افزائی کا روایت ہے لیکن ڈاکٹر وزیر آغا، ڈاکٹر جمیل جامی، ڈاکٹر انور سدید، ڈاکٹر پرویز پرواہی، جمیل ملک، امین راحت چفتالی، محمد امین،

ڈاکٹر بشیر سیفی اور خاور اعجاز نے متوازن تنقید کر کے اردو ہائیکو کو افراط و تفریط کی زد سے نکال کر اس کے نئے امکانات کی طرف اشارے کیے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ بہت ہی مناسب وقت ہے کہ سر پرستی کی بجائے اردو ہائیکو ایک کڑی تنقیدی عمل سے گزارا جائے تاکہ محض آسانی اور فیشن کے طور پر ہائیکو کو اپنانے والوں کی بھیڑ کم ہو جائے اور صرف وہی لوگ اس میدان میں رہیں جو ہائیکو کے مزاج کو سمجھ کر اسے ایک نئی طاقت ور صنف کے طور پر آگے بڑھائیں۔



اردو ہائیکو تیسرا مشاعرہ

مرتبہ: جاپانی ثقافتی مرکز، کراچی۔

۱۹۸۵ء

در اصل پچھلی صدی کے اوآخر تک یہی شکل "ہائیکو" کی بھی تھی۔ گواں وقت تک اس کا نام "ہائیکو" نہیں بلکہ "ہوکو" تھا جو ایک طویل نظم "ہایکائی" کا پہلا بند تھا۔ "ہوکو" کے معنی بھی "شعر اول الاتھے" یا "شروع کا بند"، جس طرح ہمارے ہاں مطلع ہوتا ہے جو بد ذات خود غزل شروع کرنے کی پہلی کڑی ہے۔ یہاں "ہوکو" اور "ہایکائی" کی وضع و ترکیب میں جانے کا موقع نہیں، اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ "ہوکو" کے خیر میں اولیت کے ساتھ ساتھ جامعیت کا پہلو شروع ہی سے موجود تھا۔ اس لیے اکثر پرانے شعراء نے صرف "ہوکو" کے مجموعے بھی الگ الگ پیش کیے ہیں۔

"ہوکو" کی بالذات قائم رہنے کی صفت کی وجہ سے پچھلی صدی کے شاعر ماسا اوسا کاشیکی نے پرانی شاعری سے "ہائیکو" کا نام مستعار لے کر اسے ایک جدید نئی صنف بنادیا، جس کی تاریخ دو سو سال سے زیادہ نہیں، لیکن ہر دل عزیزی بہت تیزی سے بڑھ گئی، یہاں تک کہ مغربی شاعروں نے بھی اس صنف میں نظمیں لکھی ہیں۔ "ہائیکو" تین سطروں یا مصرعروں پر مشتمل نظم ہے جس میں پہلے اور تیسرا مصرعروں کا وزن برابر ہوتا ہے اور دوسرے اور پنجم کے مصرع کا زیادہ۔ چوں کہ جاپانی زبان چینی کی طرح MONOSYLLABLE یعنی یک حرفاً ہے اس لیے اس میں ہماری شاعری کی طرح اوزان کی جگہ عرض کی بنیاد SYLLABLES پر ہے۔ چنانچہ "ہائیکو" کے پہلے اور تیسرا مصرع میں پانچ اور دوسرے میں سات SYLLABLES ہوتے ہیں۔ اس لیے اس کو اردو میں اپنانے میں قباحت اور دشواری کا سامنا کرنا پڑے گا، جیسا

کہ اب تک لکھے جانے والے ”ہائیکو“ کے نمونوں سے ظاہر ہے۔ صرف محسن بھوپالی اس میں کامیاب ثابت ہوئے ہیں اور کہیں کہیں سلیم کوثر۔ اور وہ نے اپنے ”ہائیکو“ میں اردو ہی کے اوزان کو سامنے رکھا ہے، لیکن PROSODY پاتر کیب شعر گوئی کو چھوڑ کر جتنے ہائیکو لکھے گئے ہیں اس فن میں نہ صرف کامیاب ہیں بلکہ ثابت کرتے ہیں کہ ہائیکو کا مزاج بالکل ہماری اپنی شاعری کا مزاج ہے۔

ہائیکو ہماری شاعری کی بھی صنف بن سکتا ہے، جس طرح زبانی بن گئی جبکہ زبانی خود فارسی میں کوئی آٹھ سو سال پہلے چین سے آئی تھی، جہاں چار مصروعوں کی نظم نہ صرف عام بلکہ حد درجہ ہر دل عزیز تھی۔ اس کے پہلے، دوسرے اور چوتھے مصرع ہم وزن ہوتے ہیں۔ صرف تیرسے مصرع سے فرق کی اجازت ہے اور خیال پیش کرنے کا طریقہ بھی وہی ہے جو زبانی میں موجود ہے۔ چون کہ یہ چار مصروعوں پر مشتمل ہے اس لئے ہم نے اس کو زبانی کا نام دے کر اپنی پسندیدہ صنف بنالیا۔

چھنگ چن شرون زرام ہی بتاؤ

تنگ یو شنے مشرق کی سمت بہتا پانی

پیش ای یو چر (یا غم خدائی)

کون کم ہے کون دراز شے تنن

اس میں وہی سوز و غم اور درد فراق ہے جو تنزل کی جان ہے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ فکر فرد ایں ڈال دینے والا جذبہ جس کے سبب شاعری کو ادب میں اولیت حاصل ہے۔ یہی چیز ہمارے اچھے اشعار میں پائی جاتی ہے۔ مثالیں بے شمار ہیں۔ دراصل ہمارا ہر یاد رہ جانے والا شعر یہی بات پیش کرتا ہے۔ (پروفیسر احمد علی)

نئے اظہار اور نئی اصناف کی ہی تلاش بعض شعراً کو جاپانی صنف شاعری ”ہائیکو“ کی طرف بھی لے گئی۔ ”ہائیکو“ سے وہ لوگ ضرور واقف تھے جو انگریزی زبان کے توسط سے

علمی ادب کا مطالعہ کرتے رہے لیکن جب ”ساقی“ نے جاپان پر ایک نمبر شائع کیا تو اس میں ہائیکو کا تعارفی تذکرہ شامل ہوا۔ ”ہائیکو“ کے تراجم و قافو قتا ہوتے رہے ہیں لیکن پہلی بار کمیت کے اعتبار سے سب سے بڑا جم عبد العزیز خالد کی جاپانی شاعری کے تراجم ”غبار شبئم“ میں شامل ہے۔ اس کی دیگر حیثیتوں پر ہم آگے چل کروشی ڈالیں گے۔

اس سے پہلے کہ ہائیکو سے بات طبع زادرو ہائیکو تک پہنچے، خود اس صنف سخن اور اس کے متعلقات کا ایک مختصر جائزہ پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ جاپانی ادب کی تاریخ کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ خود جاپان میں ہائیکوئی تدریجی اور اصلاحی مدارج سے گزر ہے۔ مساوا کانوبور BOBORUMASAOKA نے اپنا قلمی نام شیکی SHIKI اختیار کیا اور ۱۸۸۹ء سے ۱۹۲۰ء تک جب ۵۳ سال کی عمر میں انتقال ہوا تب جاپانی ہائیکو میں خاصی اصلاحات کی جا چکی تھیں۔ ان کی ہم نوائی اس دور کے کئی شعراء نے کی اور جو بات بہت مدد و اورست روی سے شروع کی گئی تھی وہ جلد ہی ملک گیر مقبولیت اختیار کر گئی، لیکن اس سے قبل اس کا تاریخی پس منظر کچھ اور تھا۔

ہائیکو کا آغاز اور اصل مزایہ تفریجی صفت HAIKAI سے ہوا۔ یہ سولہویں صدی کی کی ایک مقبول صنف شاعری تھی، عموماً اس ۳۶، ۵۰، ۱۰۰، ۱۱۰۰ اشعار ہوا کرتے تھے اس کی تکمیل اکثر اوقات کئی شعمل کر کرتے تھے اور اس صحن میں میں کچھ طے شدہ قوانین کی پابندی بھی کرتے تھے۔ عام طور پر شعراء کی اس جماعت کا ایک قائد ہوتا تھا۔ ہمارے ہاں بیت بازی میں جس طرح ابتداء کرنے کے لیے ”بسم اللہ یا پھر“ کی کوئی شعر پڑھا جاتا ہے۔ اسی طرح قائد شعراء آغاز کے لیے ایک شعر پڑھتا تھا، جسے HOKU کہا جاتا ہے۔ پھر دوسرا شاعر ایک شعر پڑھتا تھا جس کے ہر مصروف میں سات SYLLABLES تھے کہ ایک کے شعر میں ۵-۷-۵ اور دوسرے شعرے اور SYLLABLES کی تعداد

یا کم رکھی جاتی تھی تا ایں کہ نظم ایک خاص مقام تک پہنچ کر ختم ہو جاتی تھی۔

ستر ہوئیں صدی کے شاعر مسٹو باشوU BASHOMATSU جو اپنی اعلیٰ ہائیکو شاعری کی وجہ سے عالمی شہرت کے حامل ہیں۔ HAIKI کے بھی بہت اچھے شاعر تھے۔ انہوں نے پیچیدہ انسانی تجربات و محسوسات کو بھی اس صفت میں شامل کر دیا۔ اسی پوری نظم میں سب سے اہم شعر آغا ز کلام کا ہوتا تھا اور عام طور پر کوئی استاد فن ہی اس کی تینگیل کرتا تھا HOKKU یا شعر آغا ز کے لیے دو شرطیں ضروری تھیں۔

۱۔ اس میں ۵، ۷ اور ۵ کی ترتیب میں اسکے SYLLABLES ہونے چاہیے۔

۲۔ اس میں ”حرف موسم“ کی شمولیت ضروری تھی تاکہ اندازہ ہو سکے کہ یہ کس موسم کے لیے لکھی گئی تھی۔

اگرچہ ان شرائط کی پابندی ہوتی رہی تاہم کئی شاعر ان سے انحراف بھی کیا۔ خود باشونے ایسی نظمیں لکھیں جوے SYLLABES سے زائد پر مشتمل تھیں اور بعض تو ۲۰ سے بھی زائد کی حامل ہیں۔

انیسویں صدی کے پیشتر ہائیکو سپاٹ اور بے روح ہیں، چنانچہ ۱۹۸۱ء میں شیکی نے جب نئے اسالیب کی طرف توجہ مبذول کی تو شعراۓ جاپان کو ایک نیا راستہ نظر آنے لگا۔ اس نے اپنا اور دوسروں کا موازنہ کرتے ہوئے پانچ نکات بیان کیے جو پرانے اور نئے اسالیب کا فرق واضح کرنے کے لیے کافی تھے۔ شیکی نے باشو کے ہاں بھی بعض ایسے پہلووں کی نشان دہی کی جو جدید شاعری کی راہ میں رکاوٹ بن سکتے تھے۔ اس کے برخلاف اس نے بن سن BUNSUN کی شاعری کو بے طور نمونہ پیش کیا جوے SYLLABLES میں ایک پوری کہانی نظم کر دینے کی قدرت رکھتا تھا۔ اور جدید انسان کی پیچیدہ زندگی اور تہہ در تہہ خیالات کو کامیابی سے ہائیکو کے قالب میں ڈھال سکتا تھا۔ شیکی، ہائیکو میں حقیقت نگاری کا قائل تھا۔ ایک جگہ اس نے لکھا ہے کہ ”ہائیکو نگار شاعری کا کام ان خوب صورت

اشیاء کو ایک ترتیب عطا کرنا ہے جو پہلے بے ترتیب ہوں۔“

پاکستان میں ہائیکو سے دلچسپی کے نتیجے میں کئی تراجم و قاتو فرقہ سامنے آتے رہے لیکن جیسا کہ شروع میں عرض کیا گیا کہ عبدالعزیز خالد نے جاپانی شاعری کے ترجیحے ”غمبار شینم“ میں خاصے تراجم ہائیکو کے شامل کیے ہیں۔ خود جاپان سے ہائیکو کے اصل متن کے ساتھ ایک انتخاب شائع ہوا ہے، جناب اسادا یوکا اور ڈاکٹر پرویز پرویزی کی مشترکہ کوشش کہنا چاہیے۔ جاپان پلچر سینٹر نے پاکستان میں ہائیکو مشاعروں کا آغاز کر کے بلاشبہ ایک نئی صنف اردو میں مقبول کرنے کی سنجیدہ کوشش کا آغاز کیا ہے۔ اس ضمن میں جامعہ کراچی کے استاد ڈاکٹر ابوالنجیر کشفی کی خدمات اور دلچسپی کا تذکرہ ضروری ہے۔ وہ جاپان میں رہ چکے ہیں اور ادبی اصول کے طور پر اس فقہ کی جدت طراز یوں کے خاصے قابل ہیں۔

پہلا ہائیکو مشاعرہ ۱۹۸۳ء کو تونصل خانہ جاپان شفافیتی مرکز کراچی میں منعقد ہوا۔ اسے ایک خوشنگوار تجربہ کہنا چاہیے۔

دوسرہ مشاعرہ ۲۵ جنوری ۱۹۸۴ء کو ہوا جو پہلے کے مقابلے میں زیادہ کامیاب تھا۔ پہلے ہی سے شہر کے ایسے شعراء کو جنہیں شاعری میں جدید تجربوں سے دلچسپی ہے، جاپانی ہائیکو کی تفصیلات اور تراجم انگریزی زبان میں مہیا کر دیے گئے۔ اور شرط یہ رکھی گئی کہ ہر شاعر ایک جاپانی شاعر کے ہائیکوں کو اردو میں ترجمہ کرے اور دوسری نشست میں طبع زاد ہائیکو بھی پیش کرے۔ دوسرے ہائیکو مشاعرے کی رواداد اور اس میں پیش کیے جانے والے تراجم طبع زاد ہائیکو کی کتابی صورت میں شائع کیے جا چکے ہیں۔ اس مشاعرے میں ان شعراء و شاعرات نے حصہ لیا۔

تابش دہلوی، راغب مراد آبادی، ادا جعفری، حمایت علی شاعر، سرشار صدیقی، جیل نقوی، رساصفتانی، محسن بھوپالی، پیرزادہ قاسم، حسن اکبر کمال، شاہدہ حسن، اقبال حیدر، سلیمان کوثر اور سحر انصاری۔

حسنِ سریب

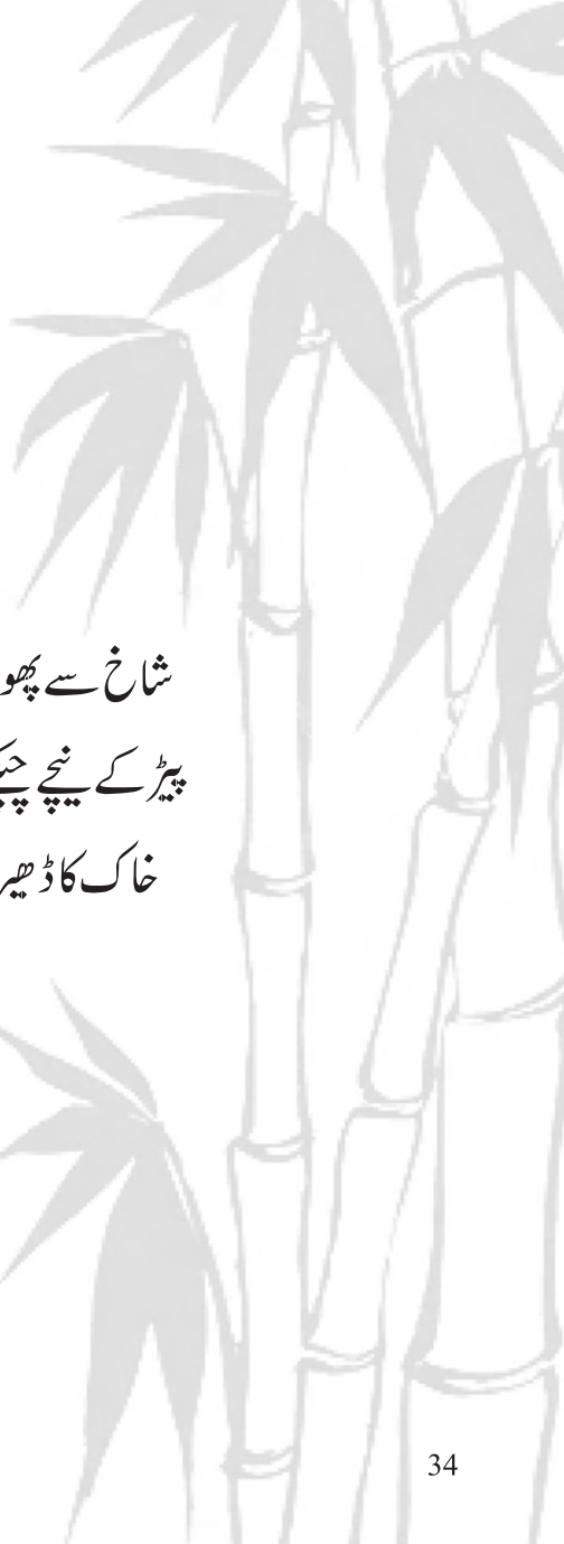
زندگی	33
زندگی...بے شباتی	36
وقت	39
محچلی	44
مکڑی	48
کراچی	51
یورون آئی لندٹ (اوکی ناوا)	55
سڈنی آسٹریلیا	57
ایمسڑڈیم	60
تاج محل	62
اسلام آباد	66
بھٹوی	69
لکھنؤ	72
ٹوکیو	76
جاتی	80
پاکستان و جاپان	84
ہوائی جہاز میں	87

زندگی

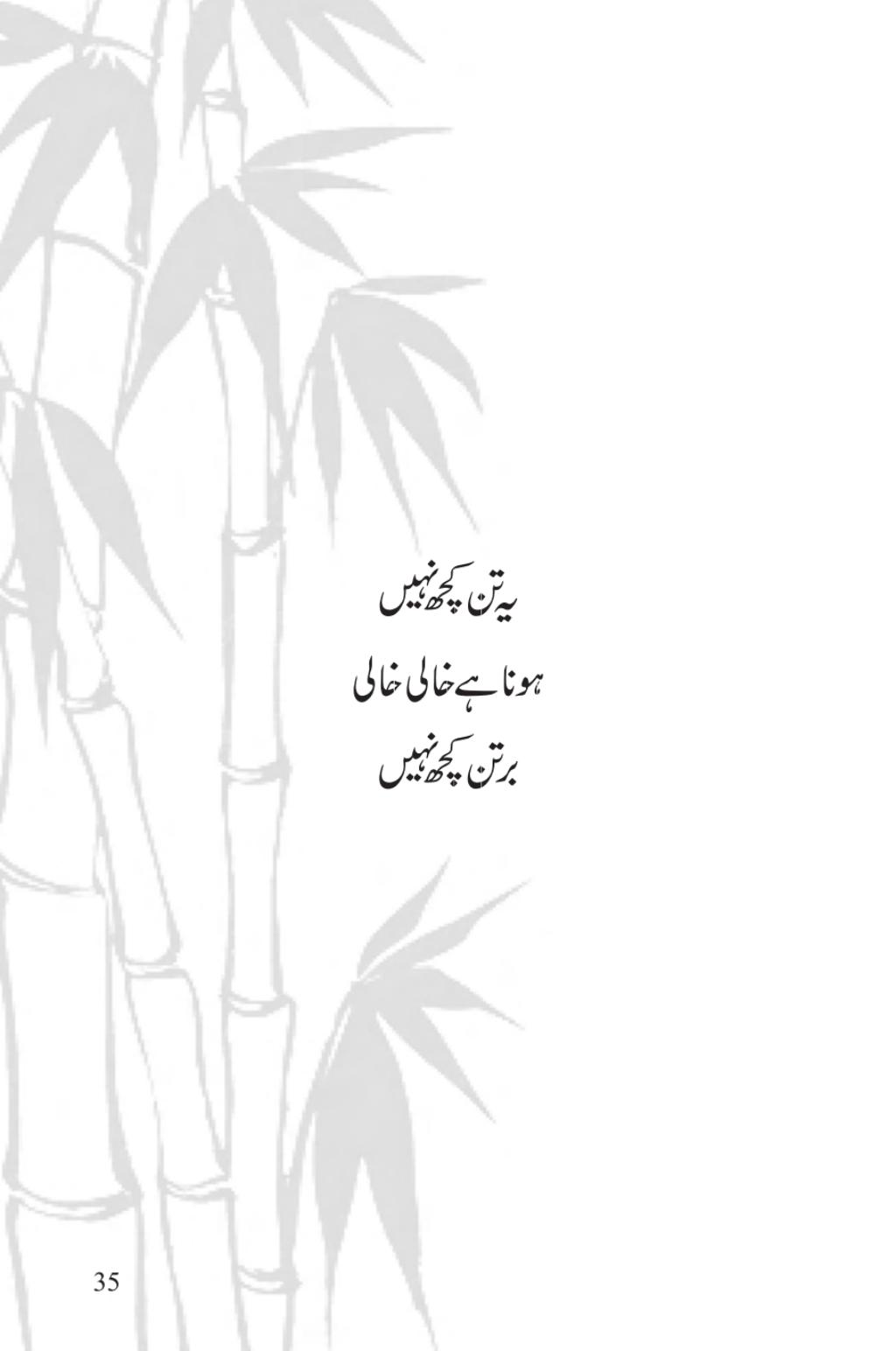
تتلی جانبیٹھی

دریا پار سفر در پیش

پتے کی کشتی



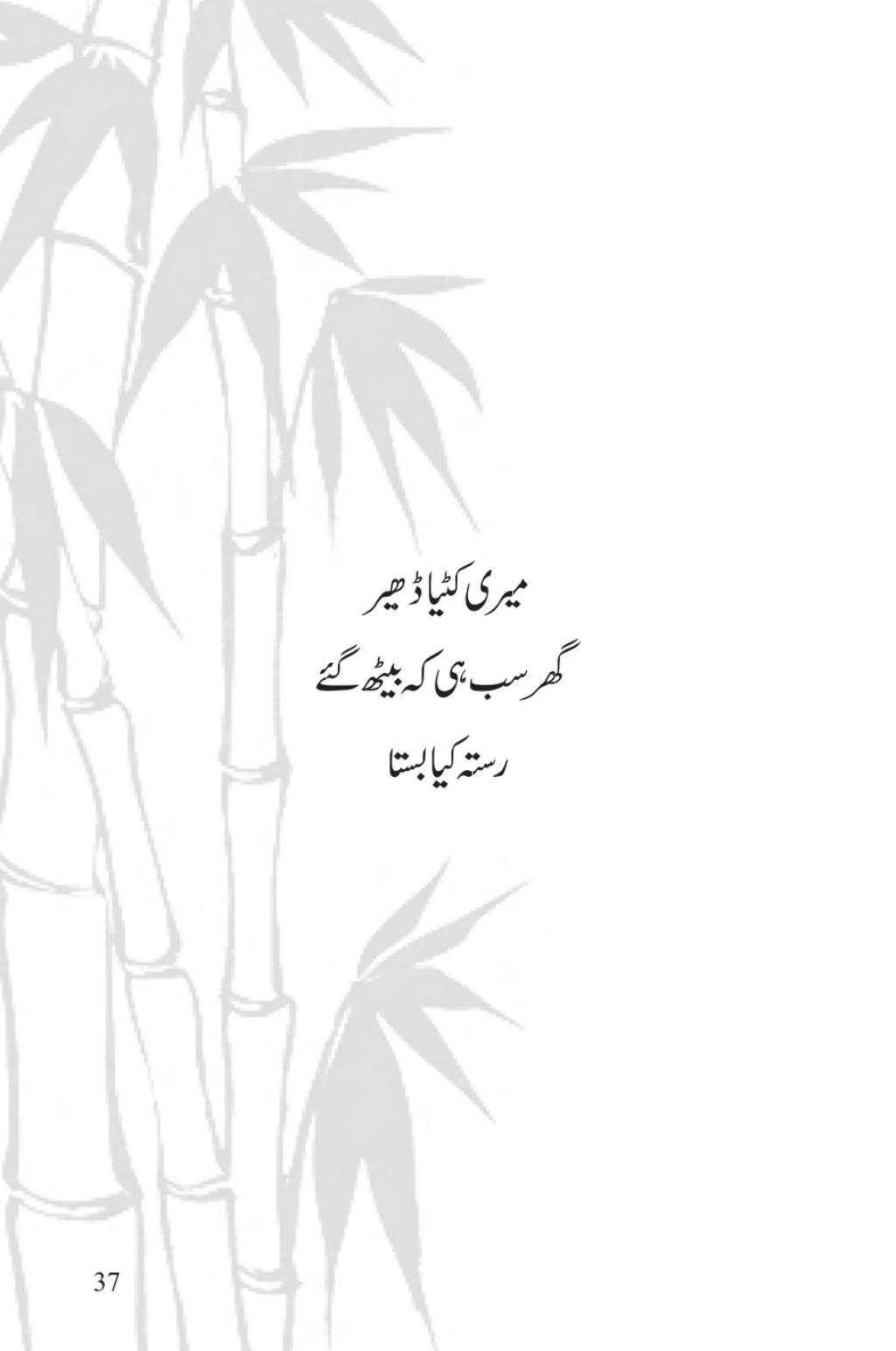
شاخ سے پھول گرا
پیڑ کے نیچے چکے سے
خاک کا ڈھیر ہنسا



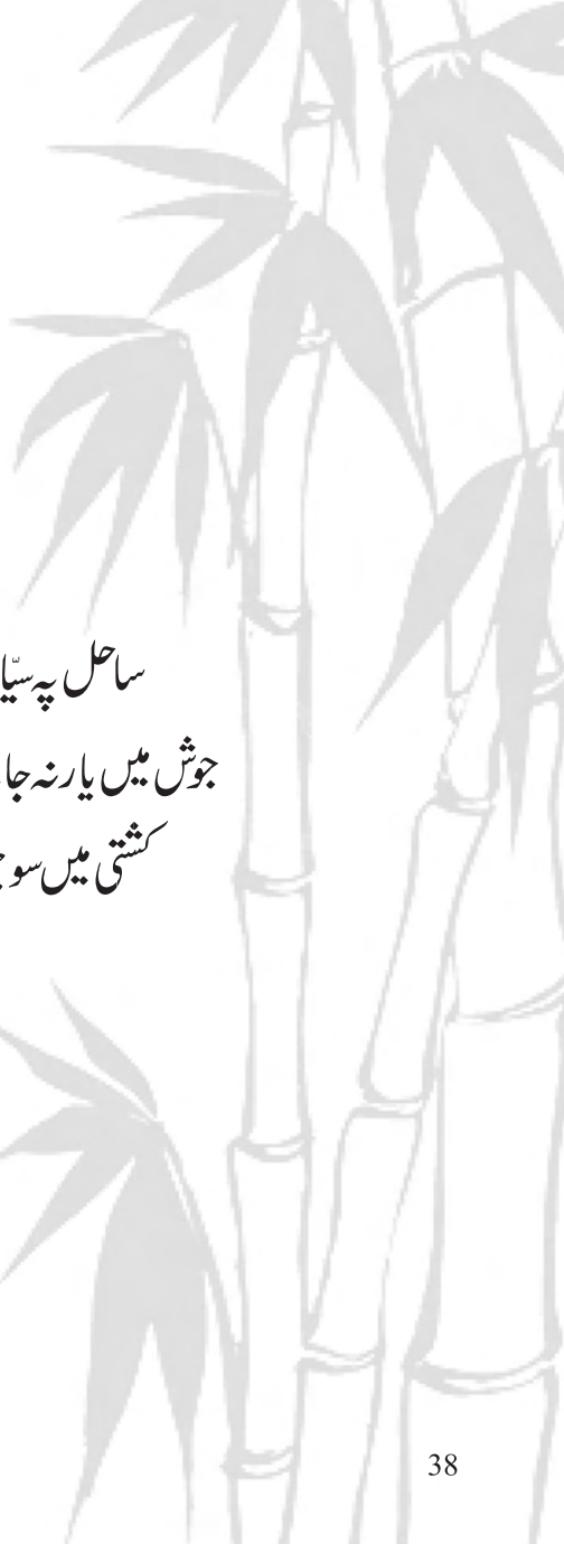
یہ تن کچھ نہیں
ہونا ہے خالی خالی
برتن کچھ نہیں

زندگی ... بے ثباتی

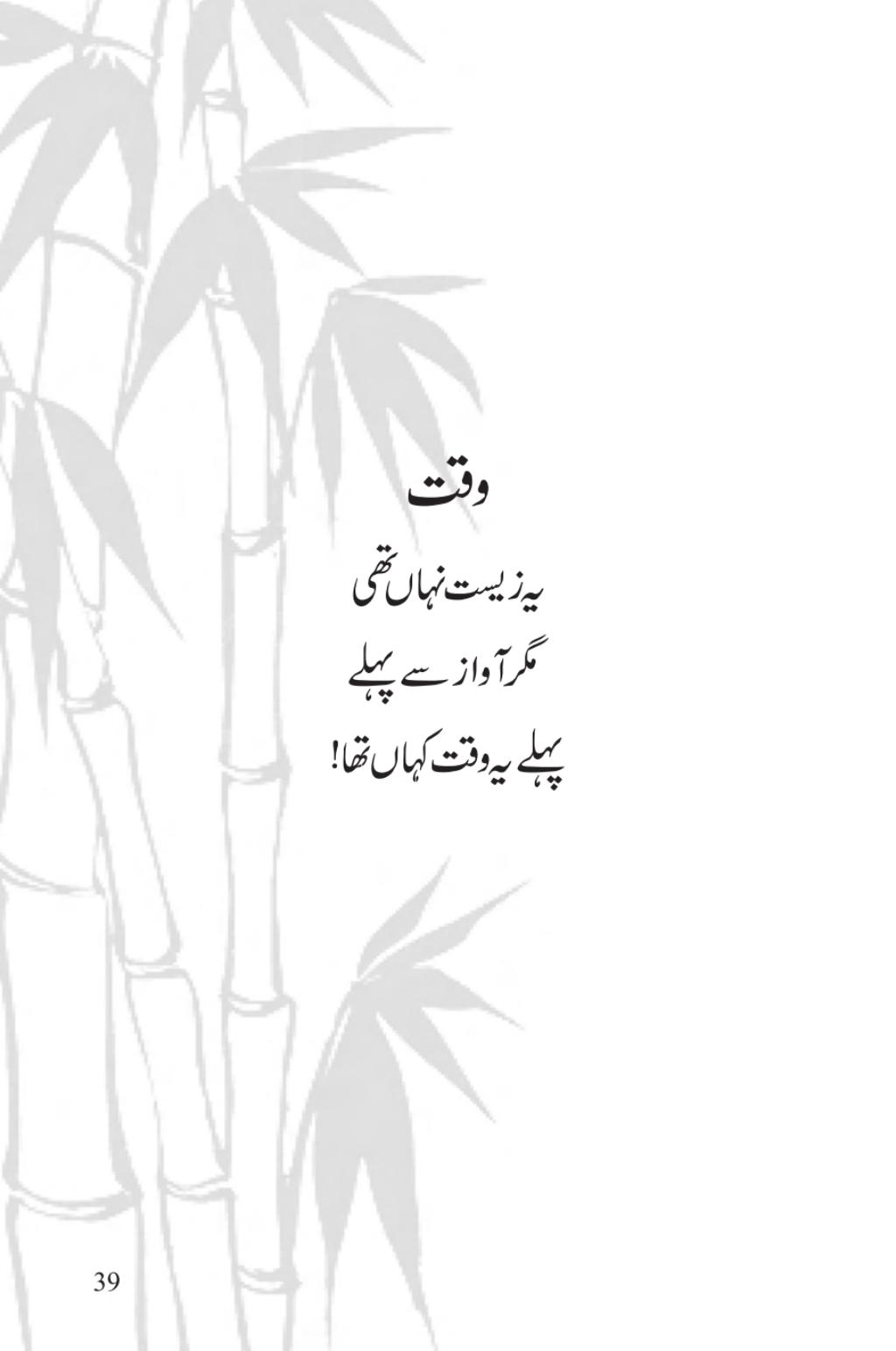
دنیا، دھوکہ، سحر
بھاپ جوانی، روپ کھانی
اس پہ مسافر مہر



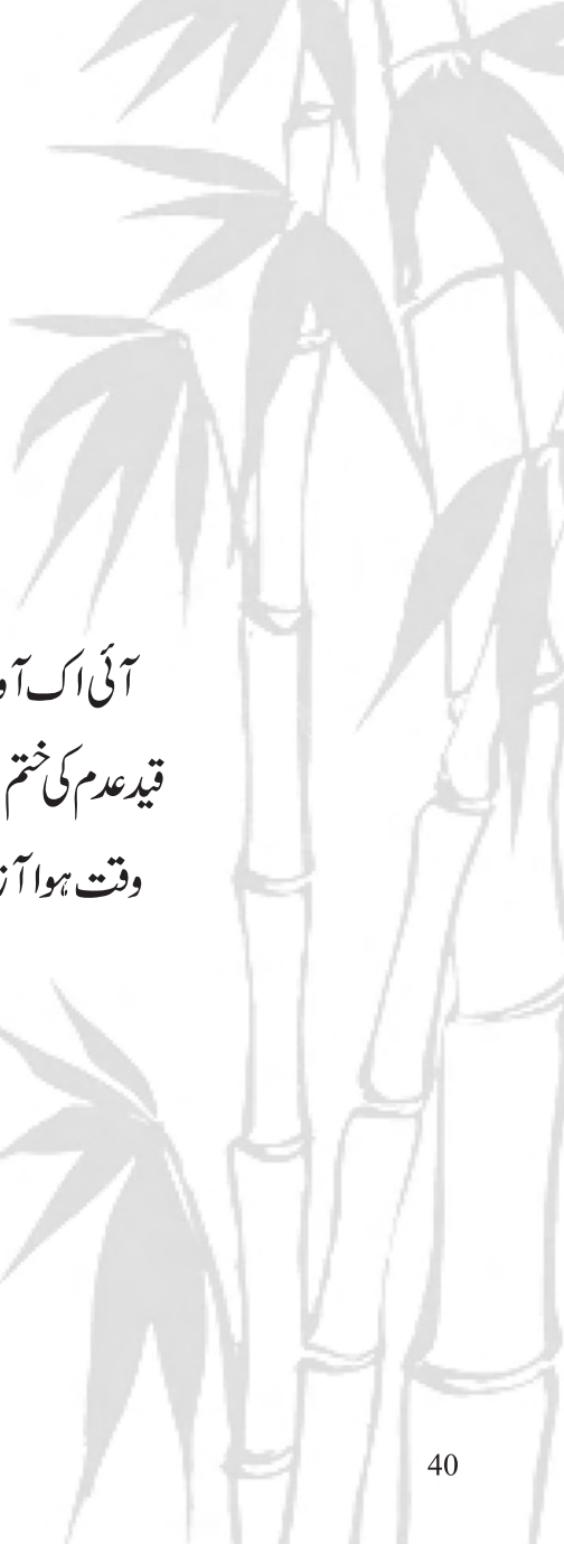
میری کٹیاڑ ہیر
گھر سب ہی کہ بیٹھ گئے
رسنہ کیا بستا



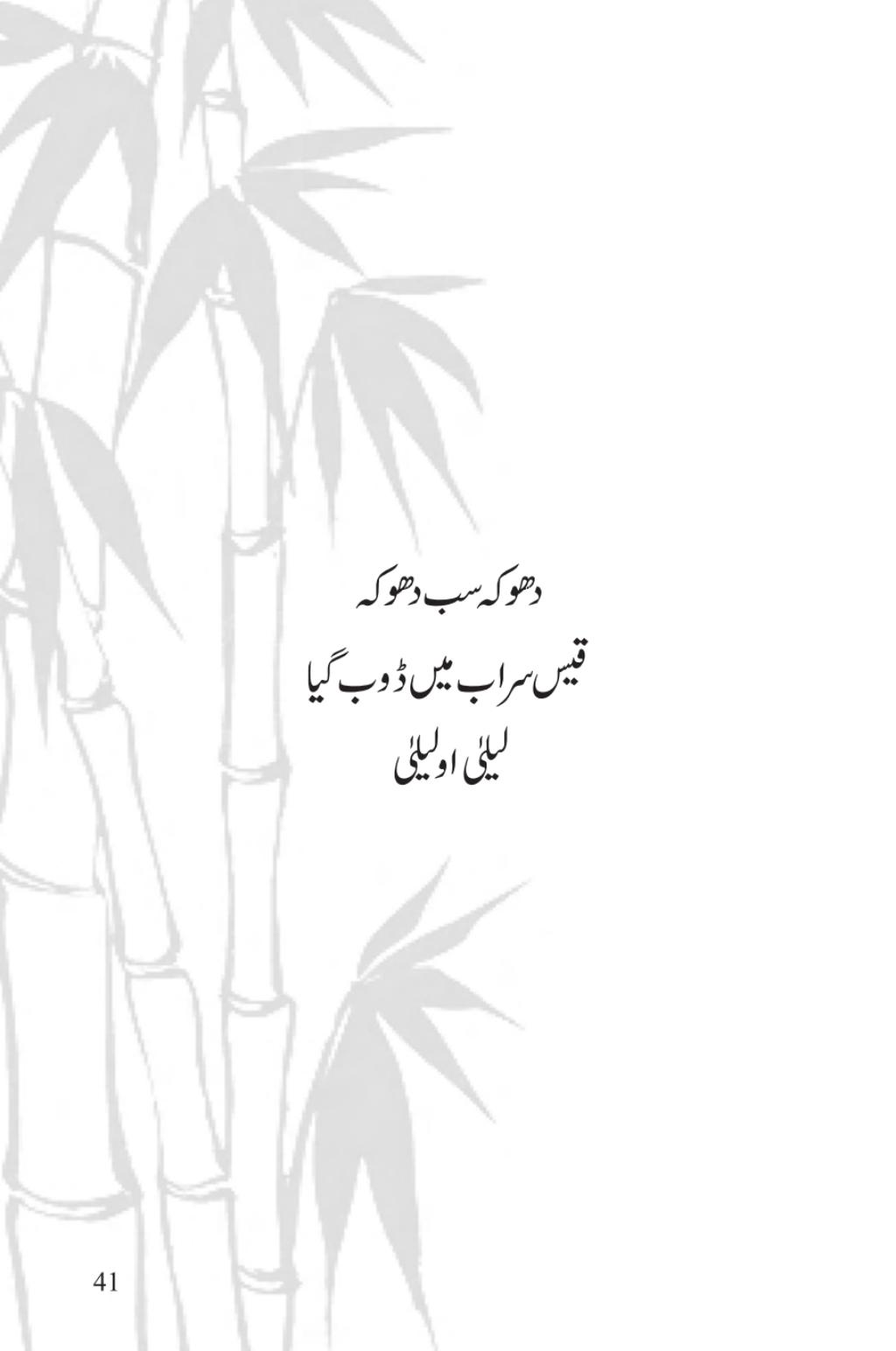
ساحل پہ سیاح
جوش میں یار نہ جانے پھیر
کشتی میں سوچ چید



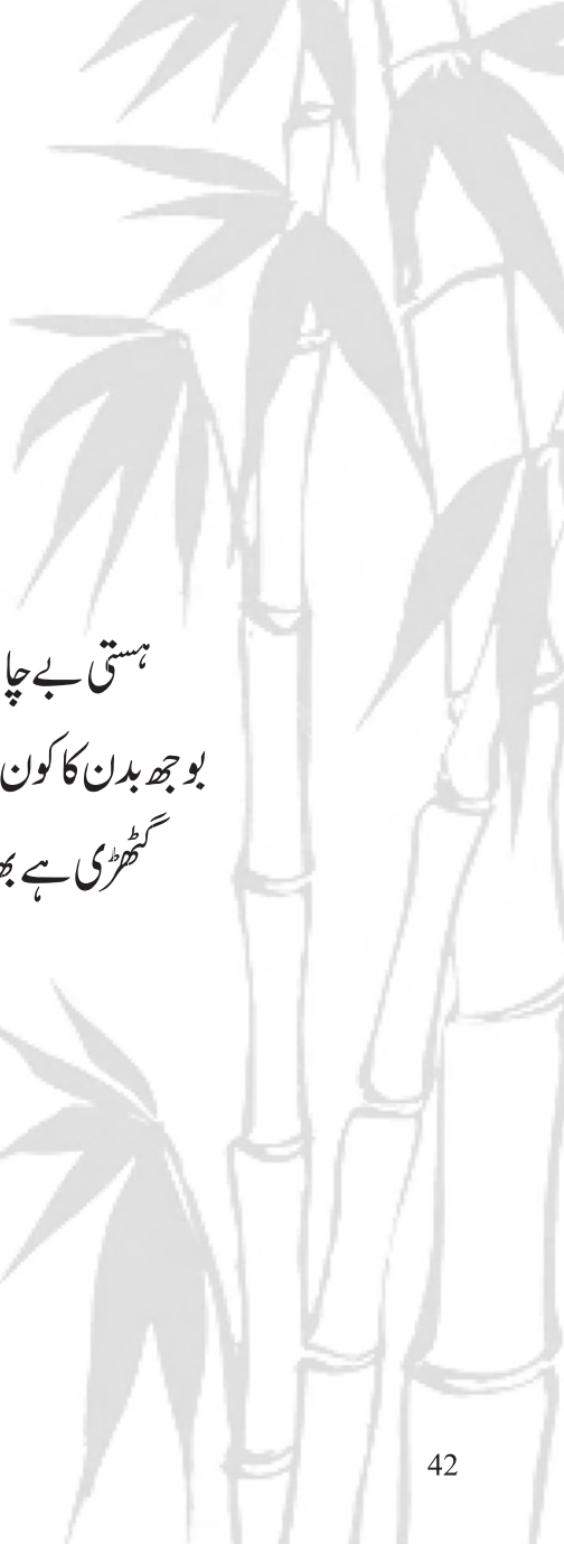
وقت
یہ زیست نہاں تھی
مگر آواز سے پہلے
پہلے یہ وقت کہاں تھا!



آئی اک آواز
قید عدم کی ختم ہوئی
وقت ہوا آزاد

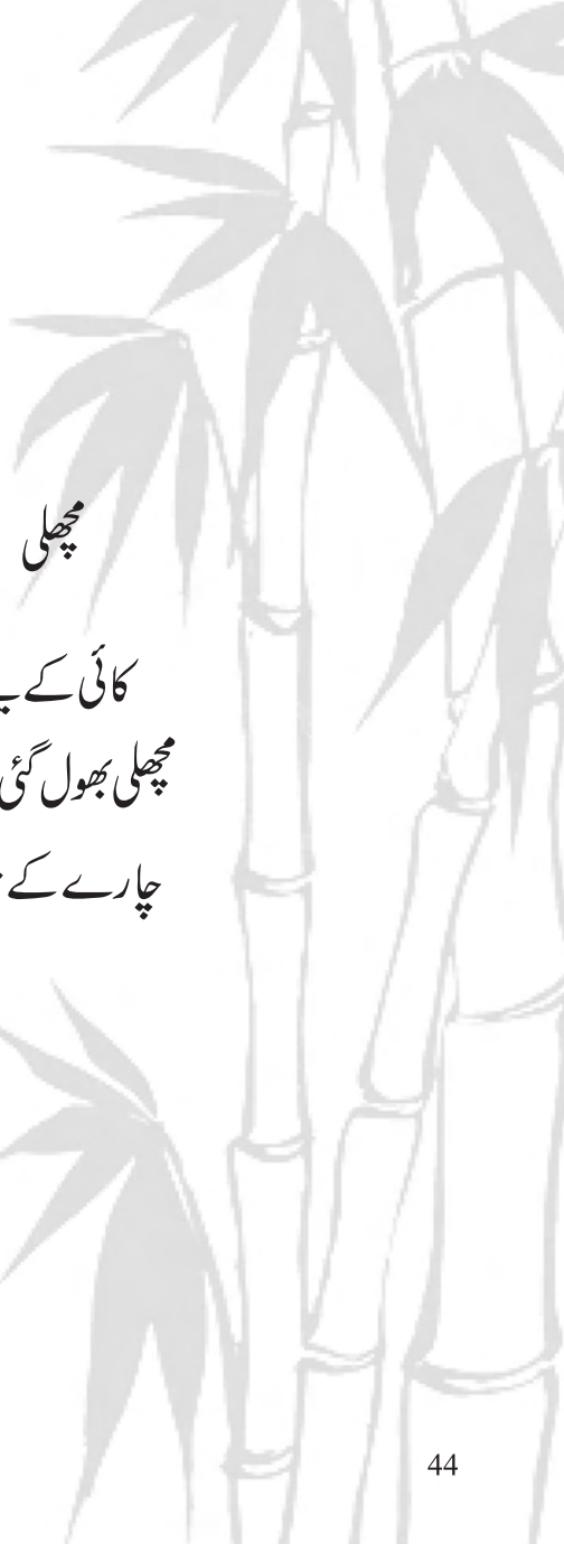


دھوکہ سب دھوکہ
قیس سراب میں ڈوب گیا
لیلی اولیلی



ہستی بے چاری
بوجھ بدن کا کون اٹھائے
گھڑی ہے بھاری

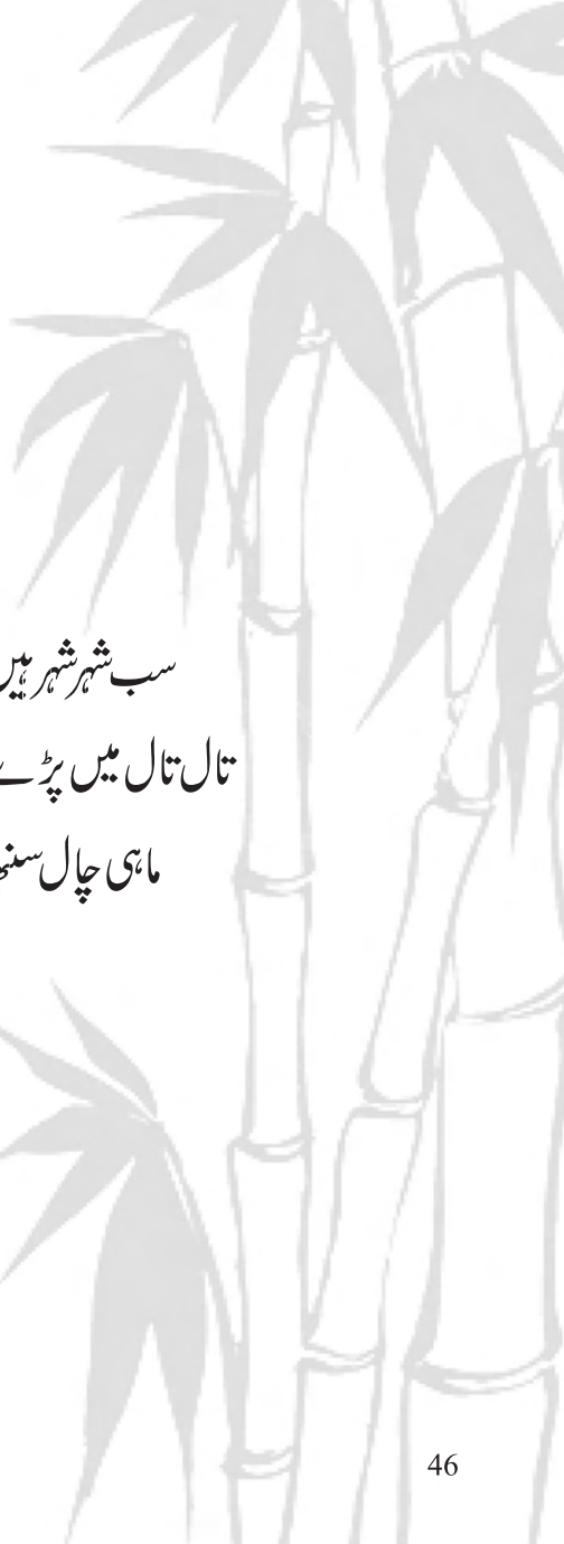
کوزہ گر کے ہاتھ
صورت بد لے مشت خاک
گردش میں ہے چاک



مچھلی

کائی کے نیچے¹
مچھلی بھول گئی رستہ
چارے کے پیچھے

کا نٹ کی کلکار
مچھلی سن کر دوڑی ہے
چارہ بے چارہ



سب شہر شہر ہیں تال
تال تال میں پڑے ہیں جال
ماہی چاں سن بھاں

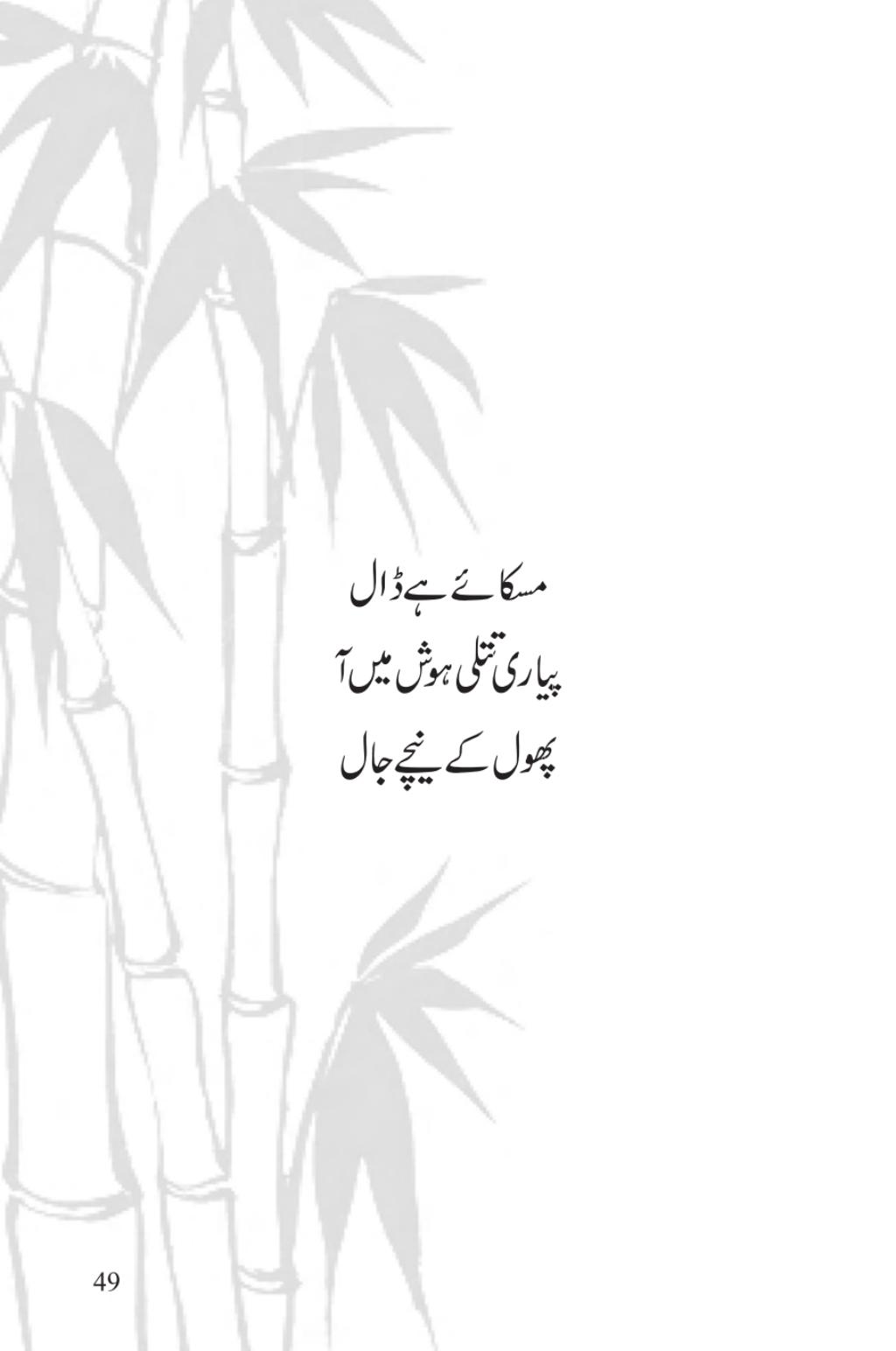
پانی کا جو ہٹر
مینڈک، مچھلی، سانپ رہیں
سب اس کے اندر

مکڑی

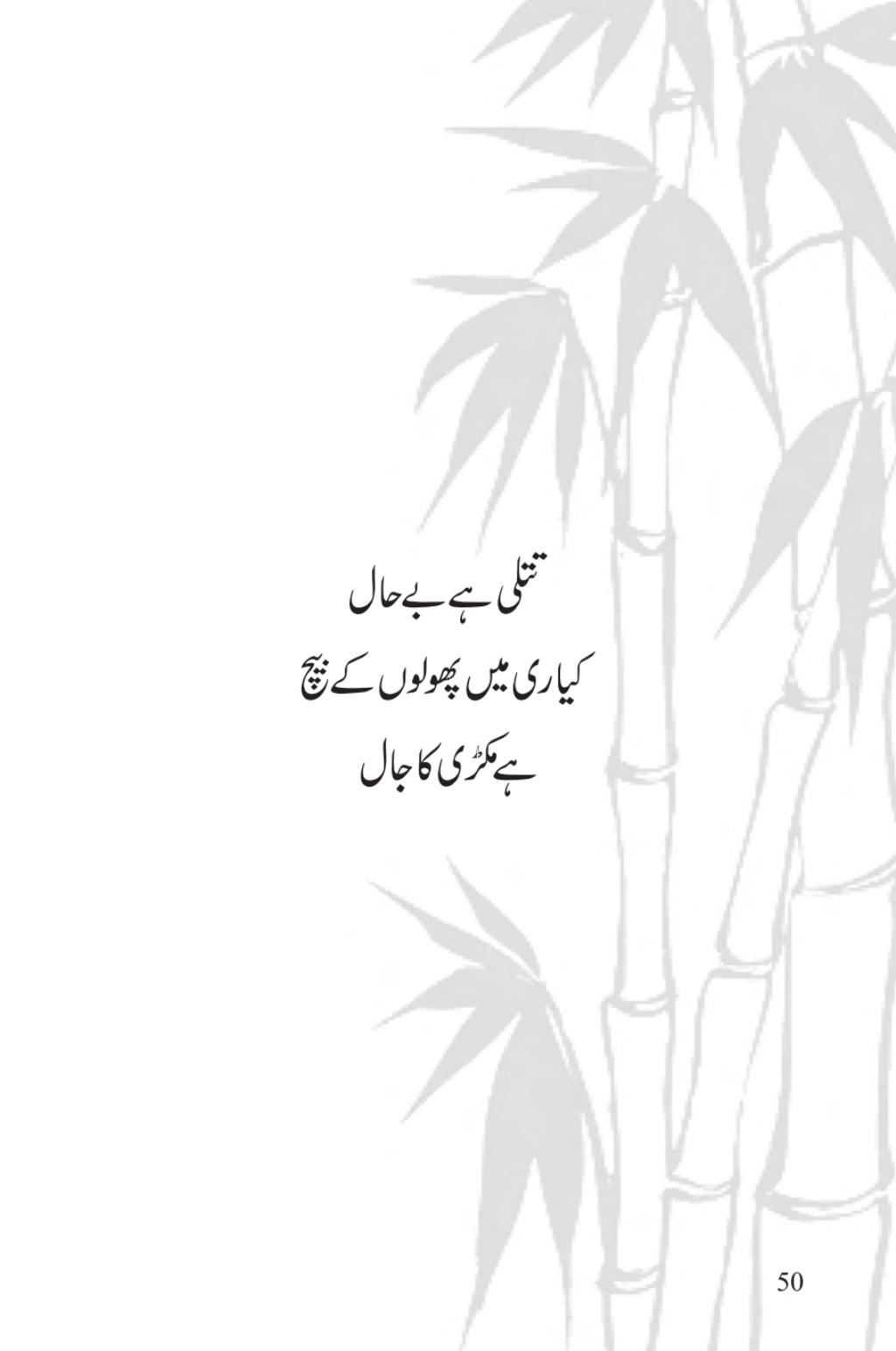
تتلی بیٹھی ہے

شاخ کے نیچے گھاٹ لگائے

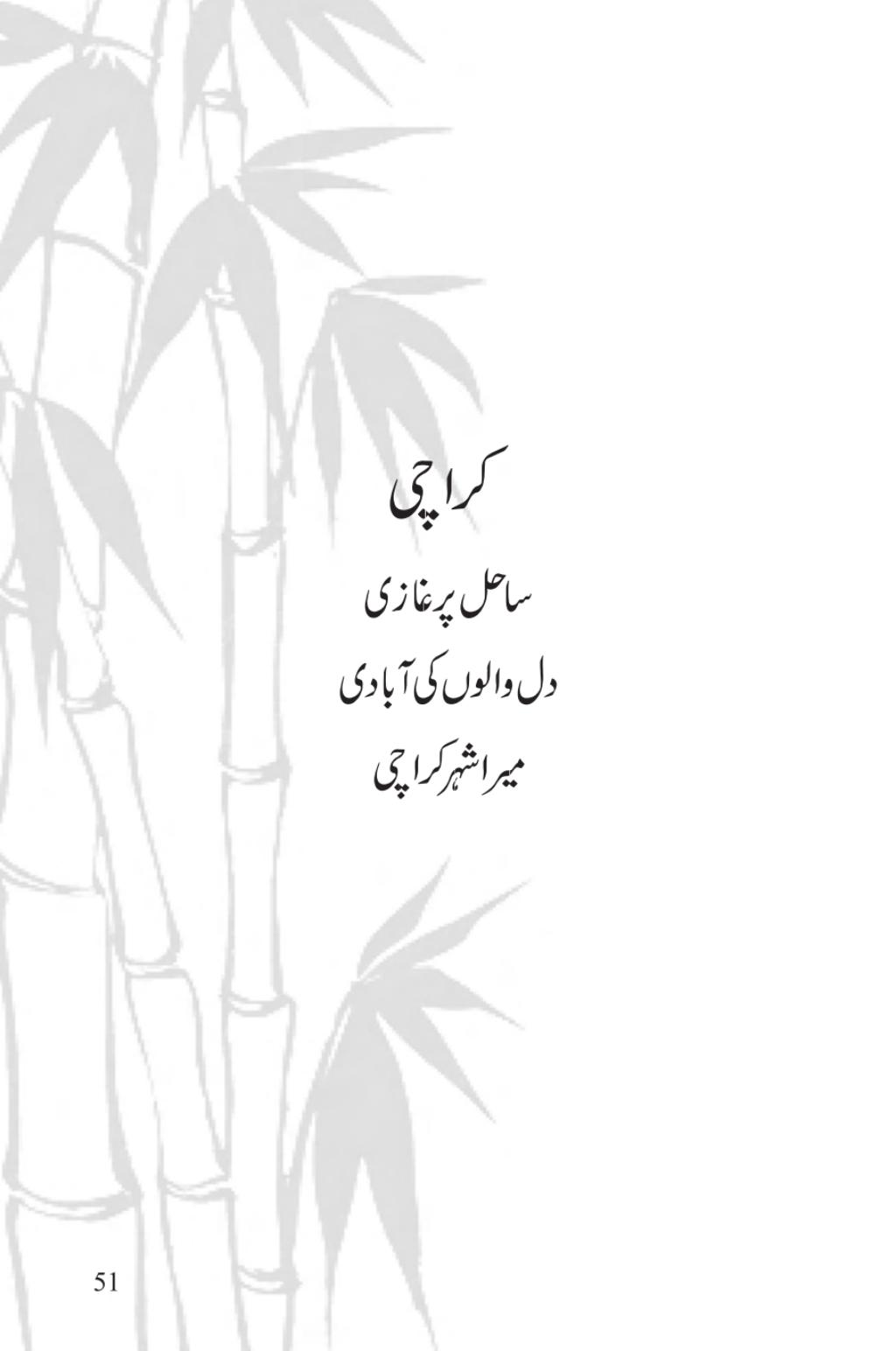
مکڑی لٹکی ہے



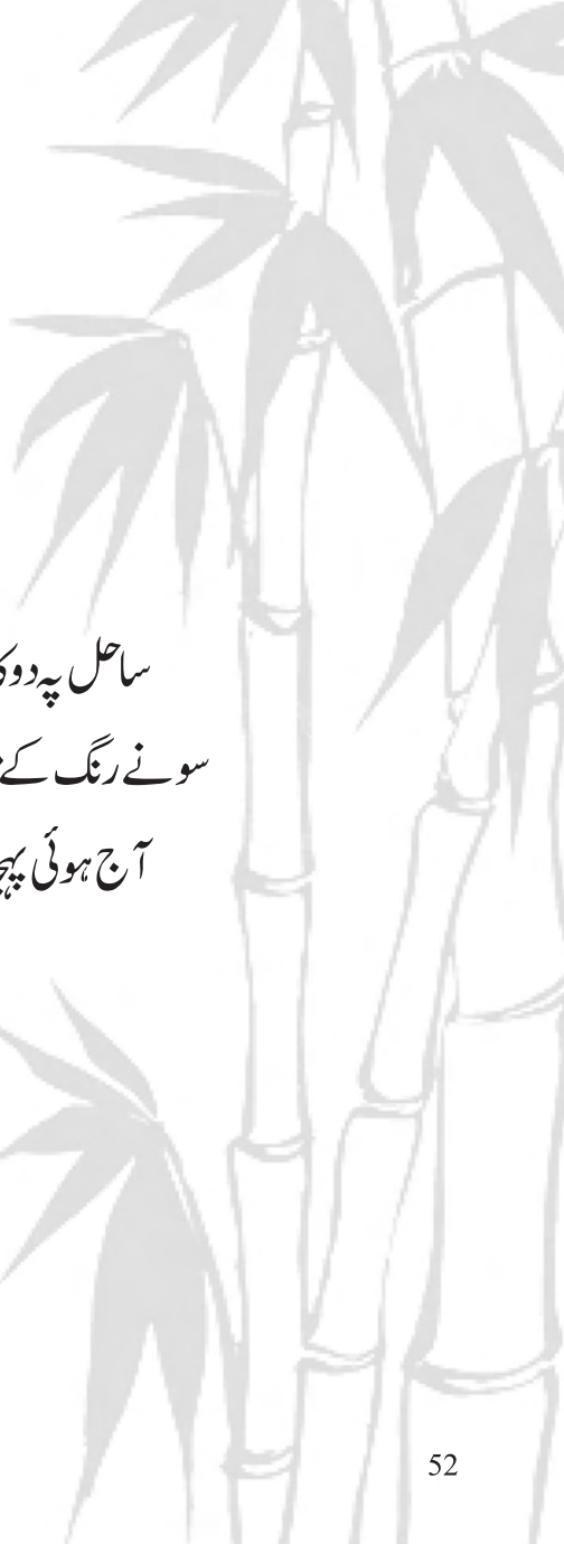
مسکائے ہے ڈال
پیاری تتلی ہوش میں آ
پھول کے نیچے جاں



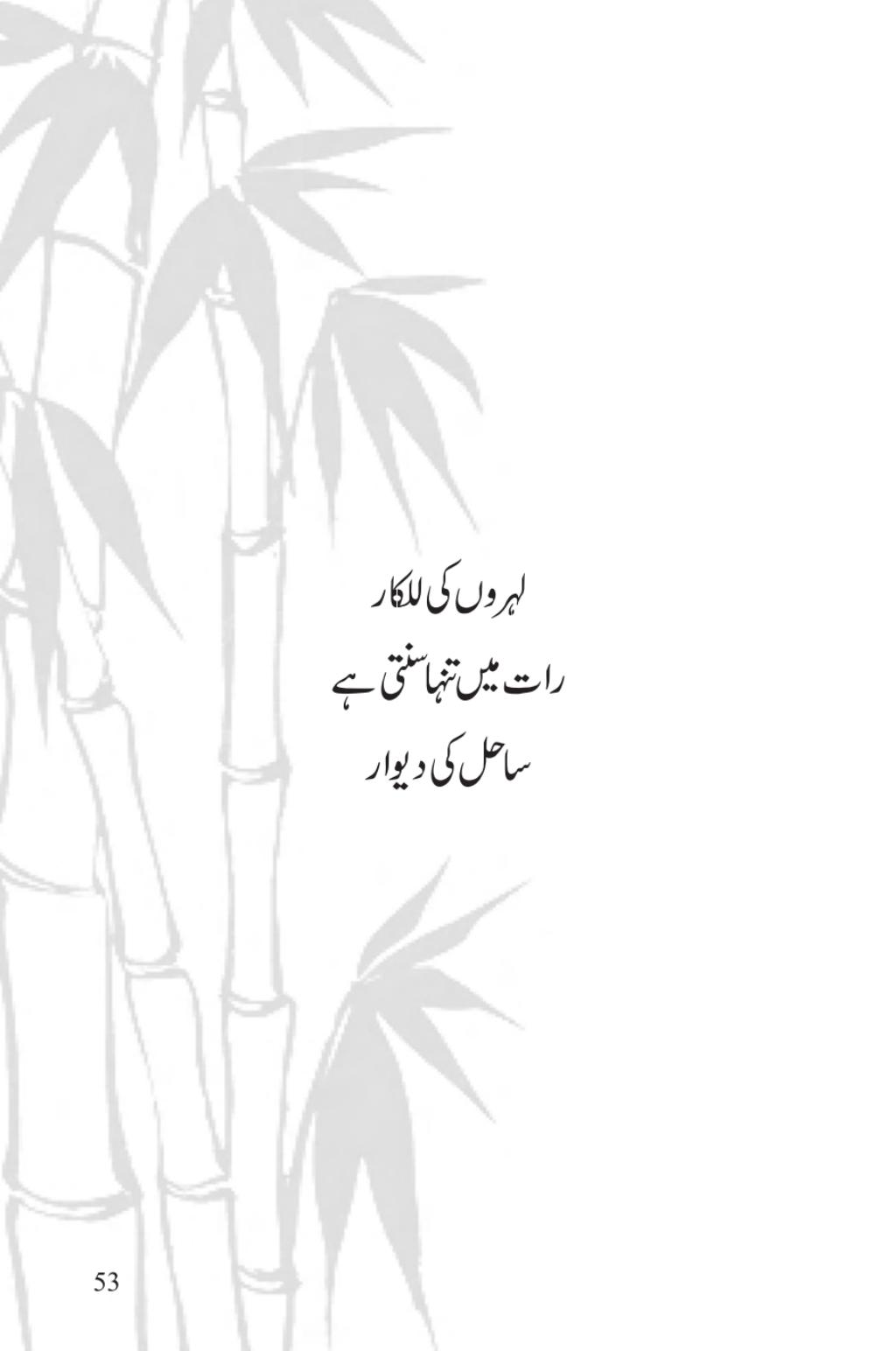
تتلی ہے بے حال
کیا ری میں پھولوں کے نجع
ہے مکڑی کا جال



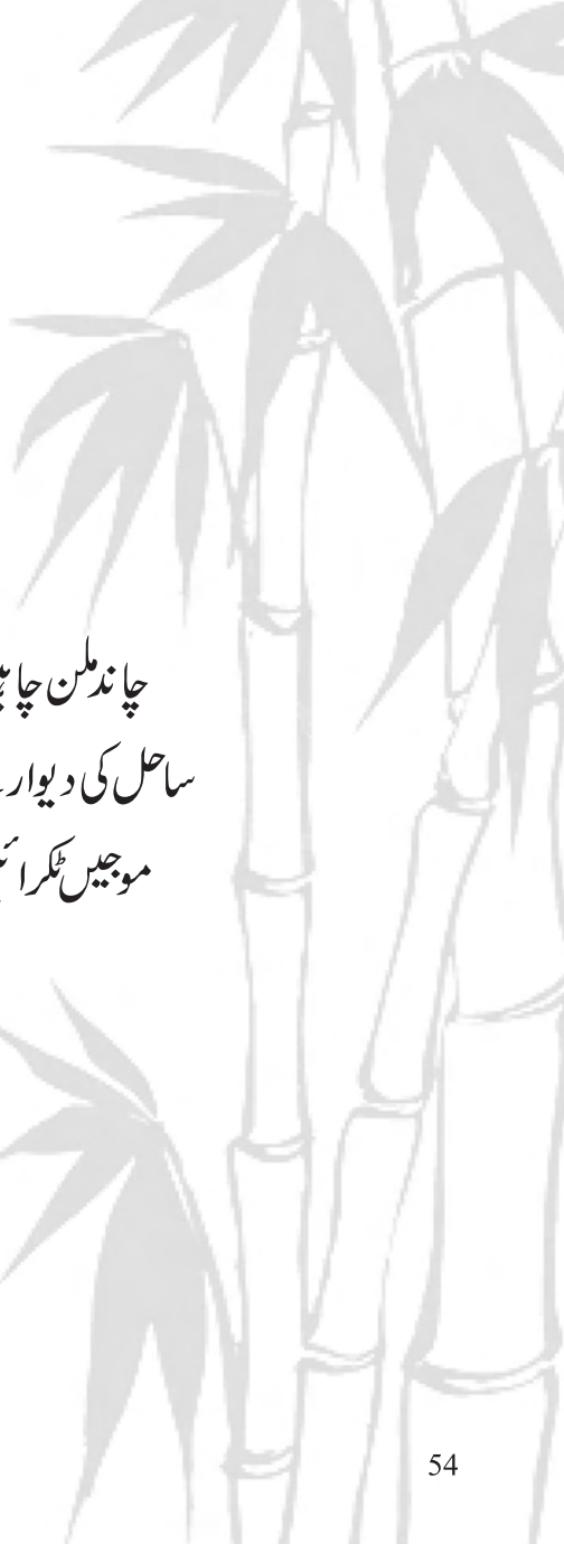
کراچی
ساحل پر غازی
دل والوں کی آبادی
میرا شہر کراچی



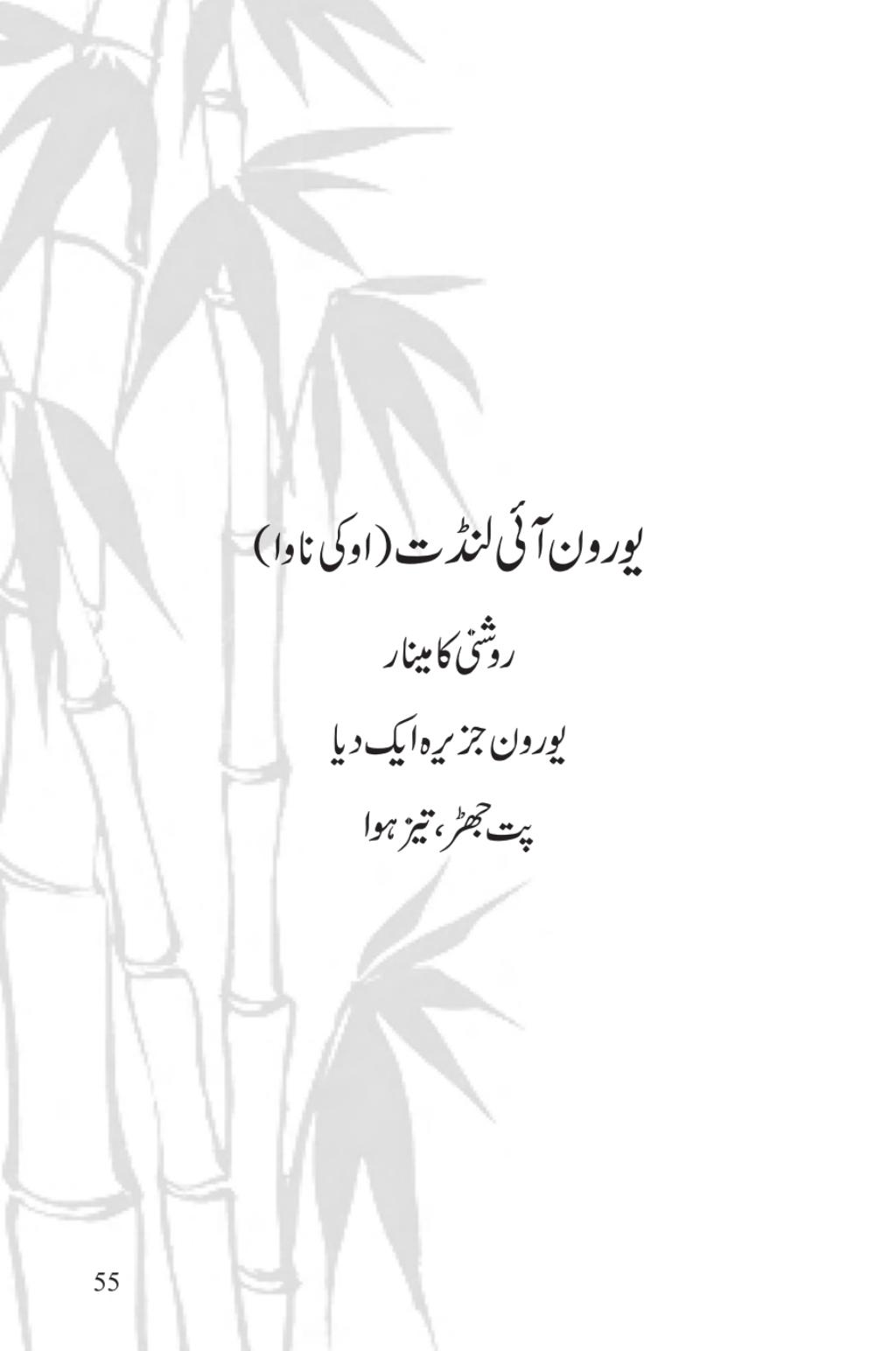
ساحل پہ دوکان
سو نے رنگ کے موتی کی
آج ہوئی پہچان



لہروں کی لکار
رات میں تہا سنتی ہے
ساحل کی دیوار



چاند ملن چاہیں
ساحل کی دیوار سے سر
موجیں ٹکرائیں



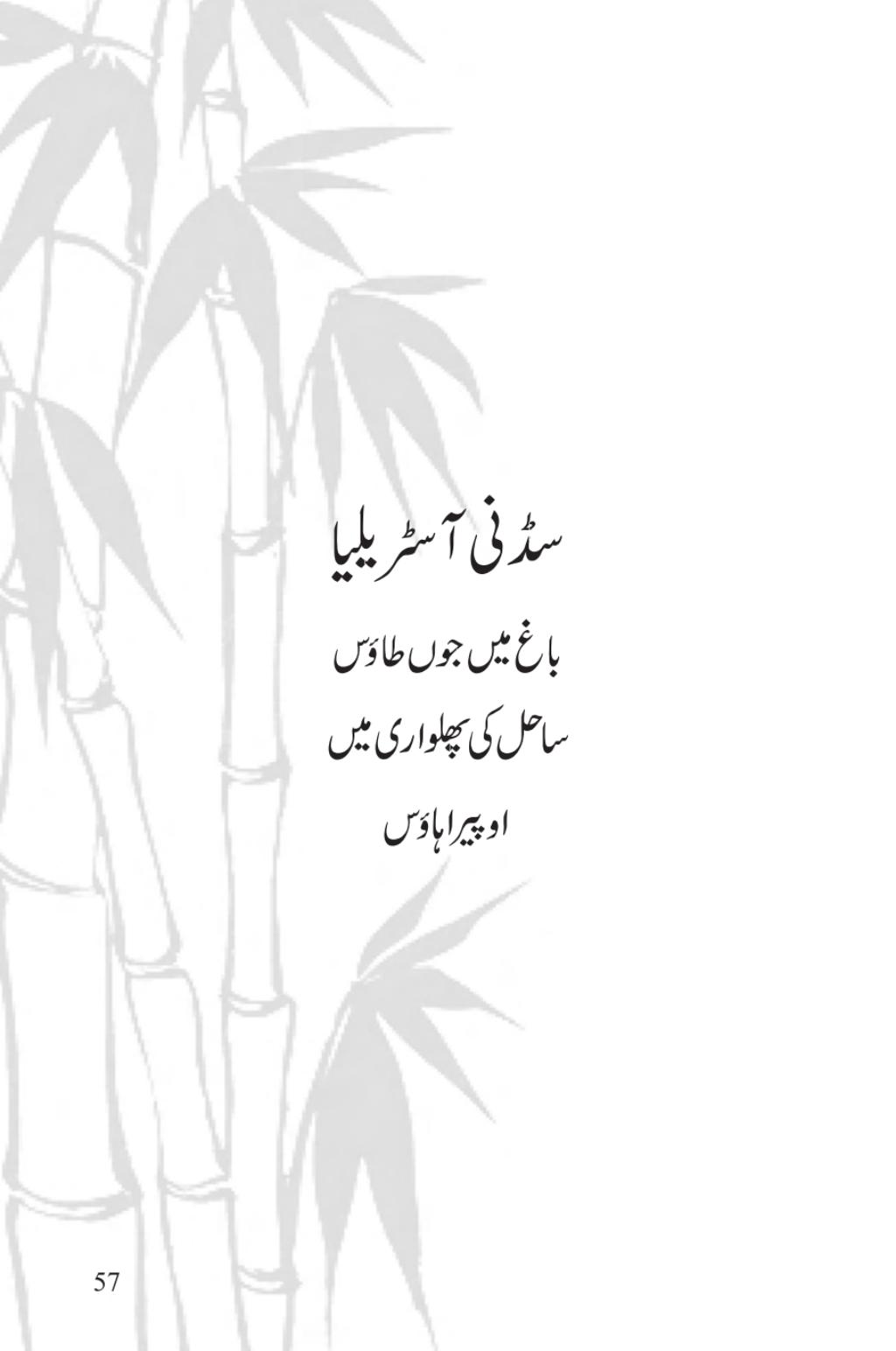
یورون آئی لنڈت (اوکی ناوا)

روشنی کا مینار

یورون جزیرہ ایک دیا

پت جھٹر، تیز ہوا

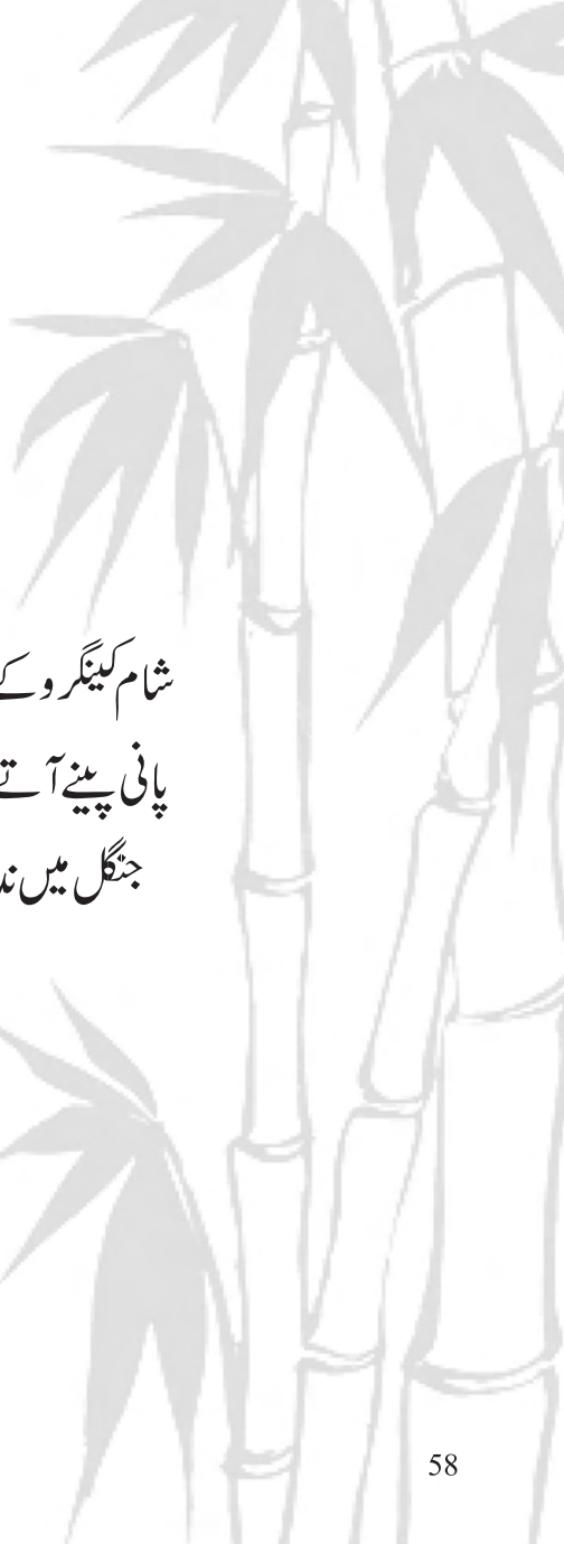
تیس میل کا دیپ
کس نے دیکھے ہیں اک ساتھ
مرجان، موٹی، سیپ



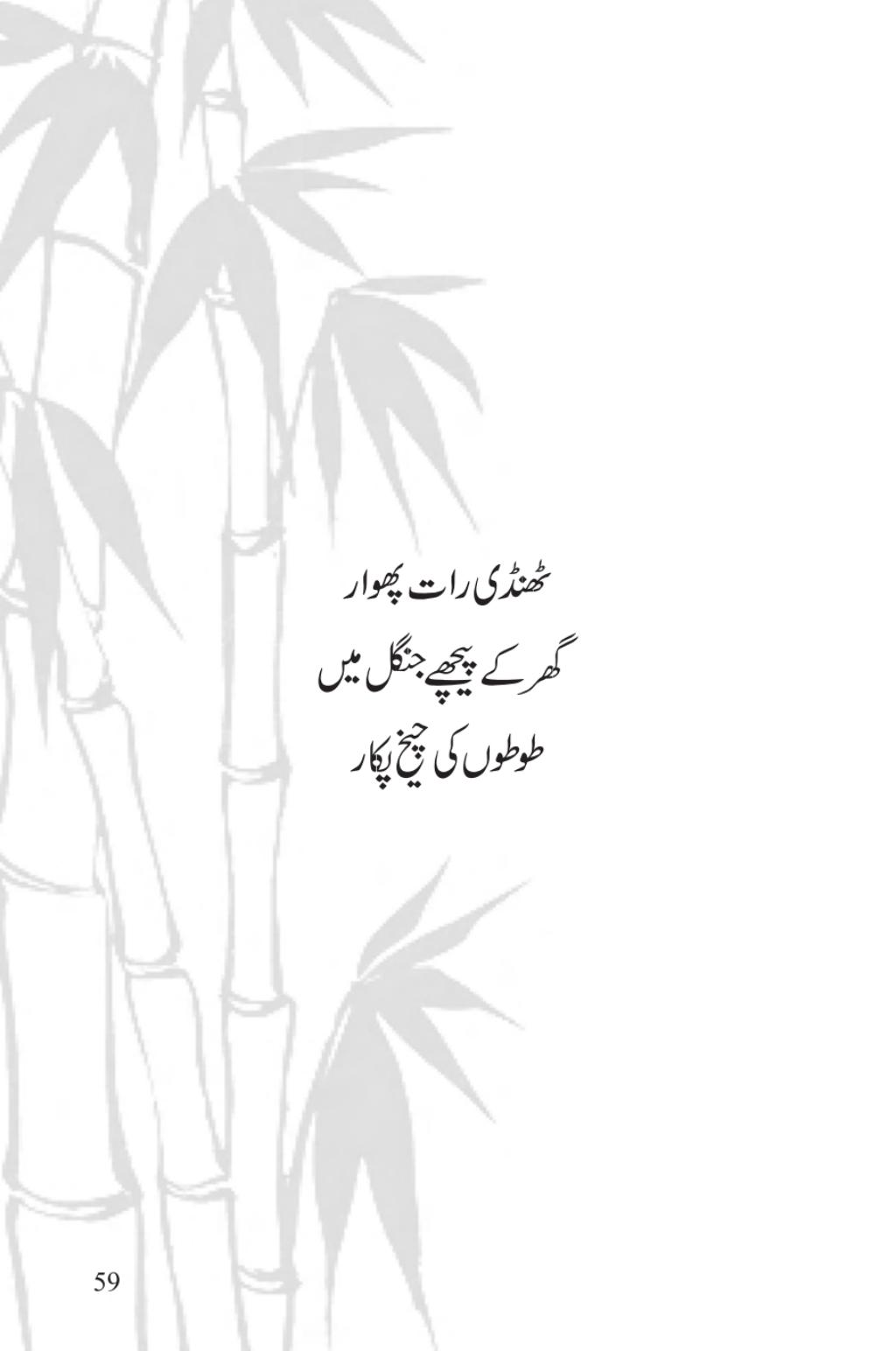
سڈنی آسٹریلیا

باغ میں جوں طاؤس
ساحل کی سچلواری میں

اوپیراہاؤس



شام کینگ رو کے غول
پانی پینے آتے ہیں
جنگل میں ندی



ٹھنڈی رات پھوار
گھر کے پیچھے جنگل میں
طوطوں کی چیخ پکار

اپسٹرڈیم

دریابند دلدار

رنگوں کا مے خانہ ہے

ٹیولپ کا گزار

ونڈل کے پاس
بگلے برف پہ گھو میں ہیں
پاؤں تلنے مچھلی!

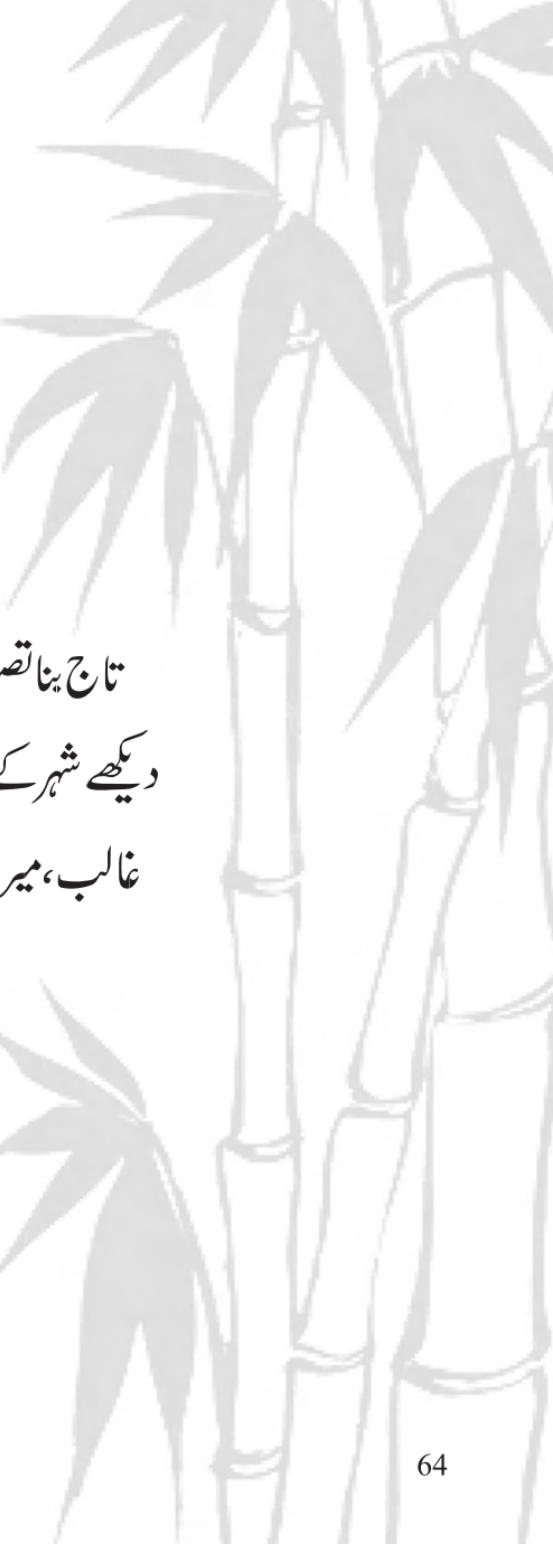
تاج محل

مرمر کا آنجل

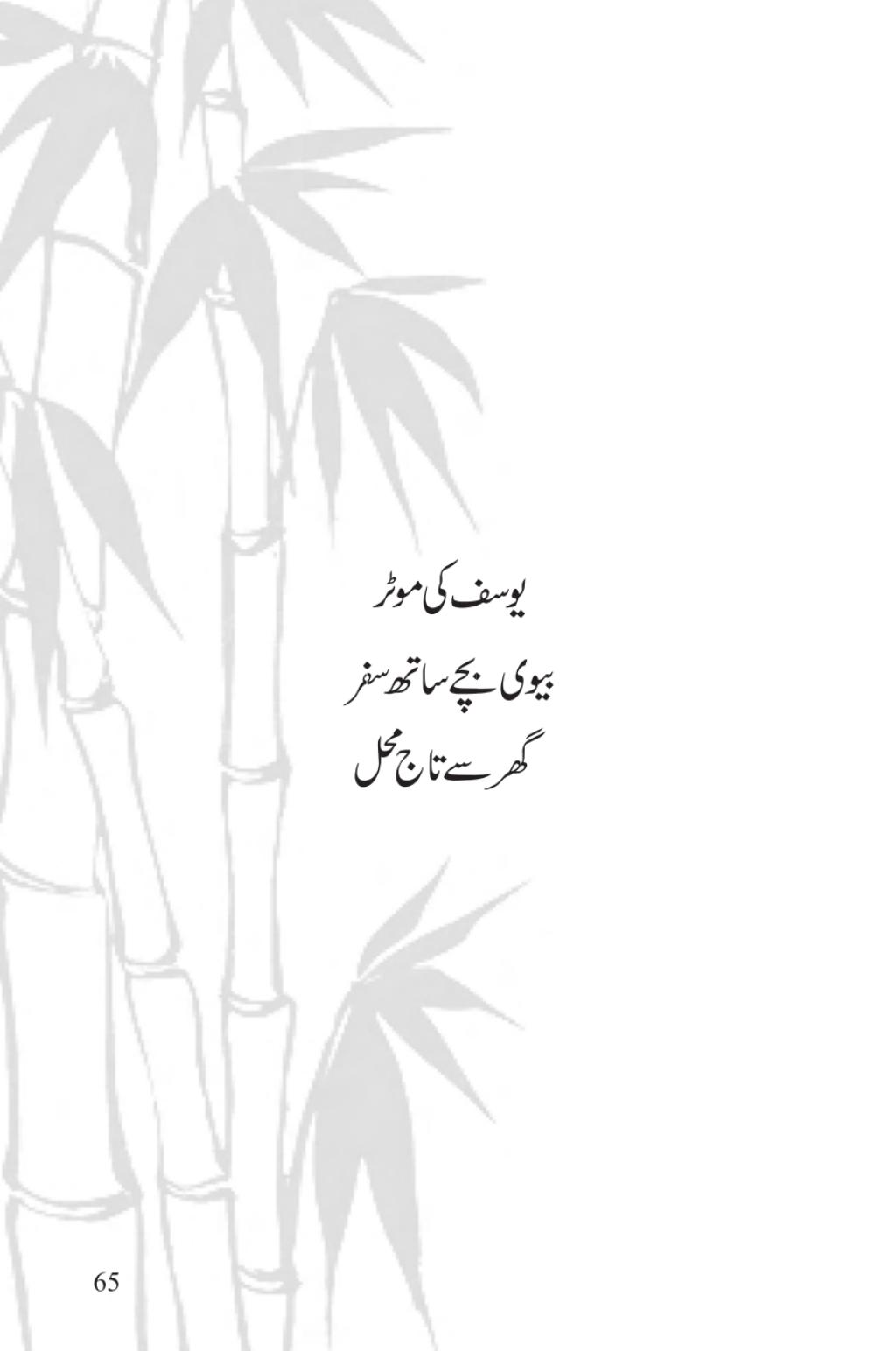
سر پڑال کے سوئے حسن

عشق ہے جمنا جل

تاج محل کا روپ
سونا چاندی پکھلا ہے
dalanoں میں دھوپ

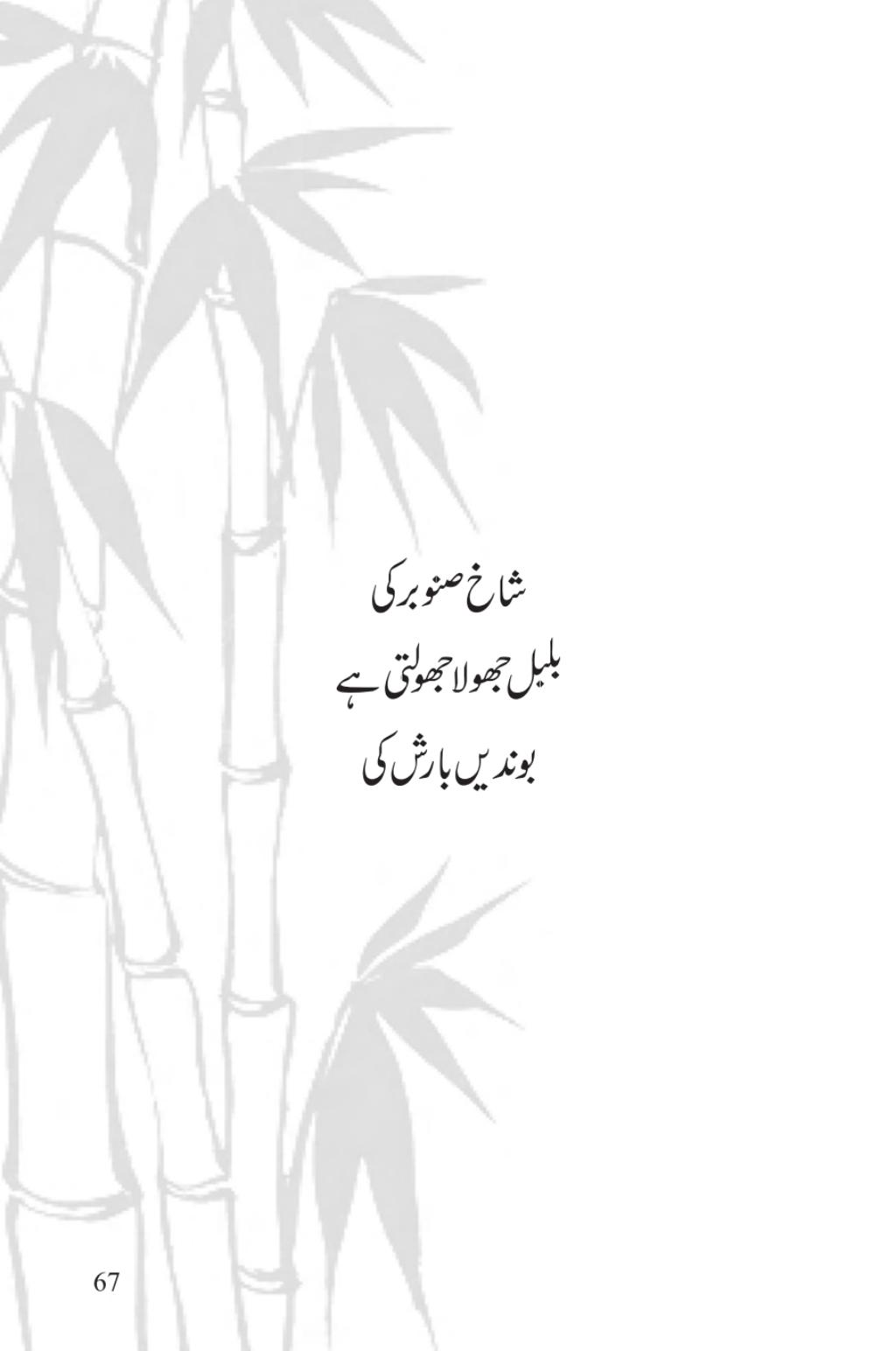


تاج بنا تصویر
دیکھے شہر کے اور محل
غالب، میر، نظیر

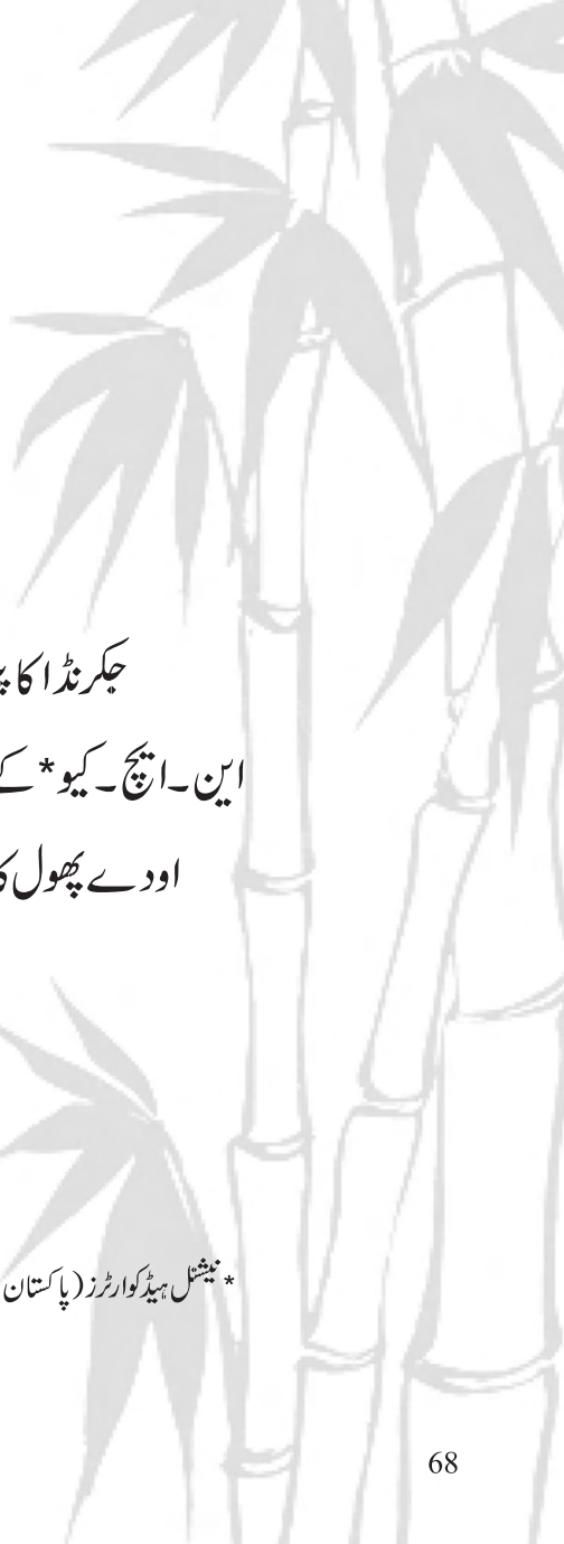


یوسف کی موڑ
بیوی بچے ساتھ سفر
گھر سے تاج محل

اسلام آباد
ہلکے اودے پھول
سارا شہر اک باغ ہوا
رنج گئے ہم بھول



شاخ صنوبر کی
بلیل جھو لا جھوتی ہے
بوندیں بارش کی

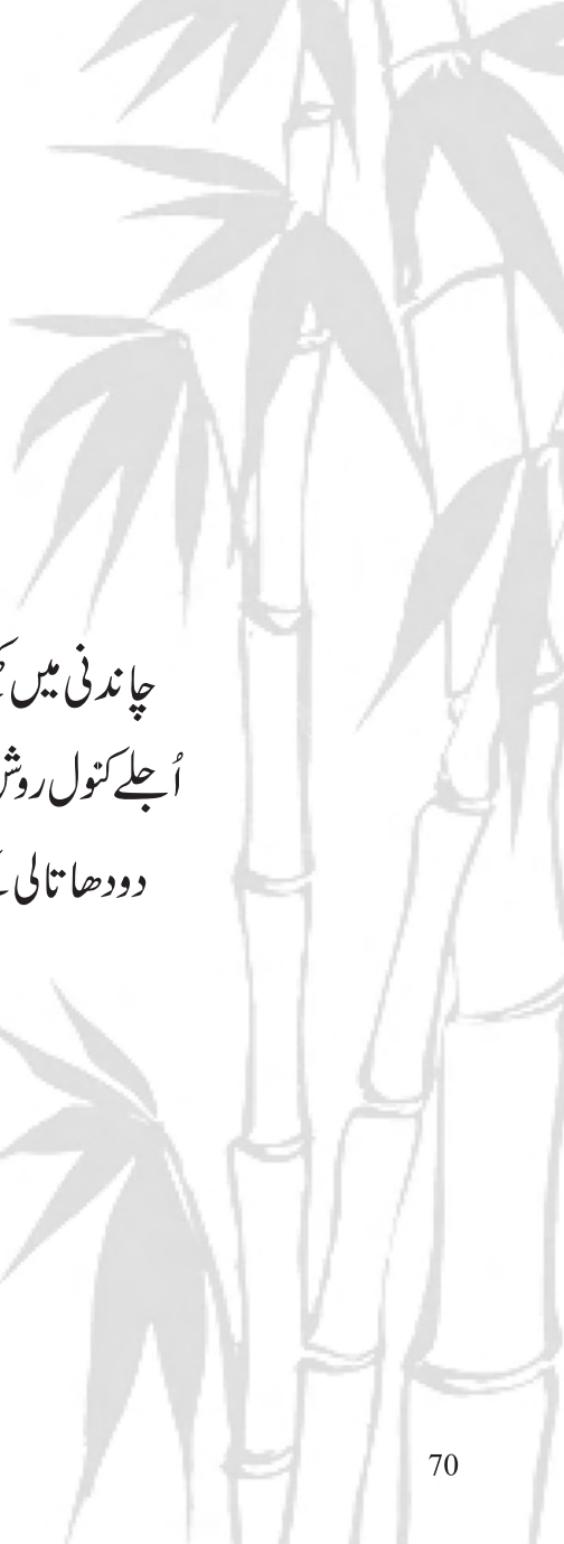


جگرندہ کا پیڑ
ایں۔ اتھے۔ کیوُ^{*} کے آنگن میں
اوے پھول کا ڈھیر

* نیشنل ہیڈ کوارٹرز (پاکستان بوانز اسکاؤٹس)

بھٹوی

کھا لے ہار میں کھیت
اوپنچ ہار میں باغ
نقج میں ایک چراغ

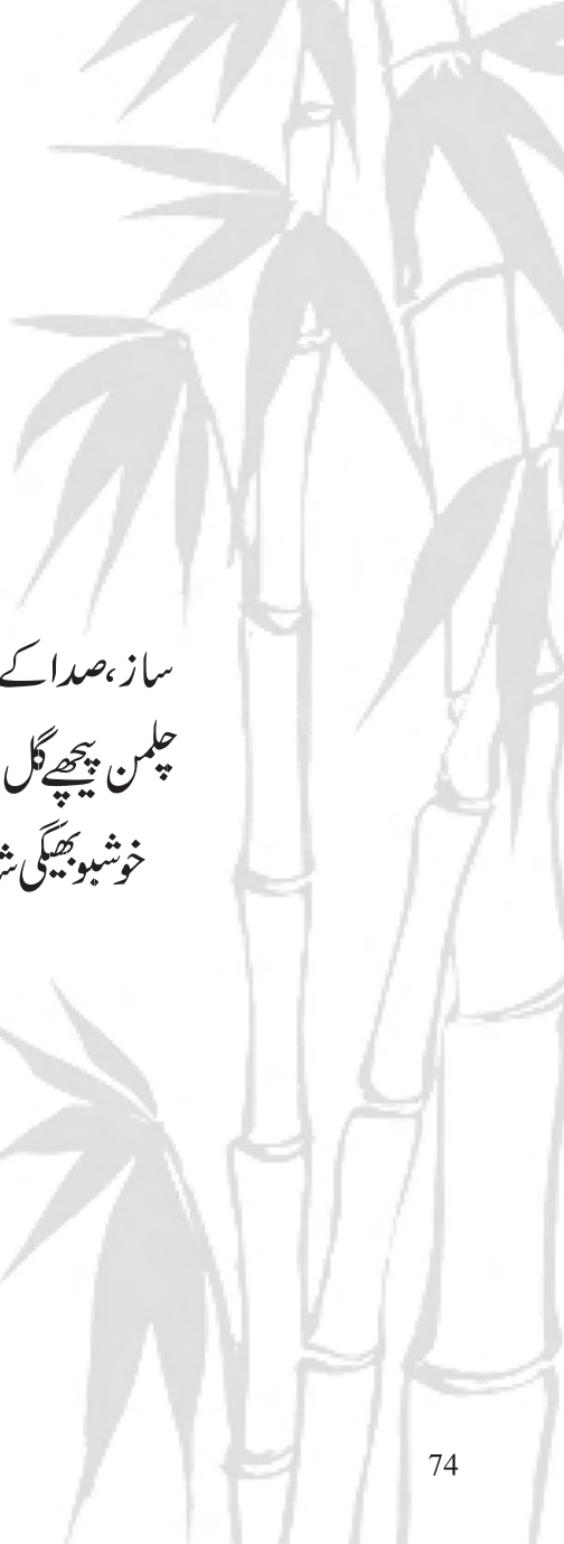


چاندنی میں کھلتے
اُ جلے کنول روشن ہیں
دودھاتالی کے

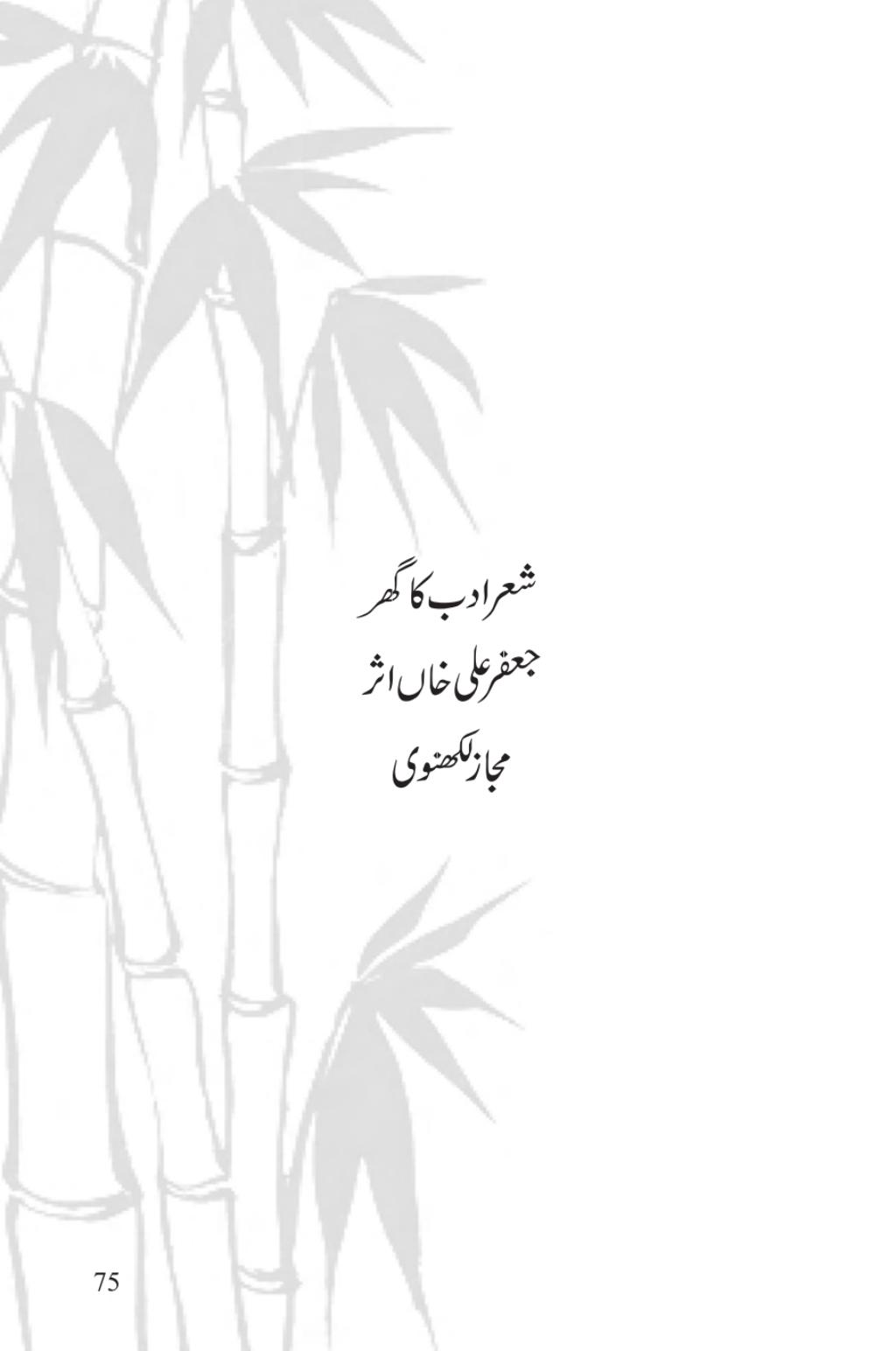
نہر، کھیت، باغ، چوپاں
گھر دیوار پر توری بیل
ڈور سے گزرے ریل

لکھنو
شہر ہے یہ دلدار
پانی ٹھنڈا، دوست حسین
پیڑ ہیں سایہ دار

ٹیلے پر مسجد
شاہ پیر، شاہ وارث حسن
گومتی کا چمن



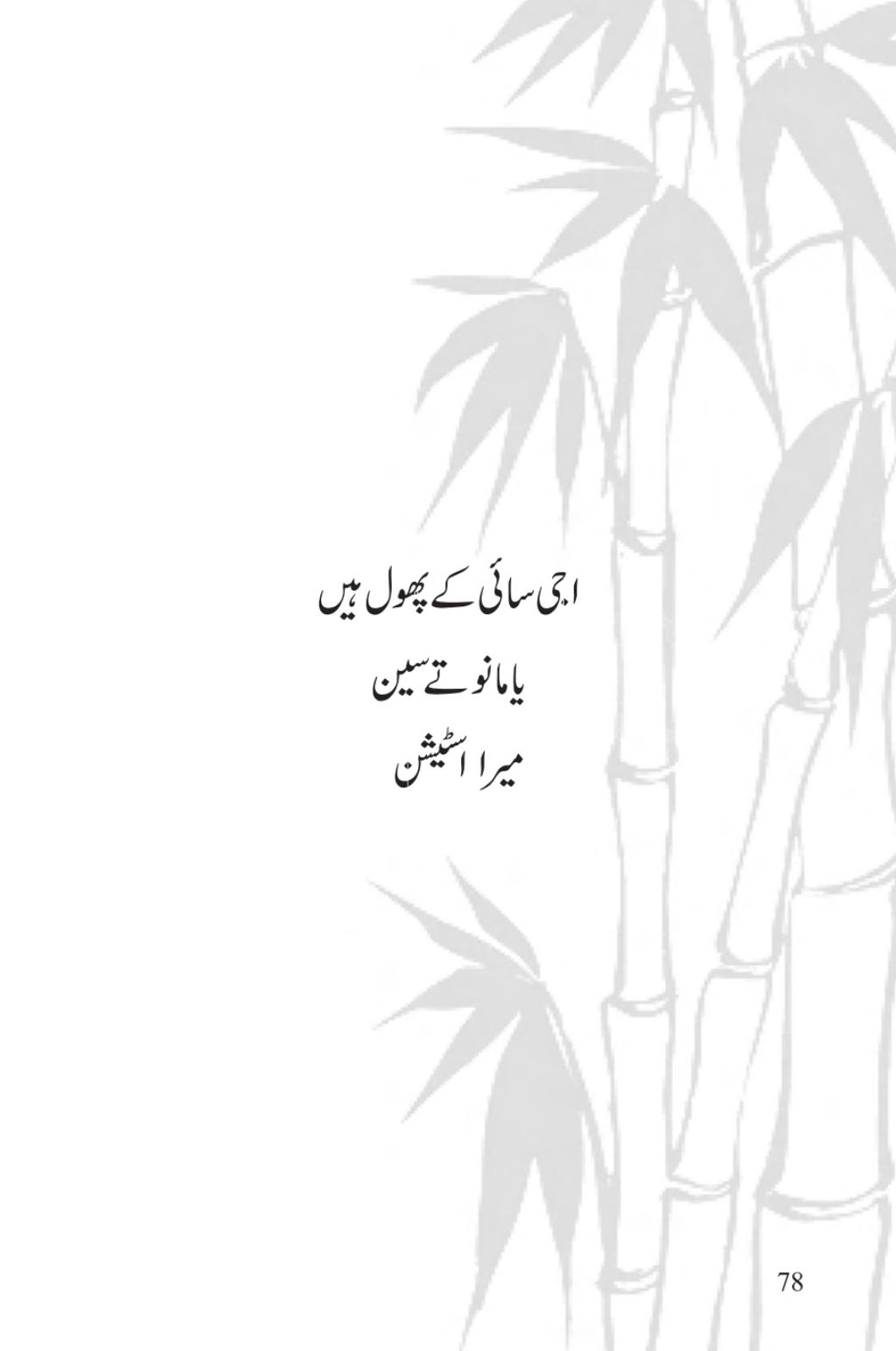
ساز، صدا کے رنگ
چمن پچھے گل اندام
خوبیوں بھیگی شام



شیرادب کا گھر
جعفر علی خاں اثر
مجاز لکھتھوی

ٹو کیو
جگ جگ یار جیو
مشرق کا دل دھڑکا ہے
میں ہوں ٹو کیو

محفل، مونج، ایا غ
گل بنی کا موسم ہے
اوائے نوکا باغ



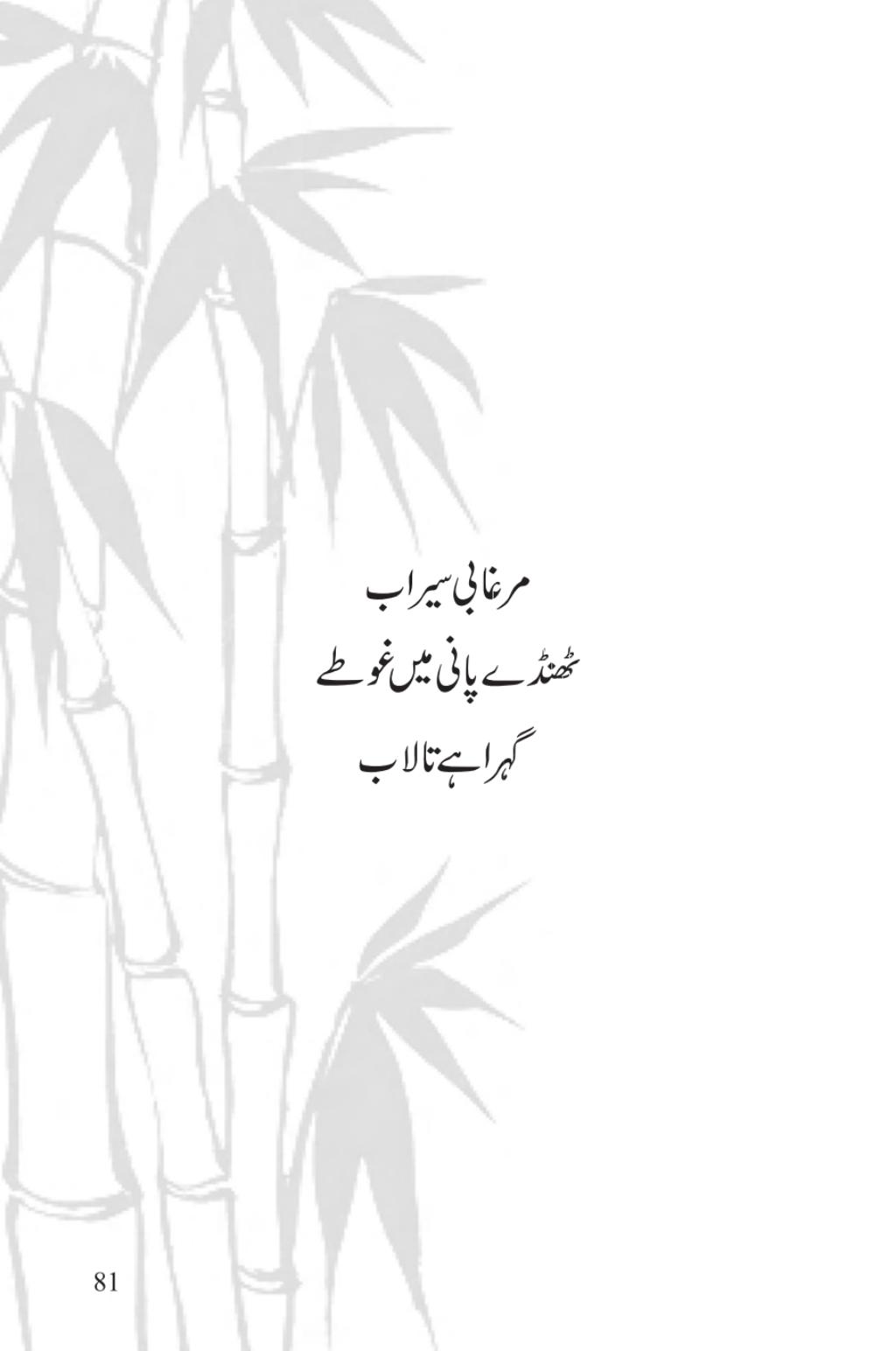
اچی سائی کے پھول ہیں
یامانو تے سین
میرا اسٹیشن

مچھلی موج میں مست
شیشے کی دیوار میں ہے
سوٹی بار میں ہے

جاتی

(جھیلوں کا گاؤں) سجاوں شہر کے قریب

آسمان پر تارے
جھیل کے اوپر تاریکی
جھاڑی میں جگنو



مرغابی سیراب
ٹھنڈے پانی میں غوطے
گہرا ہے تالاب

گاؤں کی ٹی شاپ
گنے کے رس کی خوشبو
گرم چائے کی بھاپ

جھیل کے اوپر گہر
دور فضائیں صاف در صف
قازوں کی پرواز

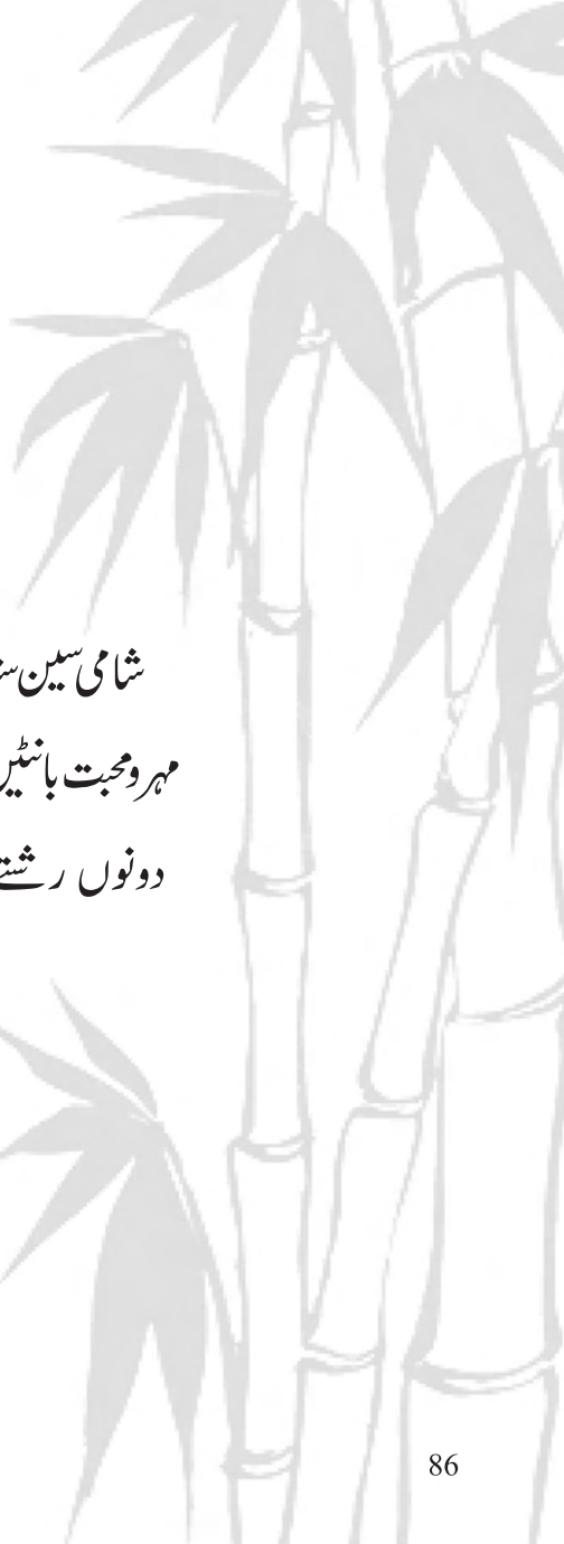
پاکستان و جاپان

دو قلب یک جان

فطرت کے پروانے ہیں

پاکستان جاپان

چیری کے یہ پھول
سب دیکھیں الفت کے طور
جیسے آم کے بور

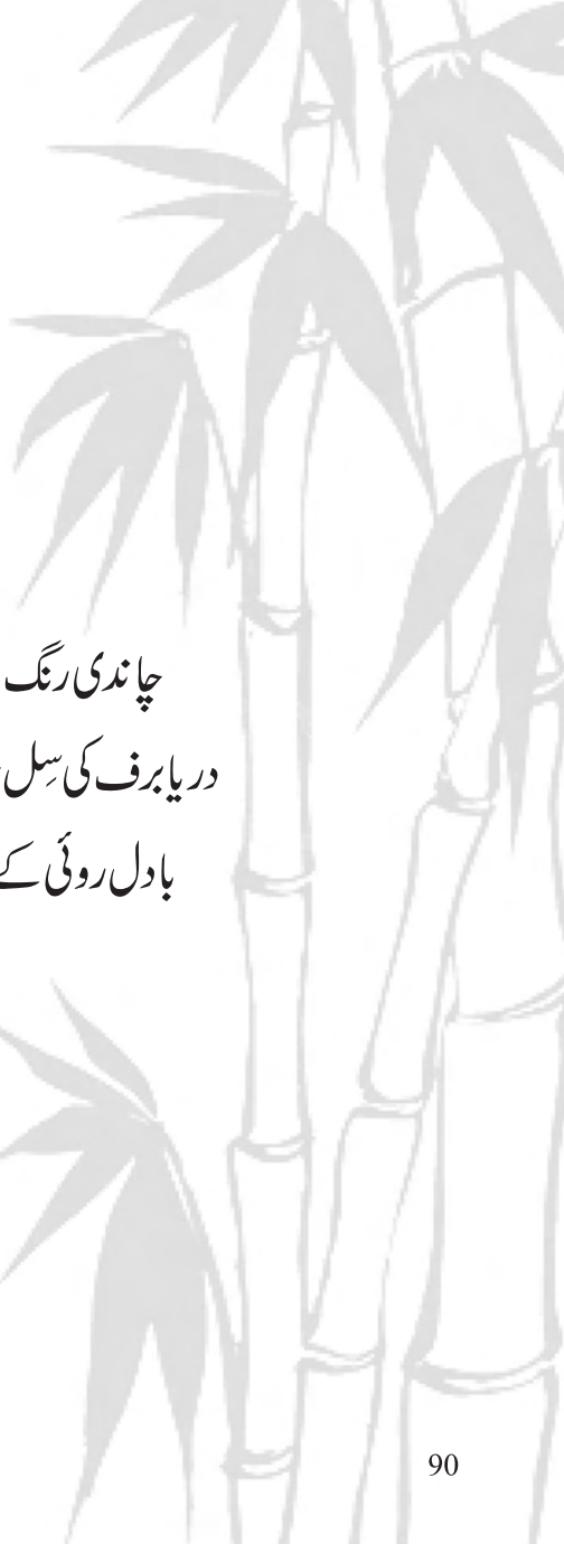


شامی سین ستار
مہر و محبت با نشیں ہیں
دونوں رشتے دار

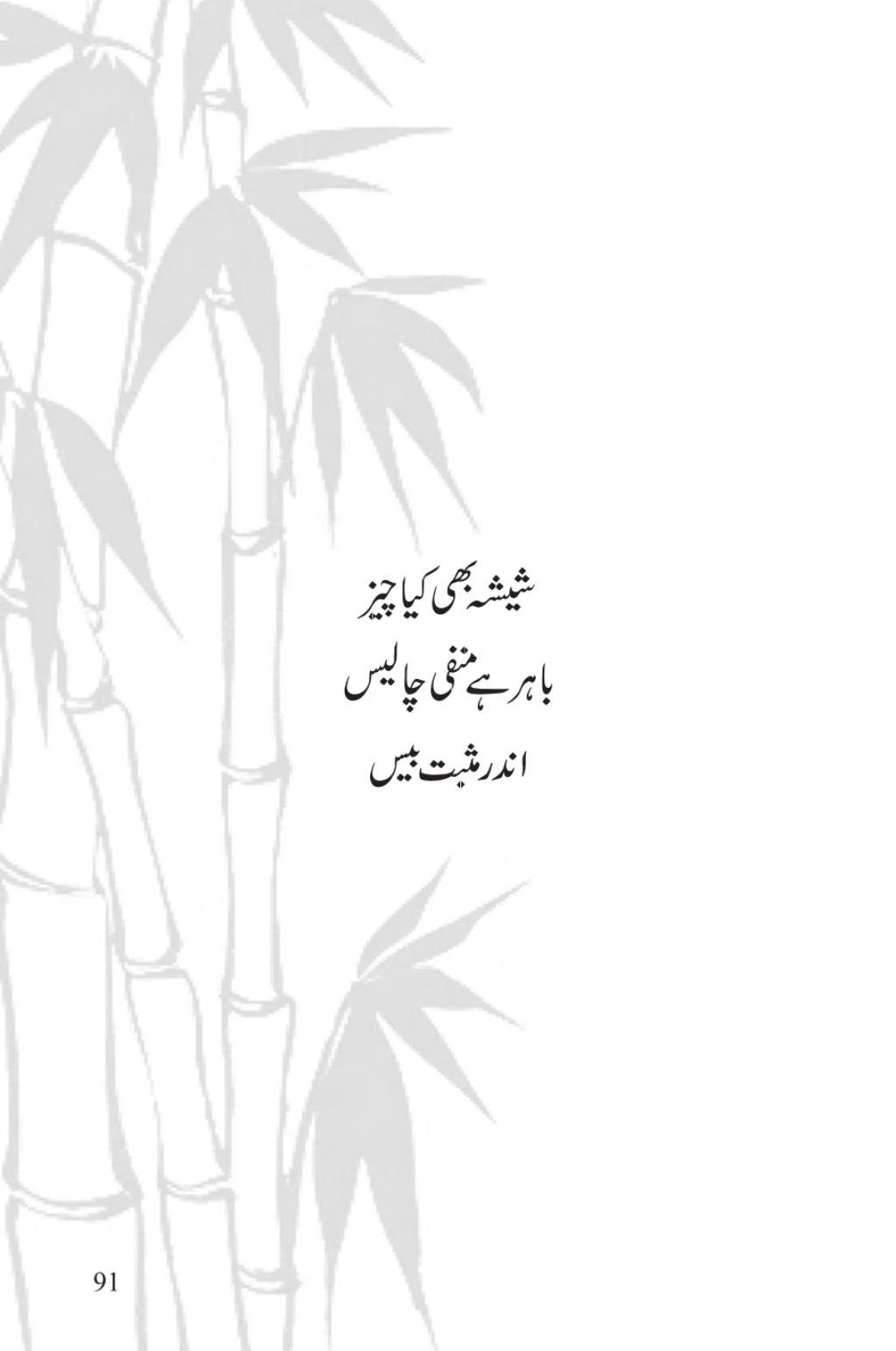
ہوائی جہاز میں
آنکھوں میں سرخی
ابھی ابھی وہ لڑکی
سوتے سے جاگی

کس نے دیکھی ہے
بادل کے اوپر بارش
آستین بھیگی ہے

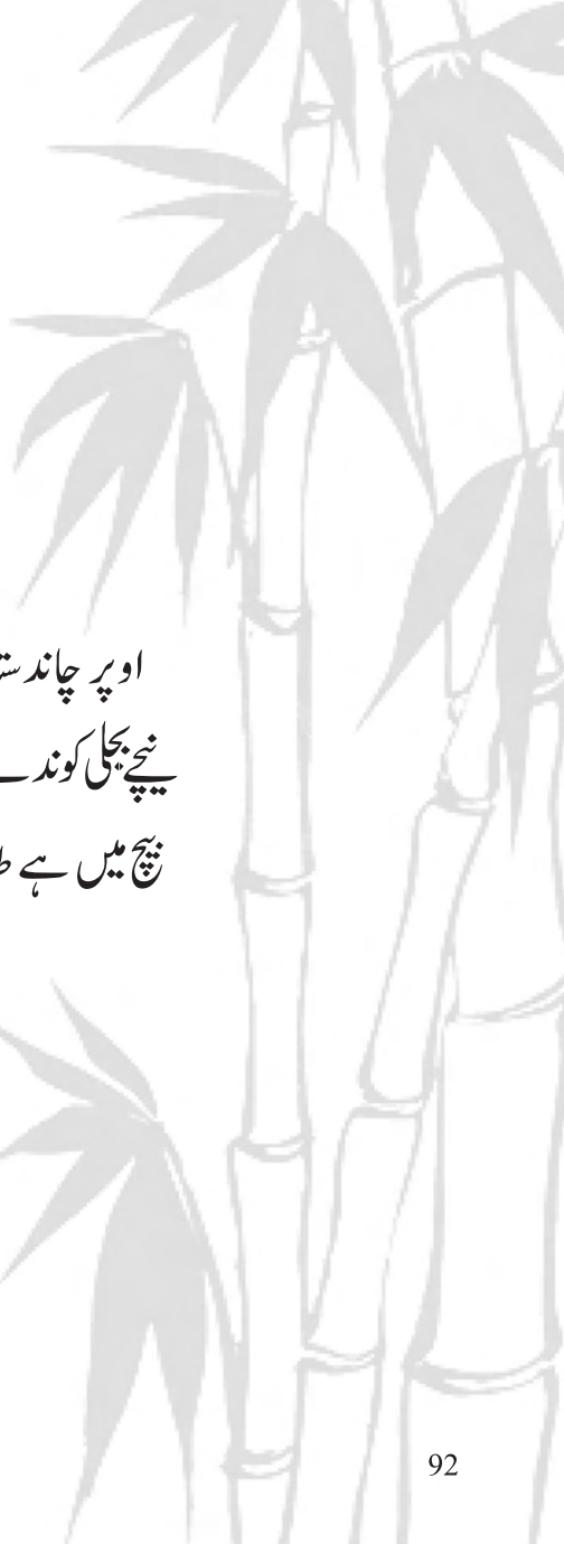
جموجٹ کا پر
بیٹھی ہے پیلے رنگ کی
اک تتلی اس پر



چاندی رنگ پہاڑ
دریا برف کی سل جیسا ہے
بادل روئی کے جھاڑ



شیشہ بھی کیا چیز
باہر ہے منقی چالیس
اندر مثبت بیس



اوپر چاند ستارا
نیچے بھلی کوندے ہے
نیچے میں ہے طیارہ

سرکاری اجلاس

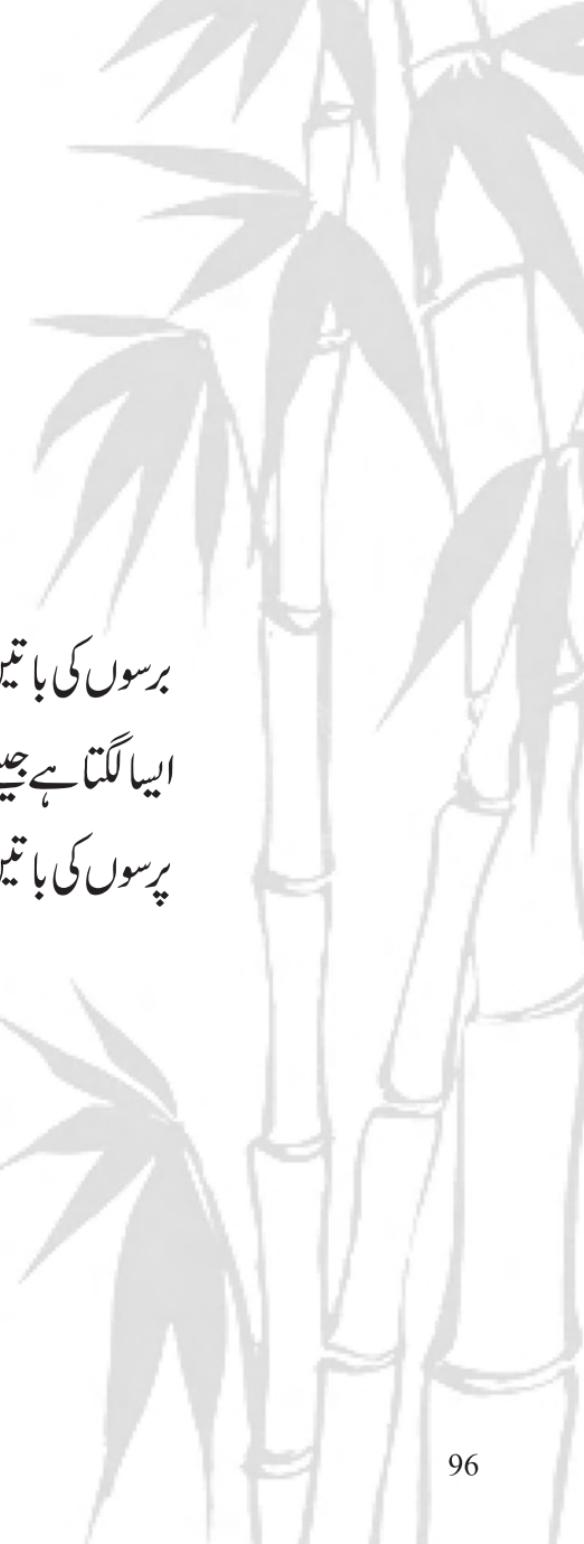
(سوک سینٹر کراچی)

میئنگ ختم ہوئی
ٹلنے ہوئی کوئی بات
ہوئی آدھی رات

پتے ملتے ہیں
گملوں میں کروٹن کے جھاڑ
پکھے چلتے ہیں

بھائی صاحب

چاہت کے انبار
باتوں کے تانے بنے
میر سے کھالے ہار



برسون کی باتیں
ایسا لگتا ہے جیسے
پرسون کی باتیں

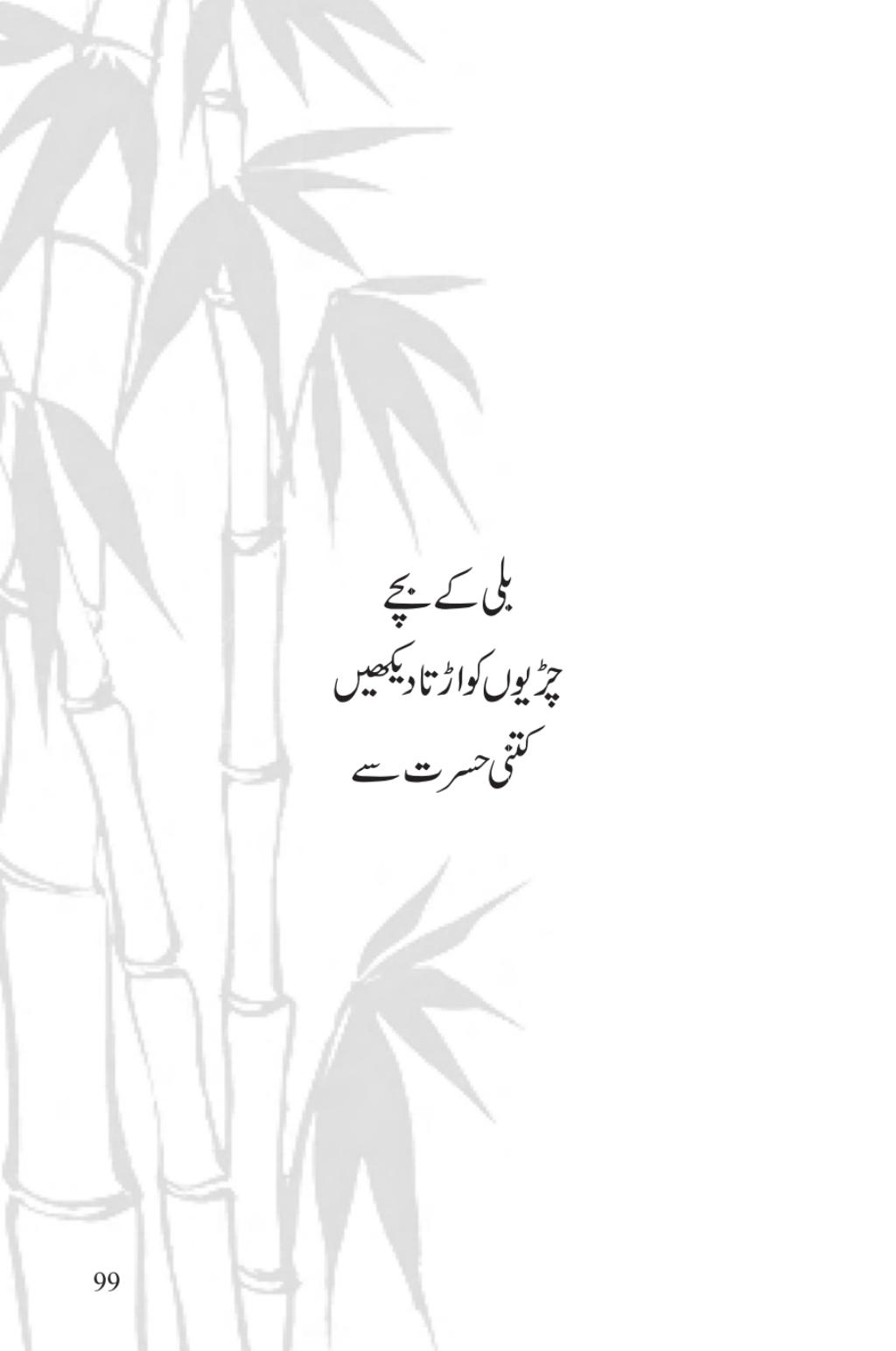
آنکھوں سے نیچے
چمکے چمکے اُترے تھے
آنسو کے قطرے

پرندے

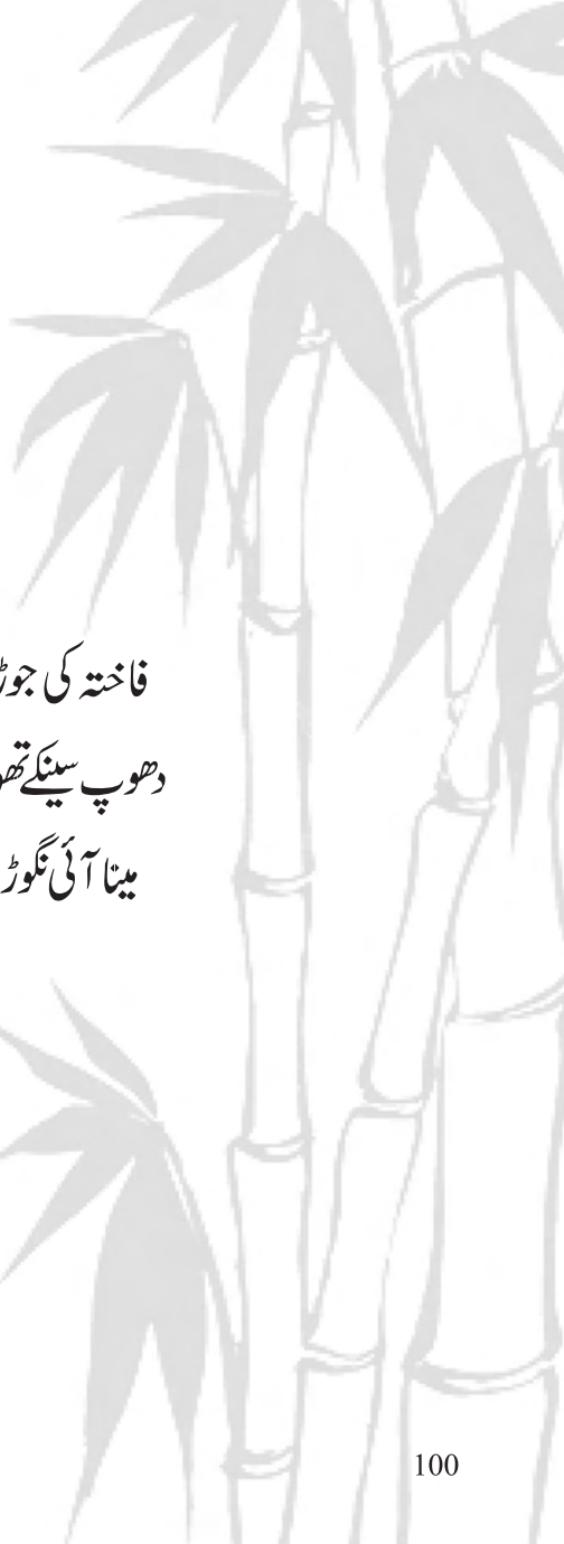
بلگنے، جھیل، پھوار

نرم چھاؤں ہوا کم کم

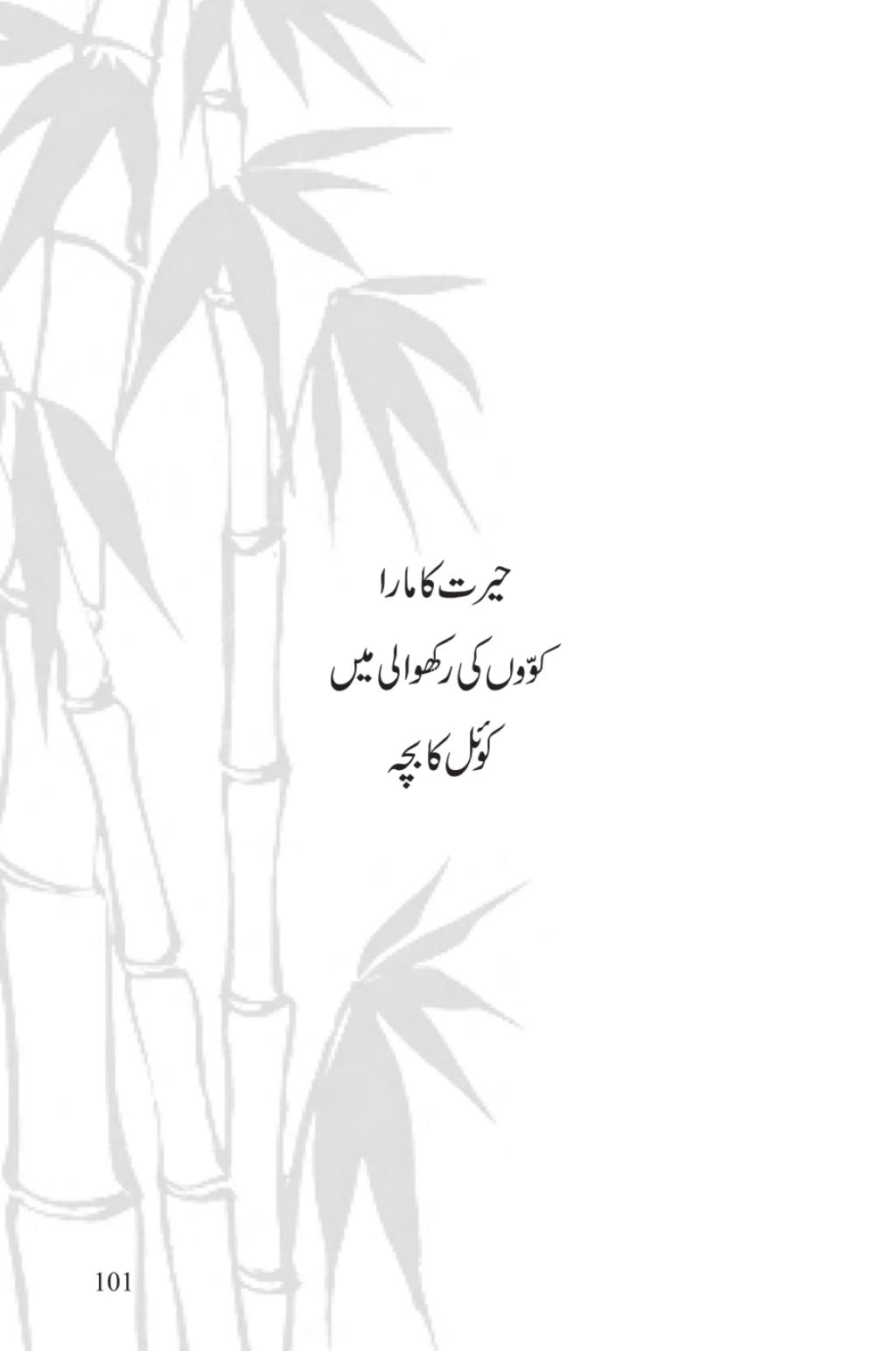
باغ میں شور ہزار



بلی کے پچ
چڑیوں کو اڑتا دیکھیں
کتنی حسرت سے



فاختہ کی جوڑی
دھوپ سینکے تھوڑی
بیتا آئی نگوڑی



جہرت کاما را
کوئوں کی رکھوا لی میں
کوئل کا بچ

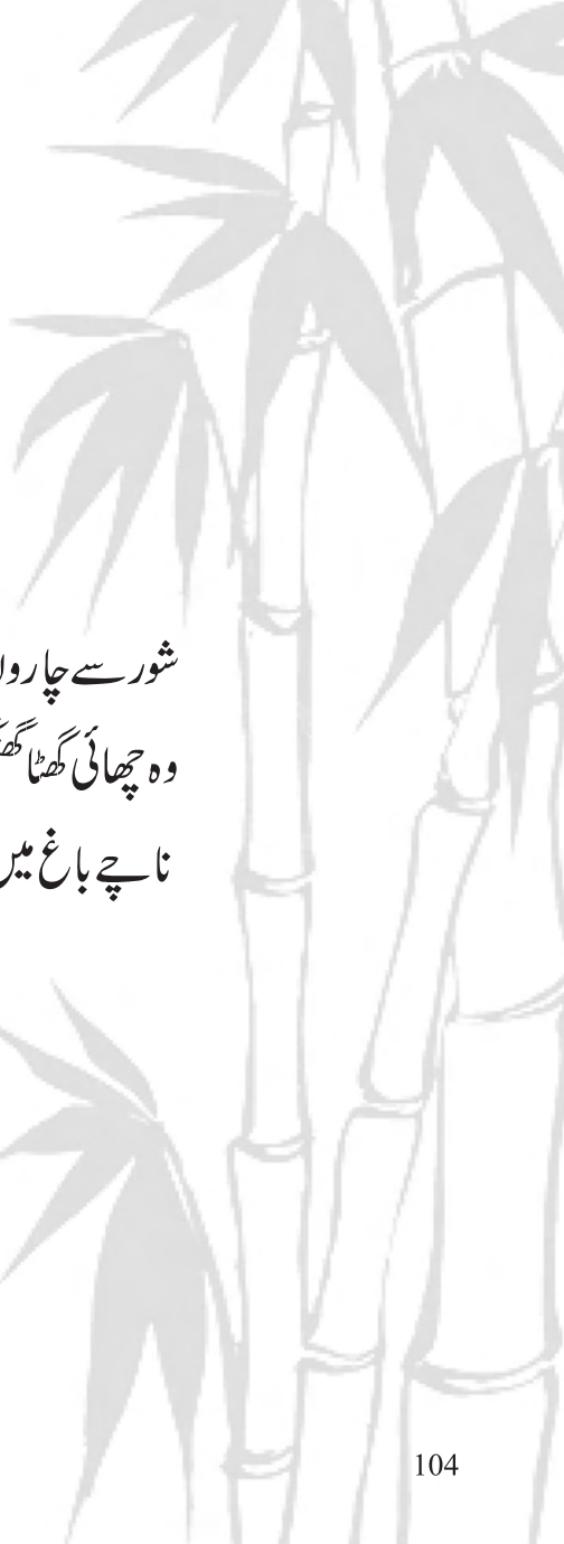
بہار (گل بینی)

آئی باد بہاری

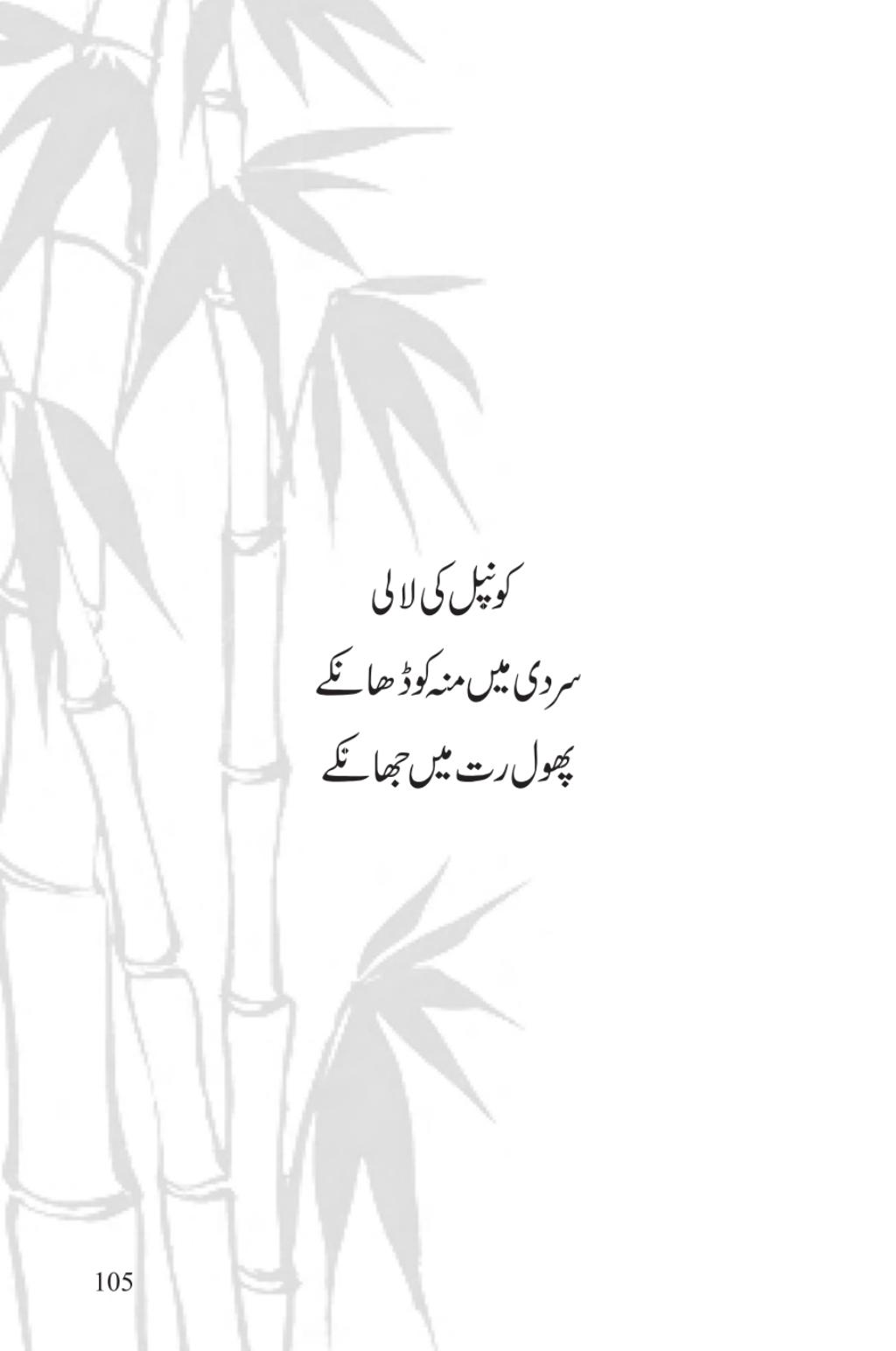
فرش بچھے پھریا رملے

چیری میخواری

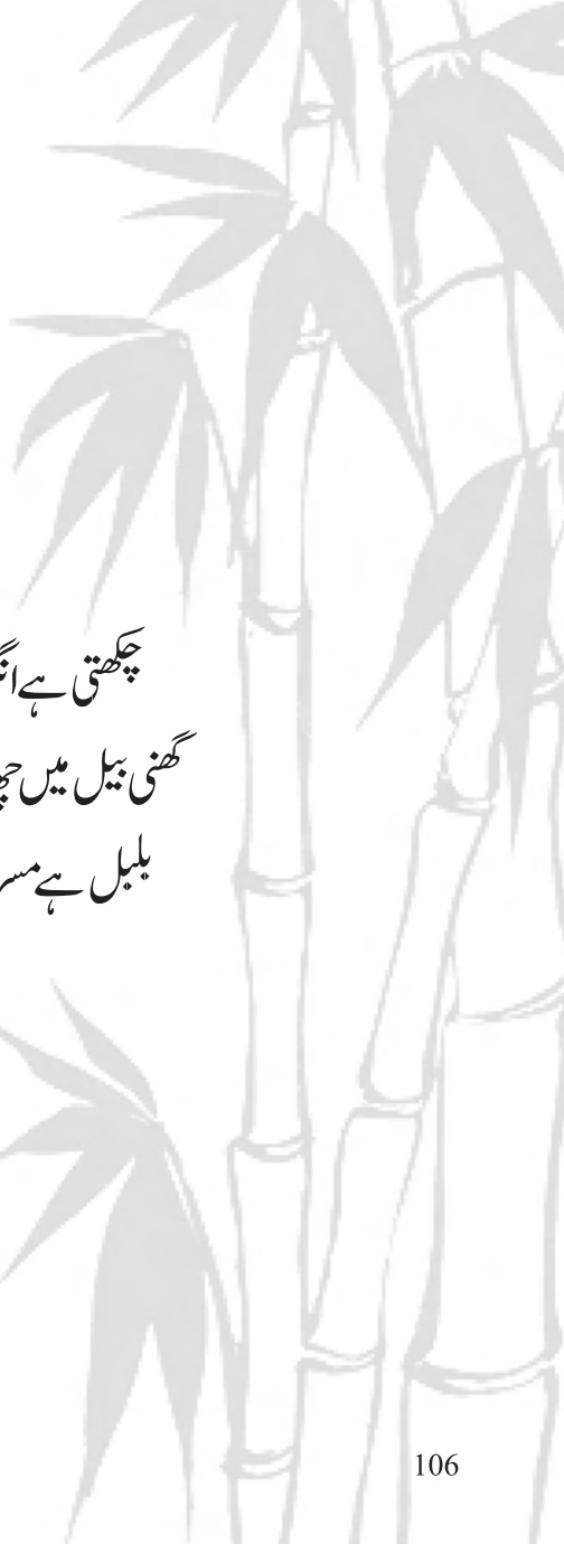
مے سے دھلا ہے
گل بینی کی محفل میں
چیری کا ہر پھول



شور سے چاروں اور
وہ چھائی گھٹا گھنگھور
ناپے باغ میں مور

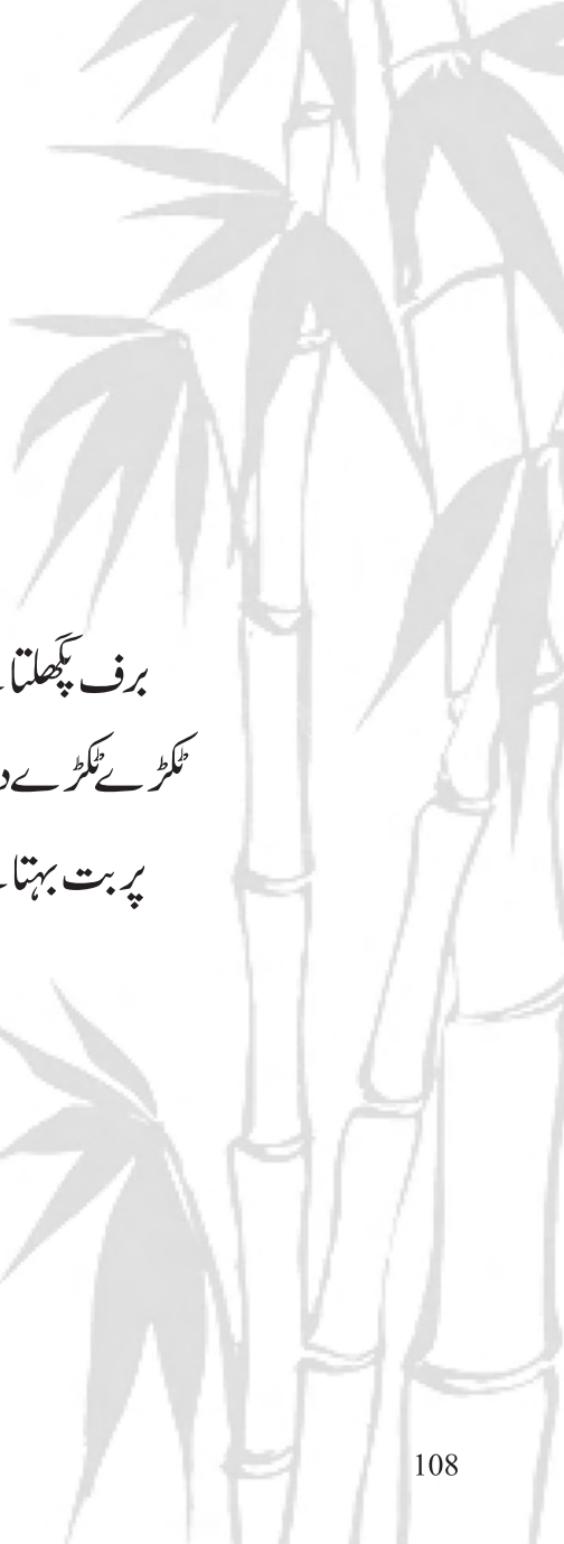


کونپل کی لالی
سردی میں منہ کو ڈھانکے
پھول رت میں جھاتکے



چکھتی ہے انگور
گھنی بیل میں چھپ کر
پلبل ہے مسرور

موسم ہے بہار
گھر میں کچھ اسباب نہیں
پھر بھی دل سرشار



برف پکھلتا ہے
ٹکڑے ٹکڑے دریا میں
پربت بہتا ہے

چیری پھول کھلے
گل بینی کے دن آئے
باغ میں فرش بچھے

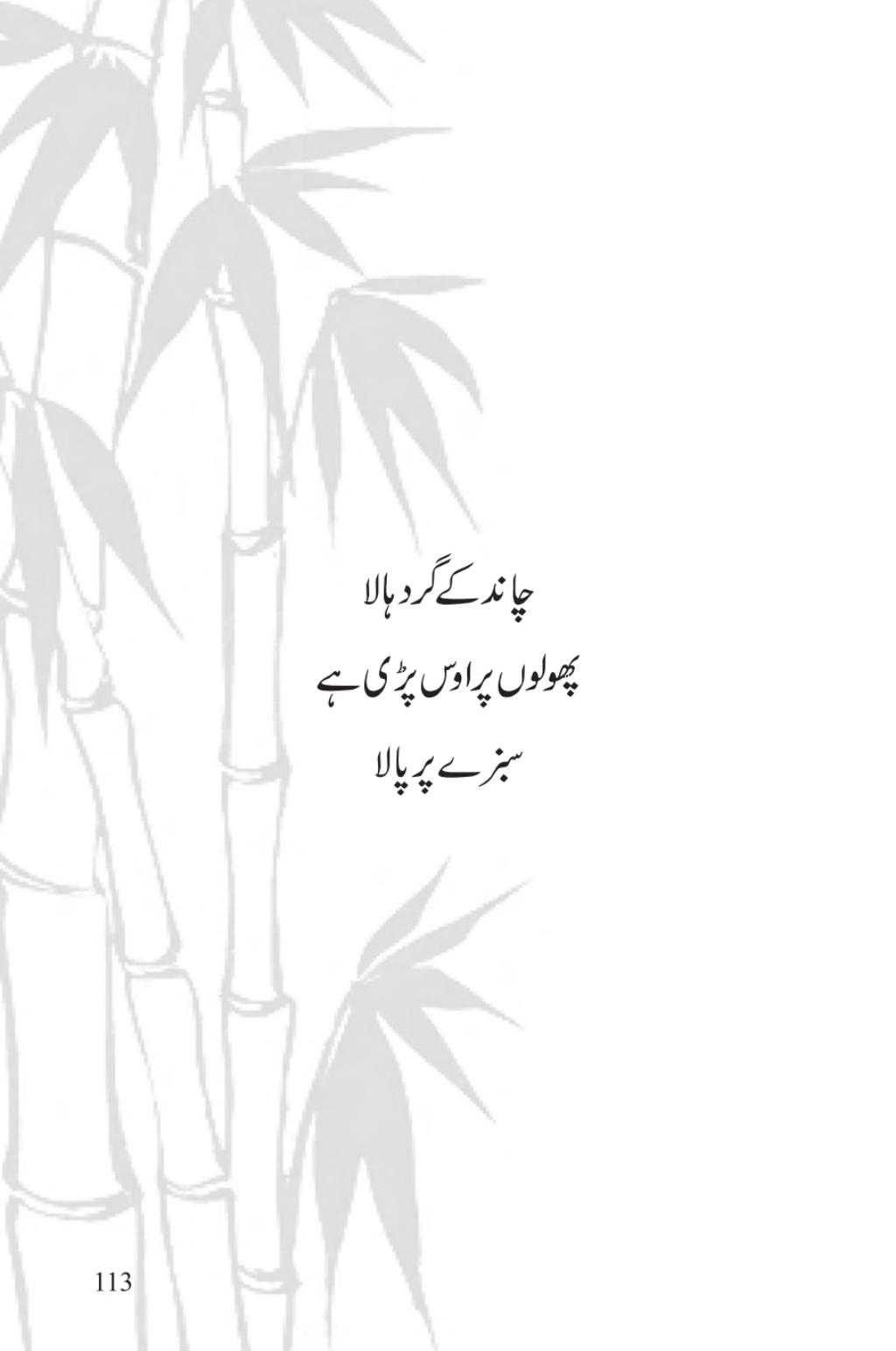
جاڑا
کو یو کب کا ختم
برف کی قلمیں پیڑوں پر
تہائی اور ہم

جاڑے کا موسم
لہی راتیں وقت ہے کم
رسنہ بے ہدم

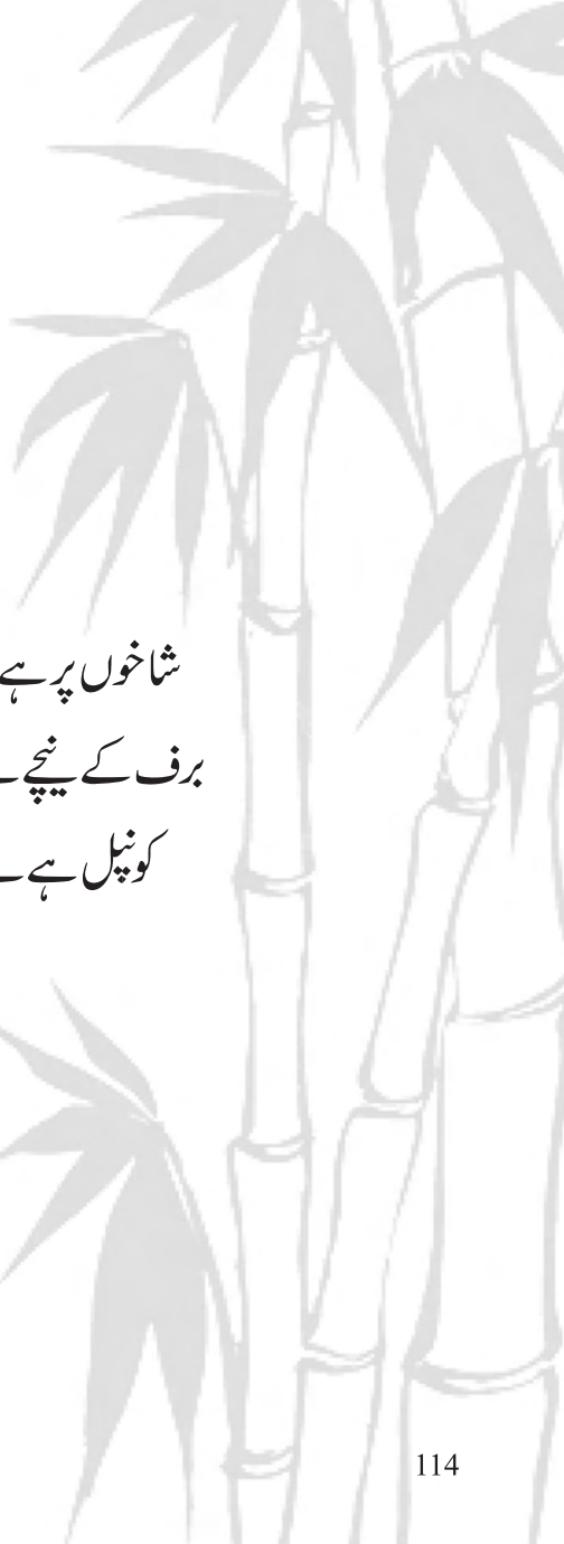
جاڑے کارنگ روپ

سورج عبید کا چاند ہوا

میلی میلی دھوپ

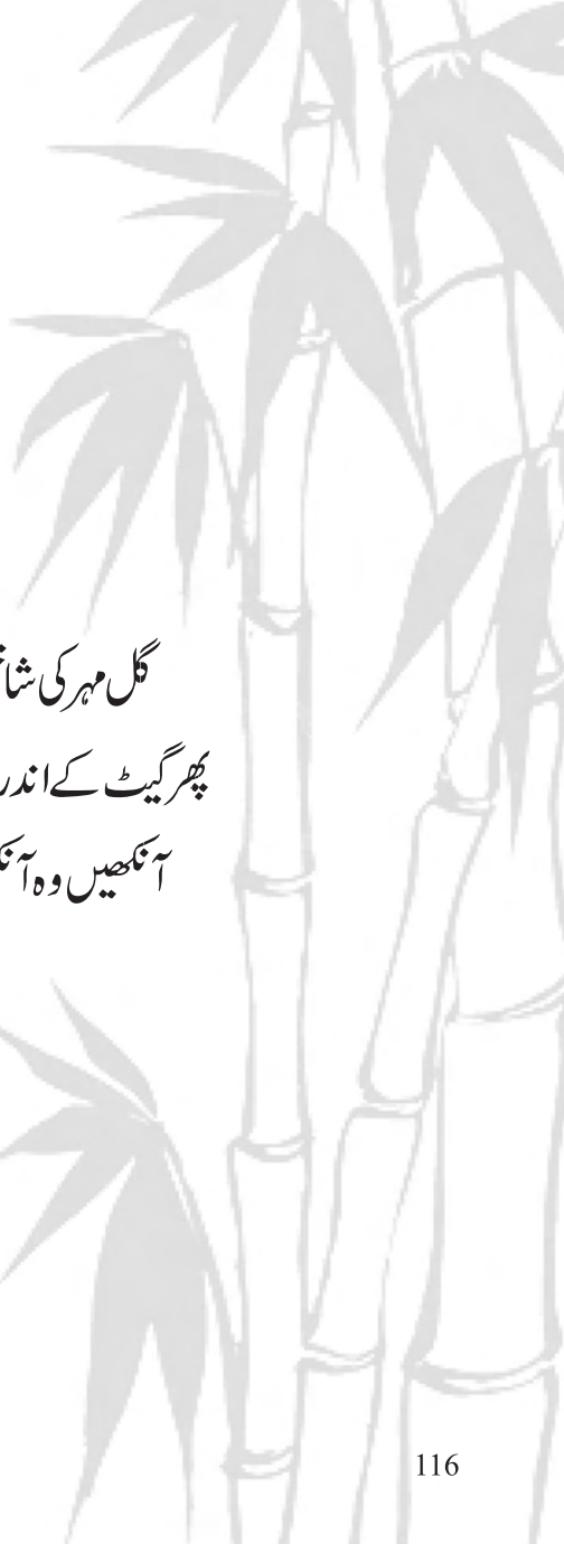


چاند کے گردہala
پھولوں پر اوس پڑی ہے
سنبزے پر پالا



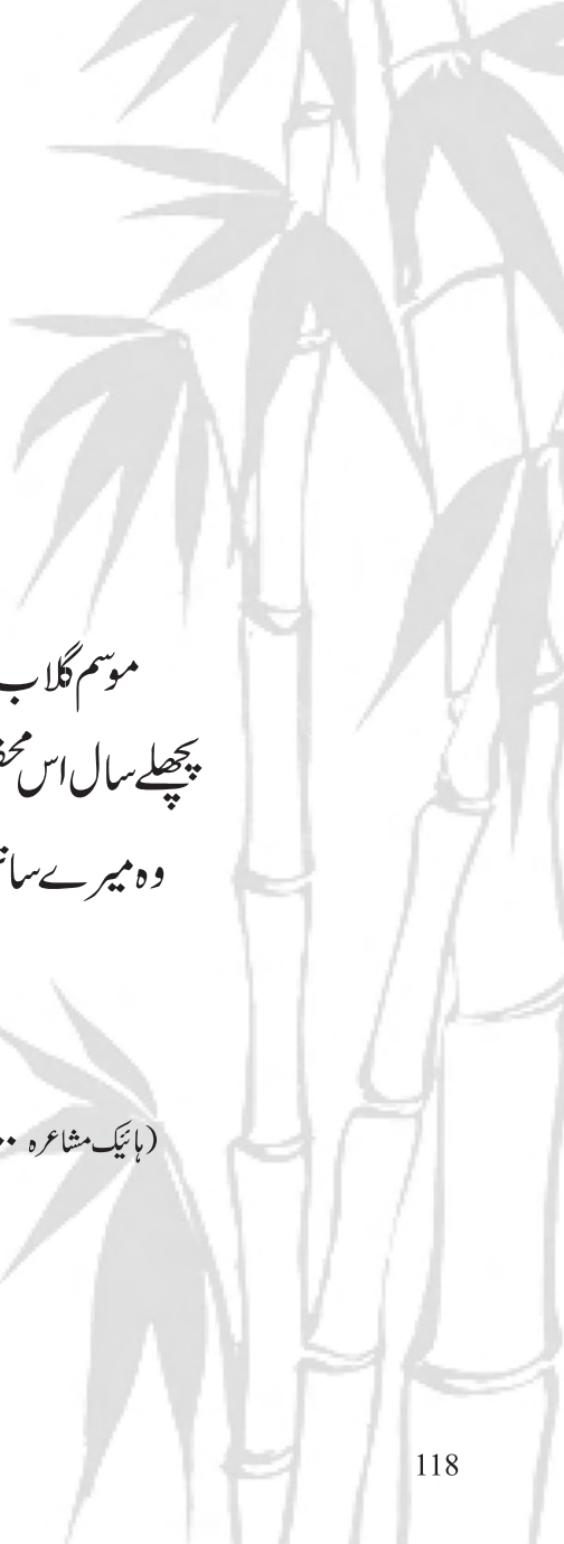
شاخوں پر ہے برف
برف کے نیچے ہے کونپل
کونپل ہے بے کل

یادیں
گل مہر کی ڈالی
پھولوں سے بھر جاتی ہے
یادوں کی تھاں



گل مہر کی شاخیں
پھر گیٹ کے اندر جھانکیں
آنکھیں وہ آنکھیں

یاس کی ایک نگاہ
دیکھا، عمر تمام ہوئی
صحح کوشام ہوئی



موسم گلاب تھا
پچھے سال اس محفل میں
وہ میرے ساتھ تھا

(ہائیک مشاعرہ ۲۰۰۰ء)

رسنہ بے سایا
دور ہے پیڑوں کا اک جھنڈ
چپن یاد آیا

سال ایک نو آٹھ تین (1983)

ہائیکوم شاعرہ
کشفی اتنا کا

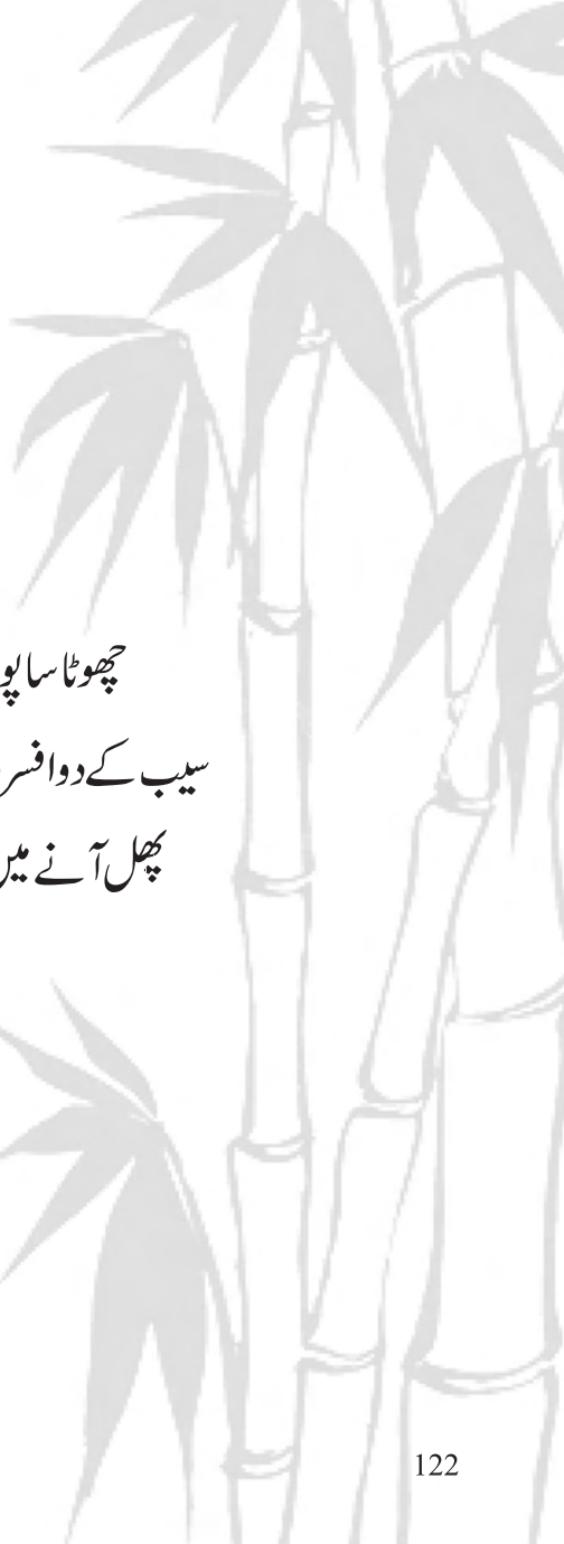
بہار

امرود کی کونپل

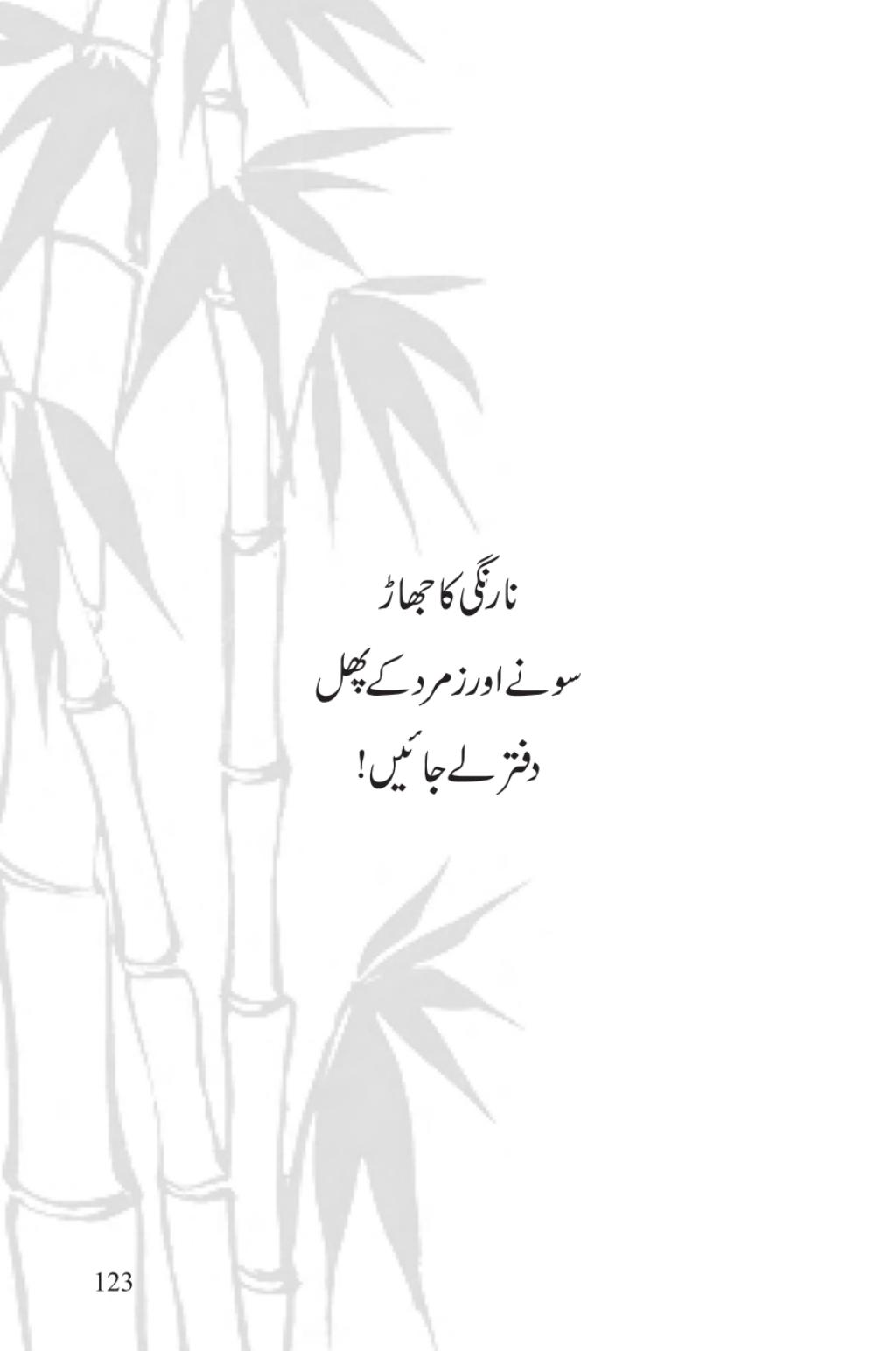
پچ کھائیں پان

شارخ بنی دکان

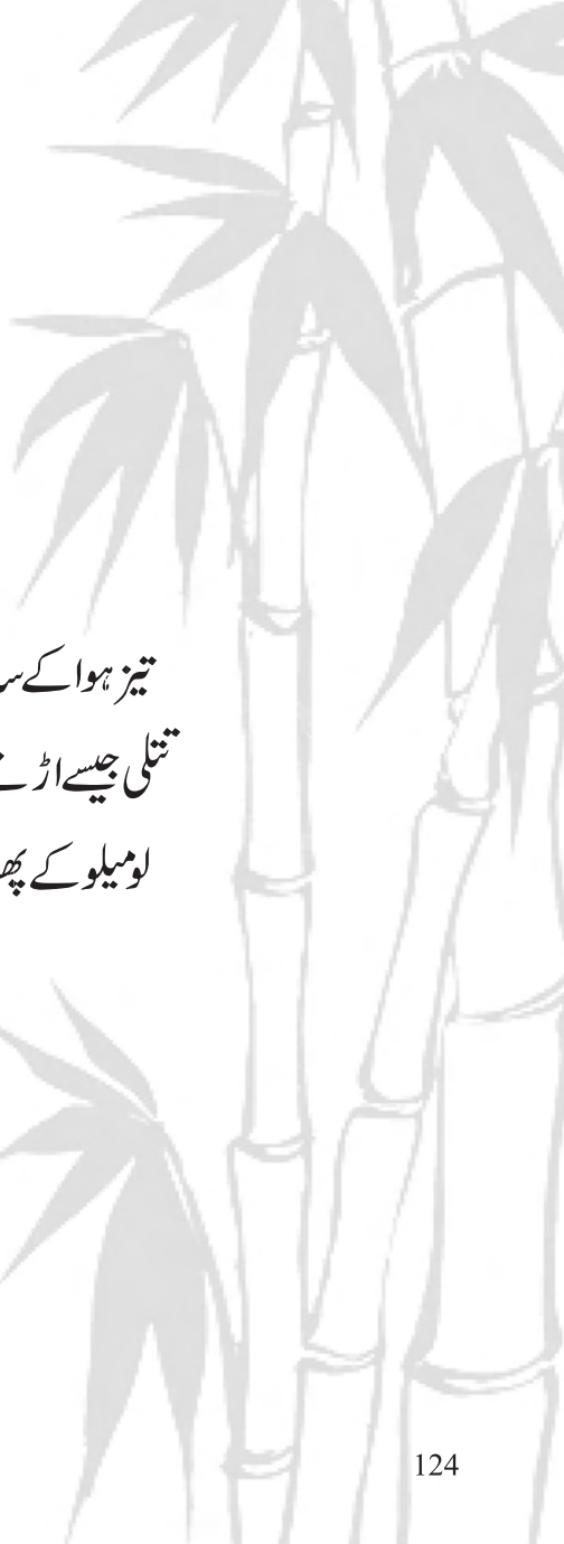
ماہ ستمبر کا
مینڈرین کے پھول کھلے ہیں
آکلینڈ کی بہار



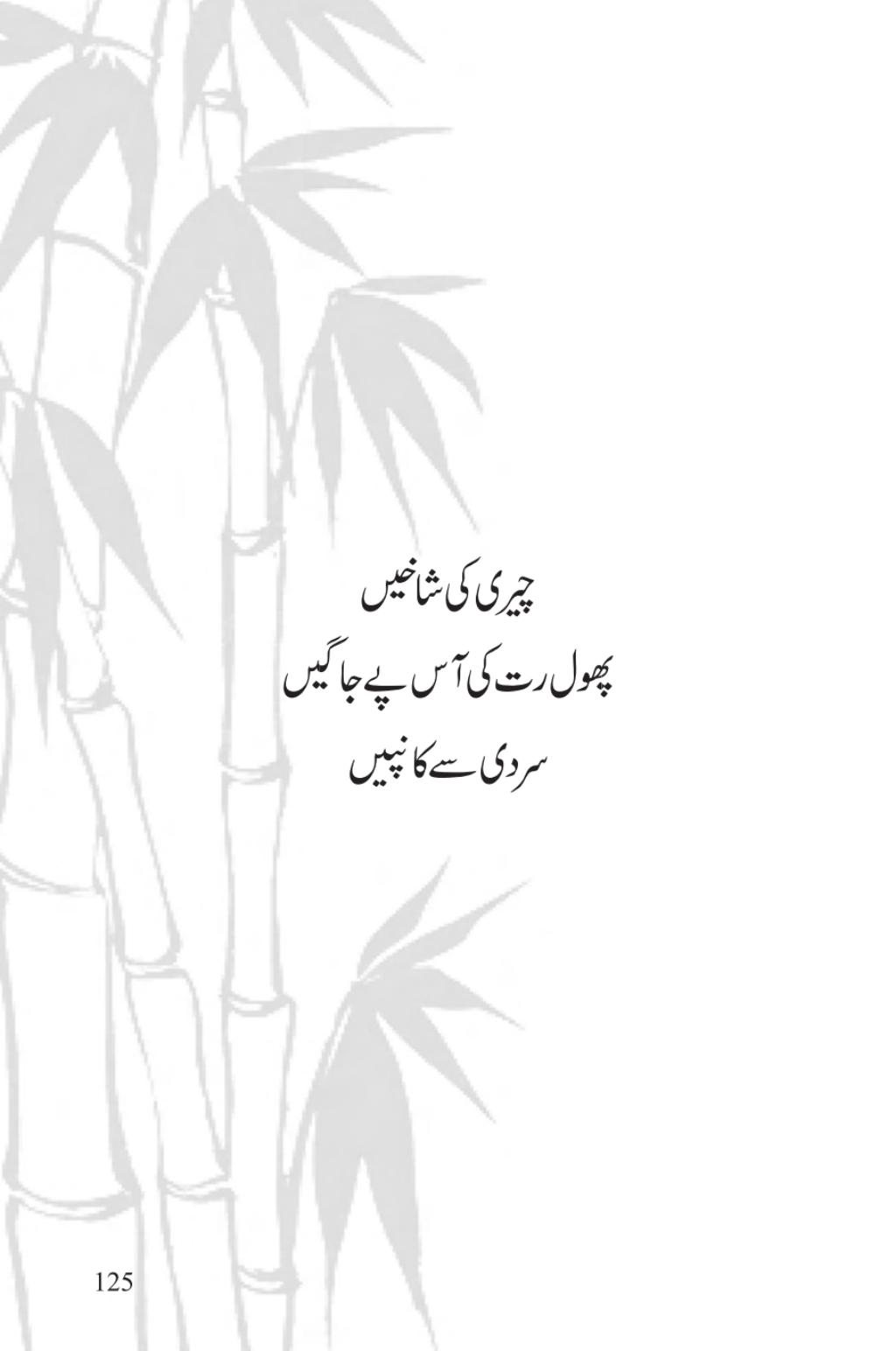
چھوٹا سا پودا
سیب کے دو افسر دہ پھول
پھل آنے میں دیر



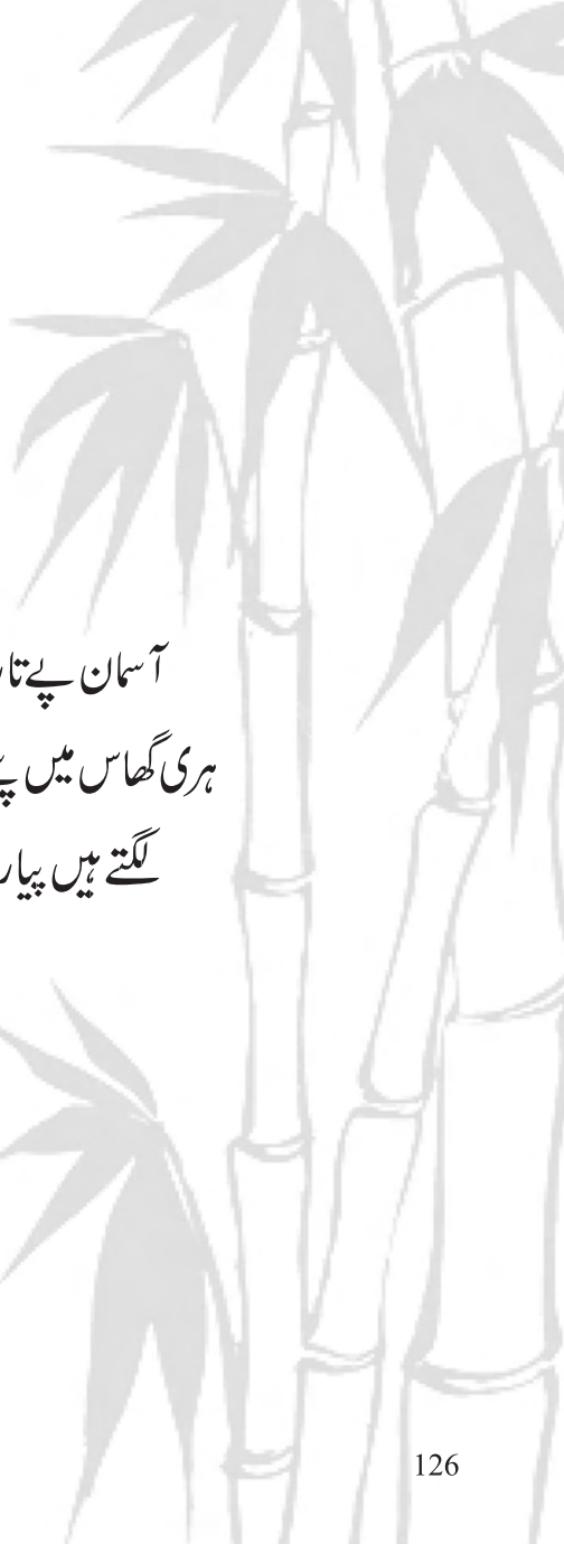
نارگی کا جھاڑ
سو نے اور زمرد کے پھل
دفتر لے جائیں!



تیز ہوا کے ساتھ
تلی جیسے اڑتے ہیں
لومیلو کے پھول



چیری کی شاخیں
پھول رت کی آس پے جا گیں
سردی سے کانپیں



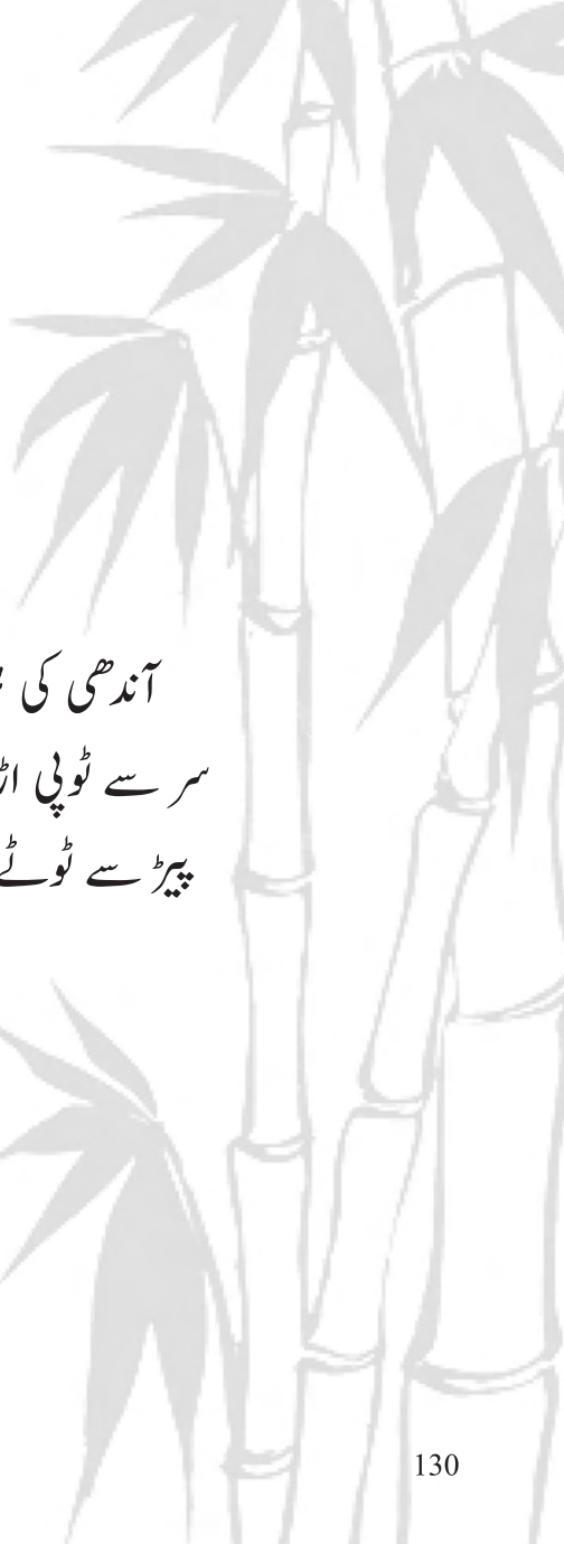
آسمان پے تارے
ہری گھاس میں پیلے بھول
لگتے ہیں پیارے

پنجروں میں پنجبر
پیڑوں پر کوئوں کاراج
چڑیا گھر تاراج

گرمی

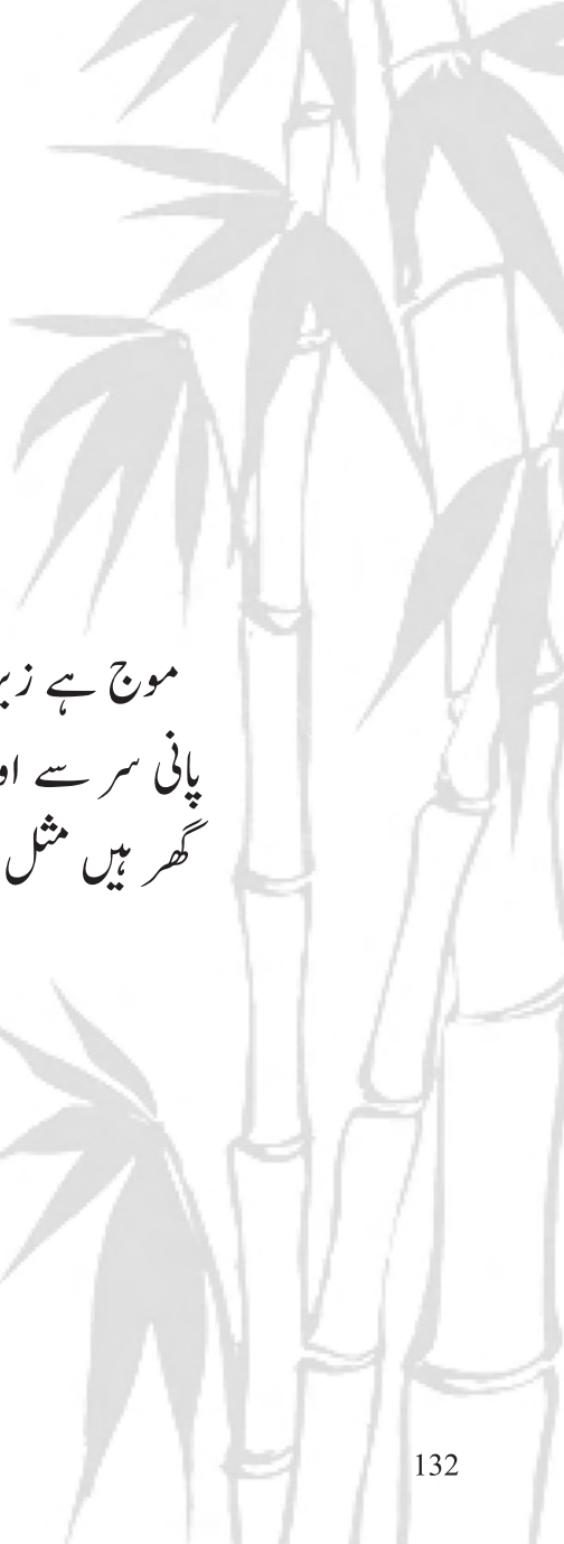
چاند کو کیا خبر
صح رخسار تھے گل کے تر
رات کا نٹوں پے سر

لال آندھی آئی
کچی ابیا گرتی ہیں
پیرڈوں کی تہائی

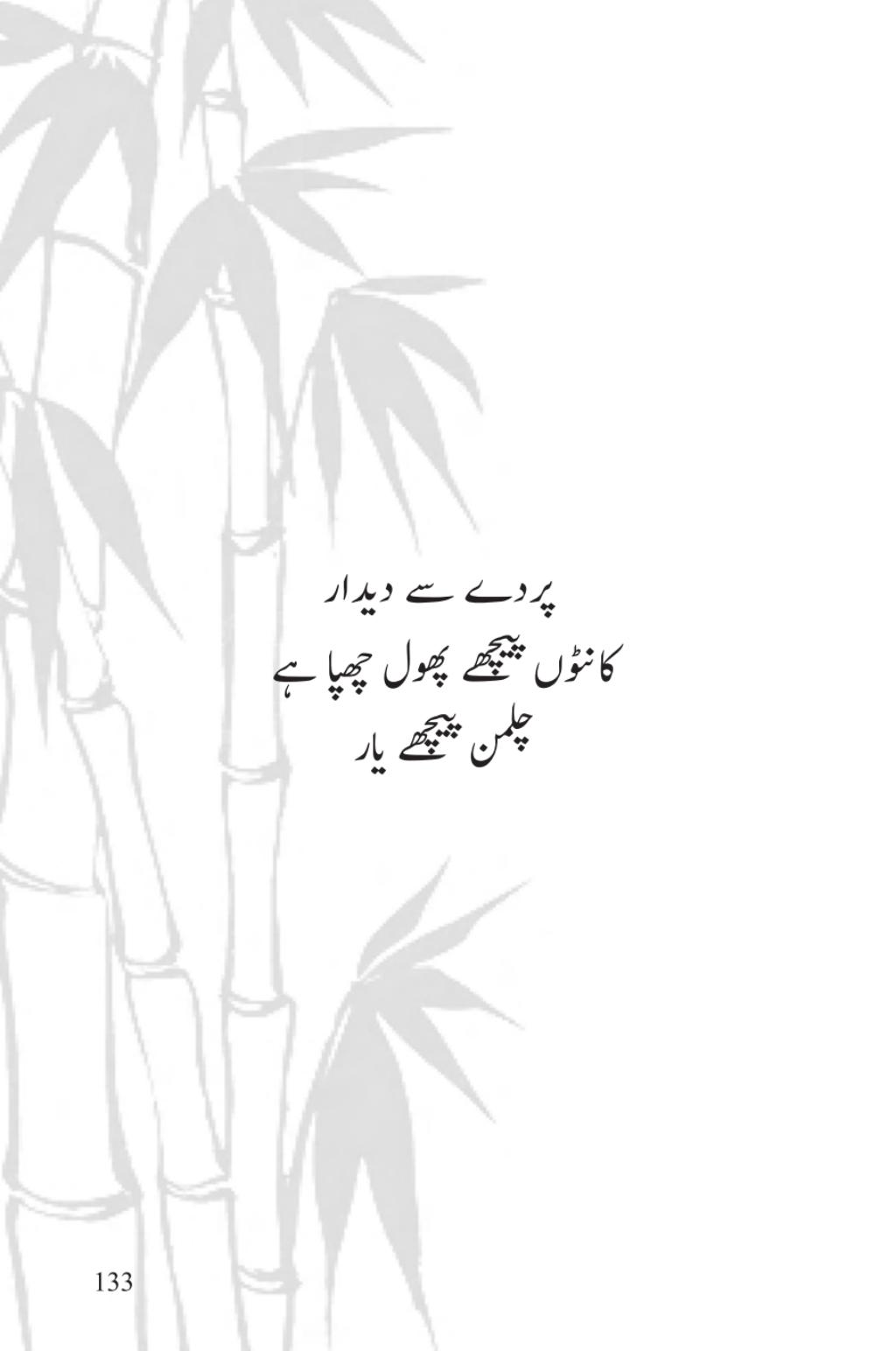


آندھی کی ہچل
سر سے ٹوپی اڑتی ہے
پیر سے ٹوٹے پھل

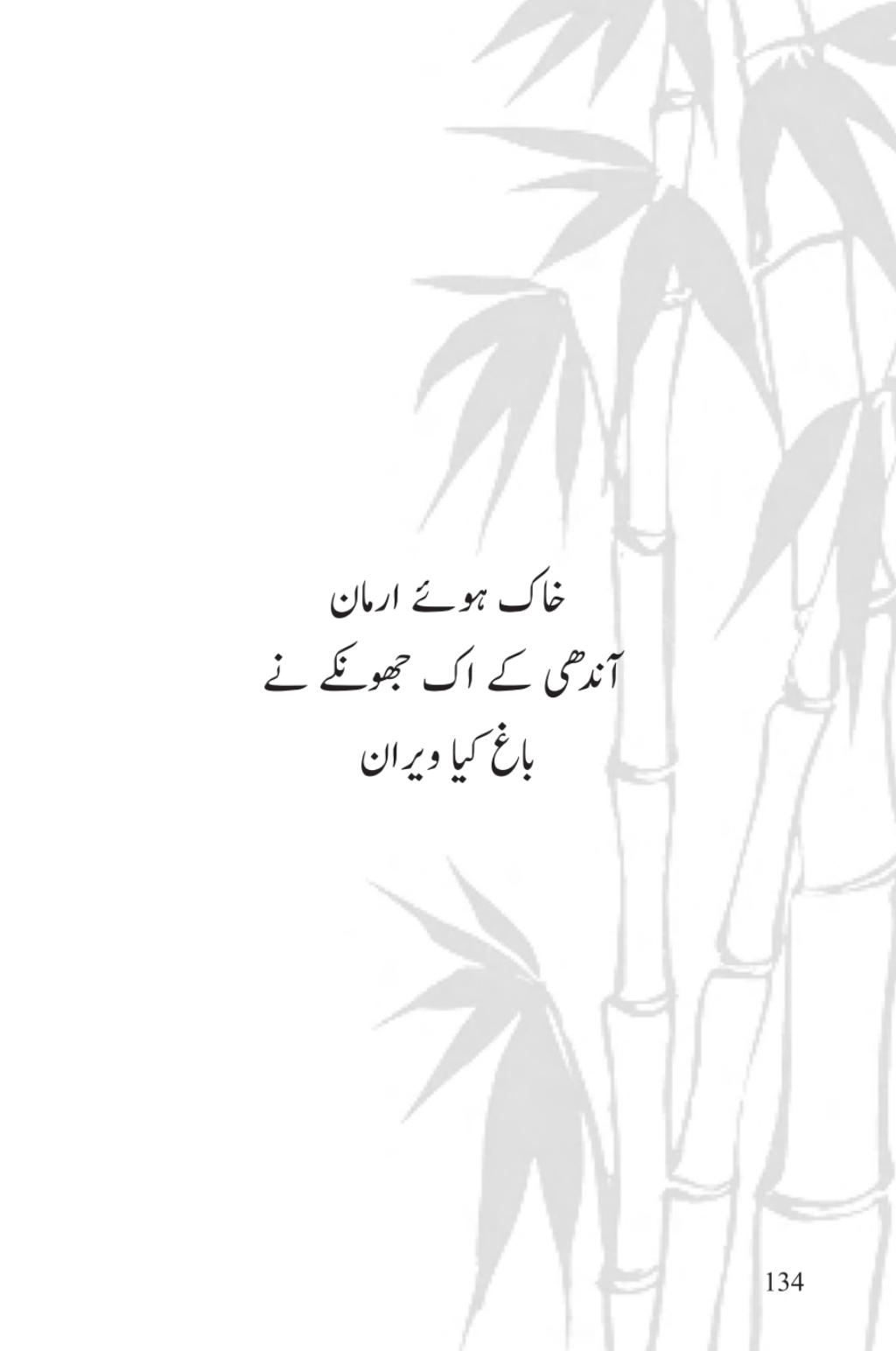
پینے کا پانی
بوتل میں بھر کر لائے
دریا شور مچائے



موج ہے زیر آب
پانی سر سے او نچا ہے
گھر ہیں مثل حباب

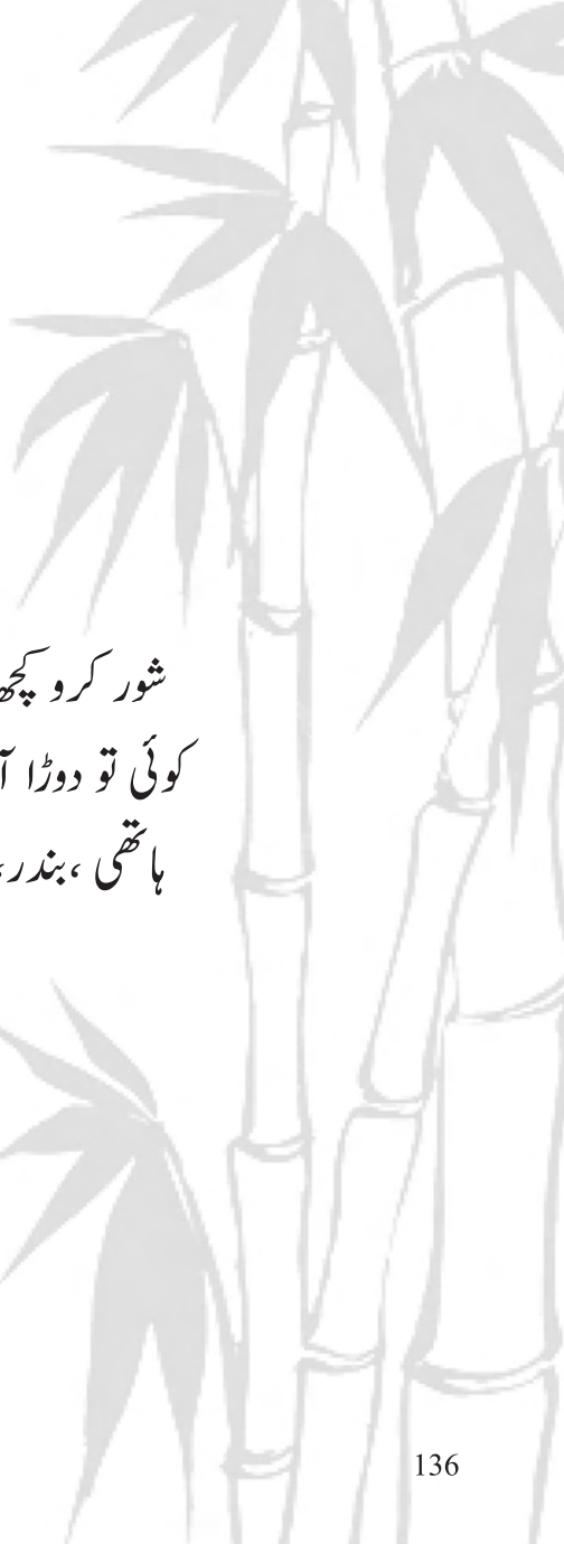


پر دے سے دیدار
کا نٹوں پیچھے پھول چھپا ہے
چلمن پیچھے یار



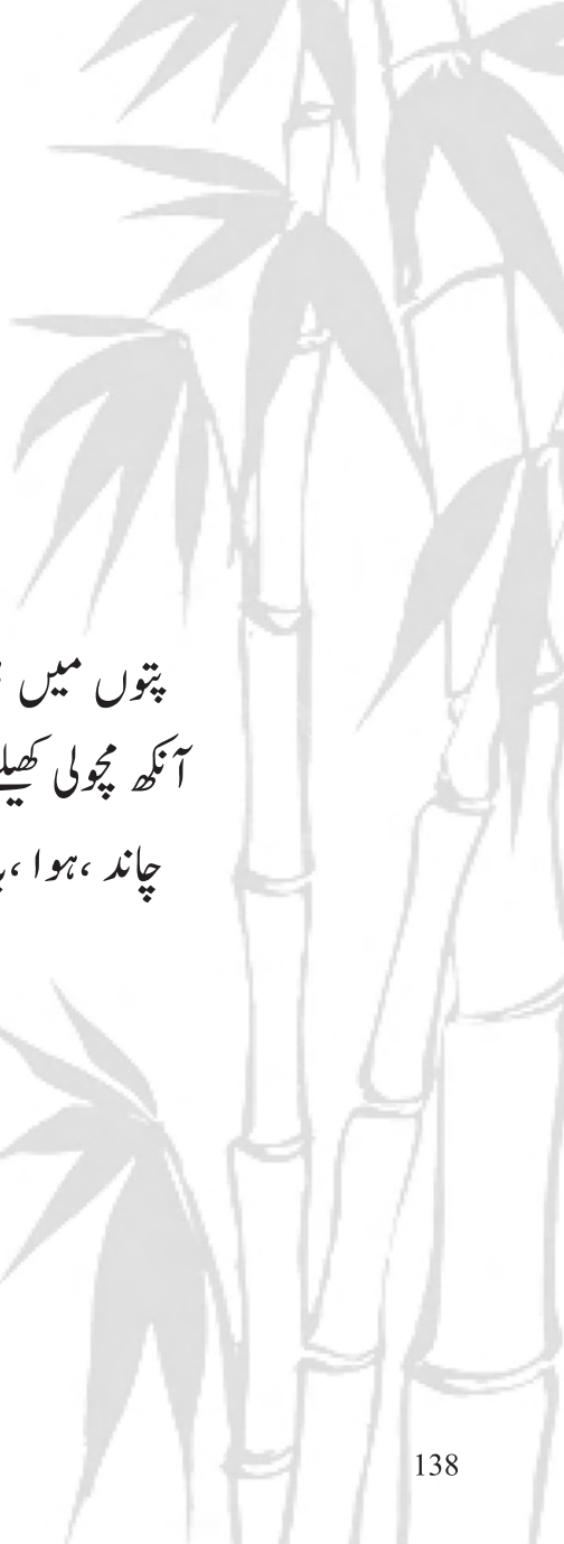
خاک ہوئے ارمان
آندھی کے اک جھونکے نے
باغ کیا ویران

بادل کے ٹکڑے
سب الگ الگ برسے
حاکم کے گھر پ

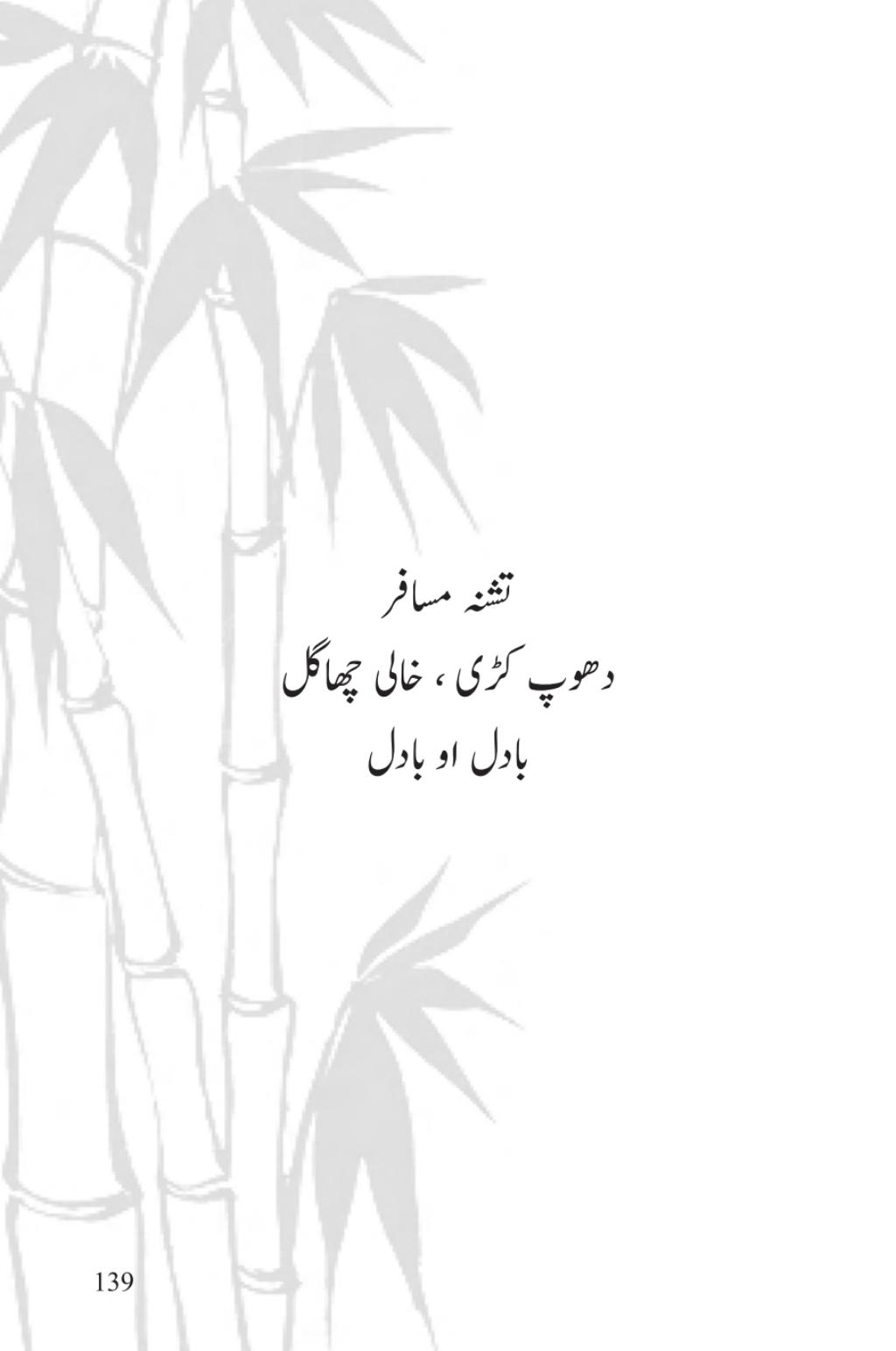


شور کرو پچھے شور
کوئی تو دوڑا آئے گا
ہاتھی، بندر، مور

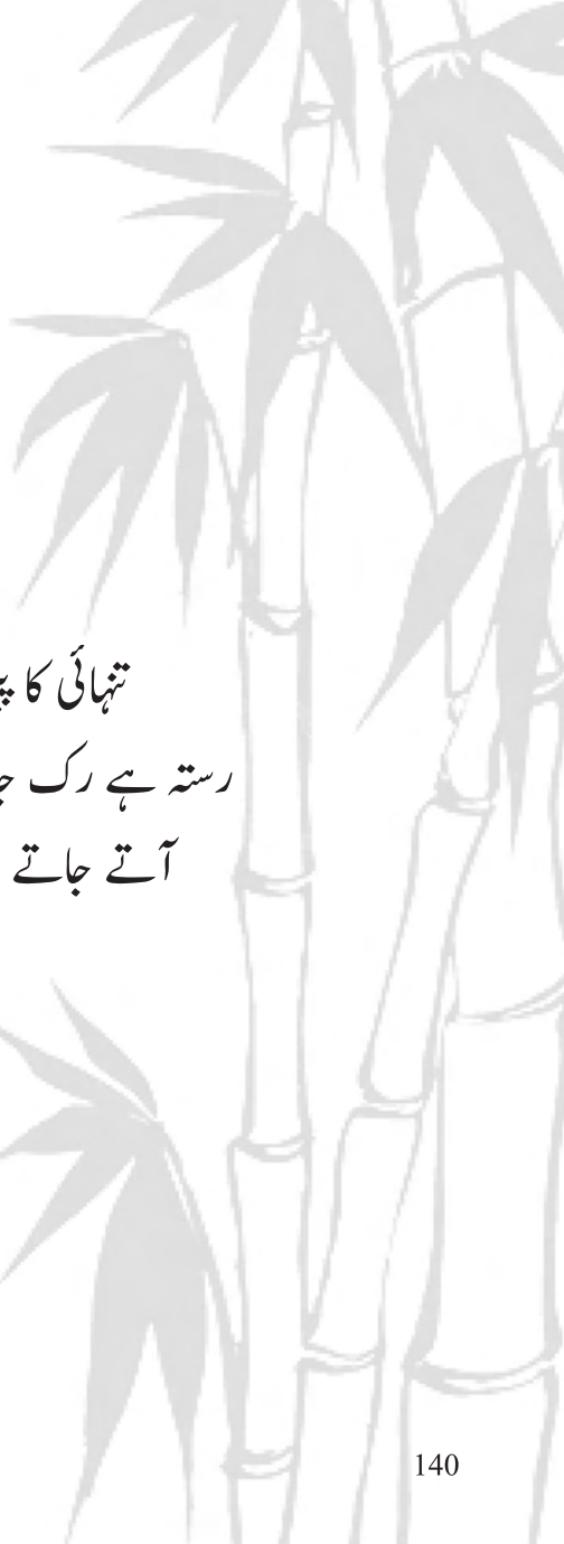
شا خیں اس کی شان
گل دستے میں انجانے
خار بھی تھے مهمان



پتوں میں ہچل
آنکھ پھولی کھلتے ہیں
چاند، ہوا، بادل



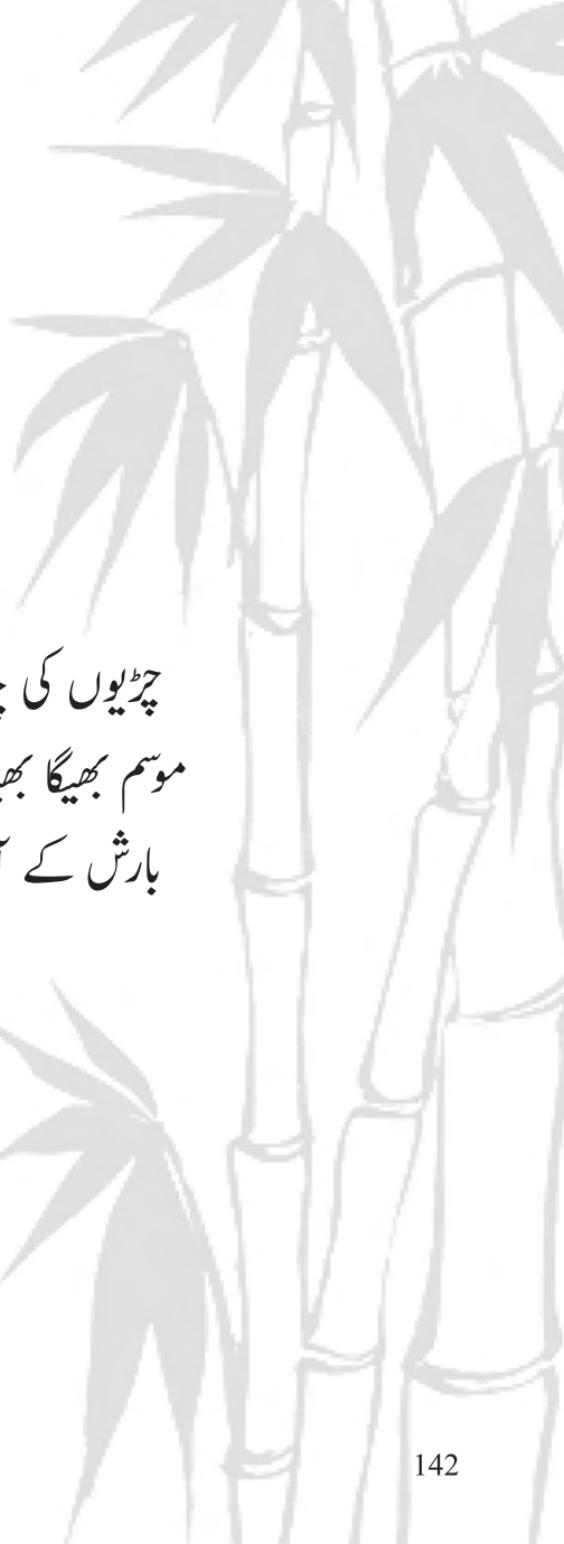
تشنه مسافر
دھوپ کڑی، خالی چھاگل
بادل او بادل



تہائی کا پیڑ

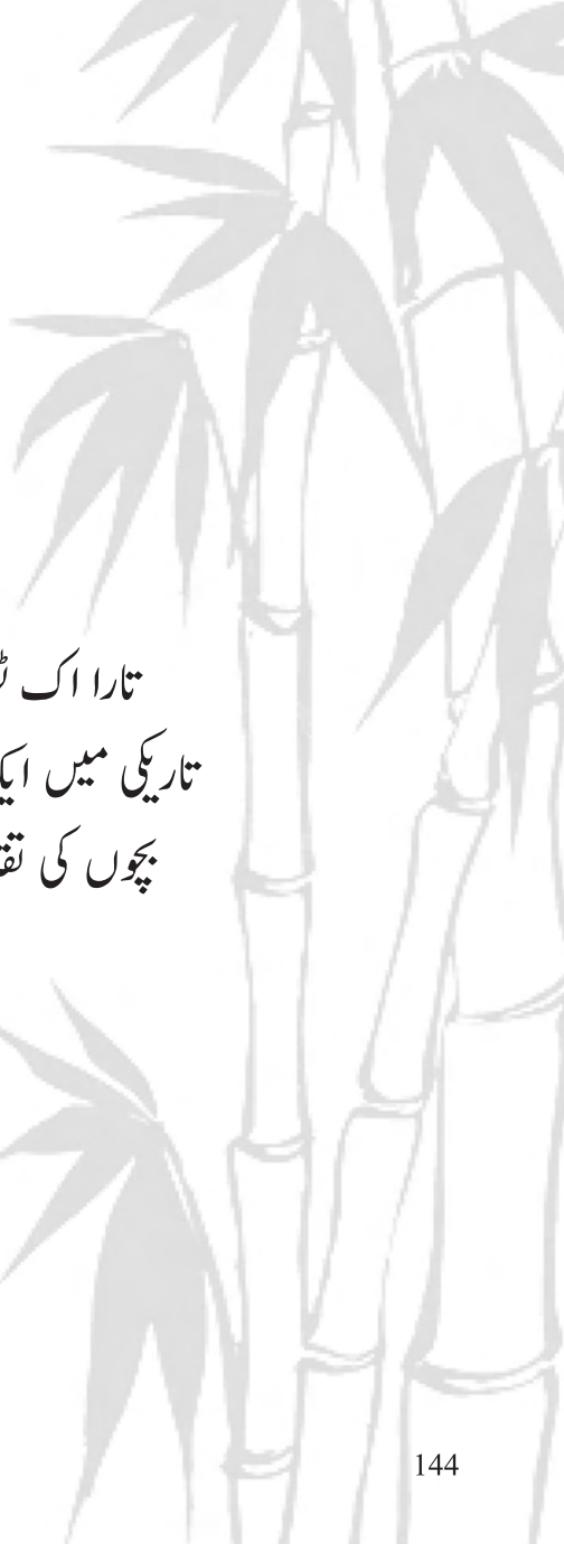
رستہ ہے رک جاتے ہیں
آتے جاتے لوگ

پیپل کے پتے
شاخوں پر کیا رنگ
دنیا دیکھئے دنگ



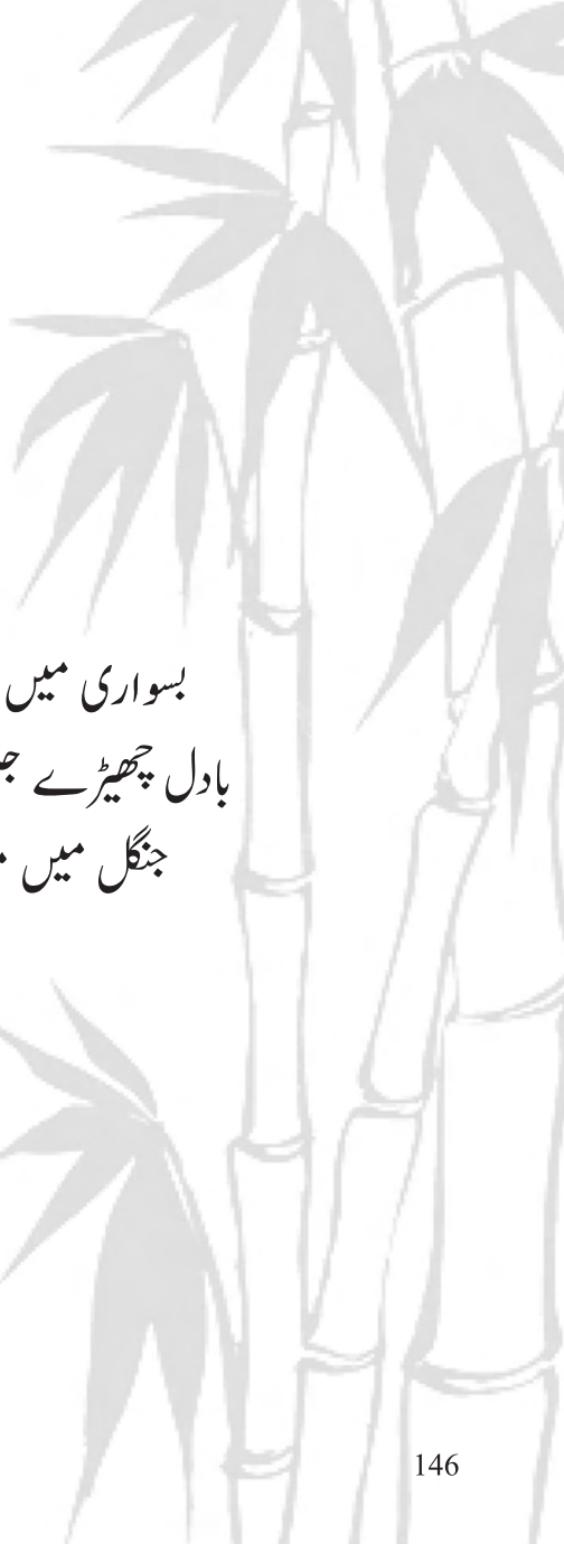
چڑیوں کی چہکار
موسم بھیگا بھیگا ہے
بارش کے آثار

ڈال ڈال پہ طو طے
شور کریں بارش کے بعد
بھیگی، ہنستی شام



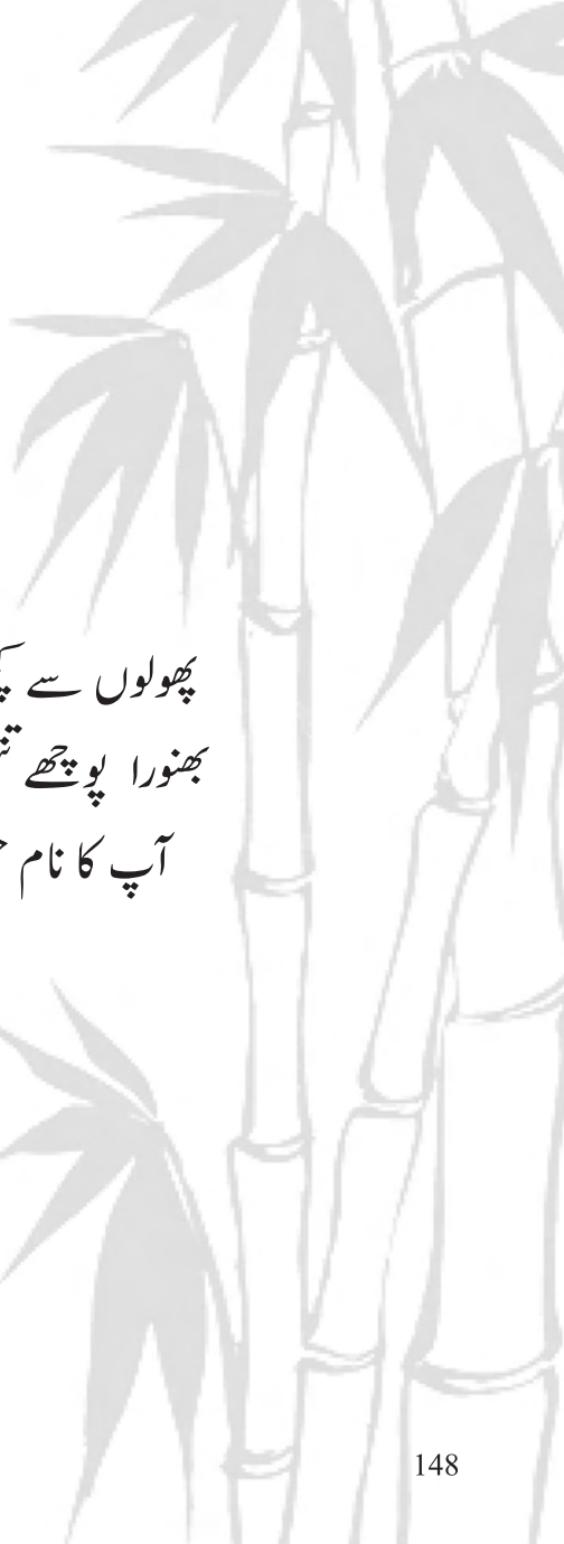
تارا اک ٹوٹا
تاریکی میں ایک لکیر
بچوں کی تقدیر

ساحل، باد، خزار
موجیں کھیلتی رہتی ہیں
ٹوٹی کشتنی سے



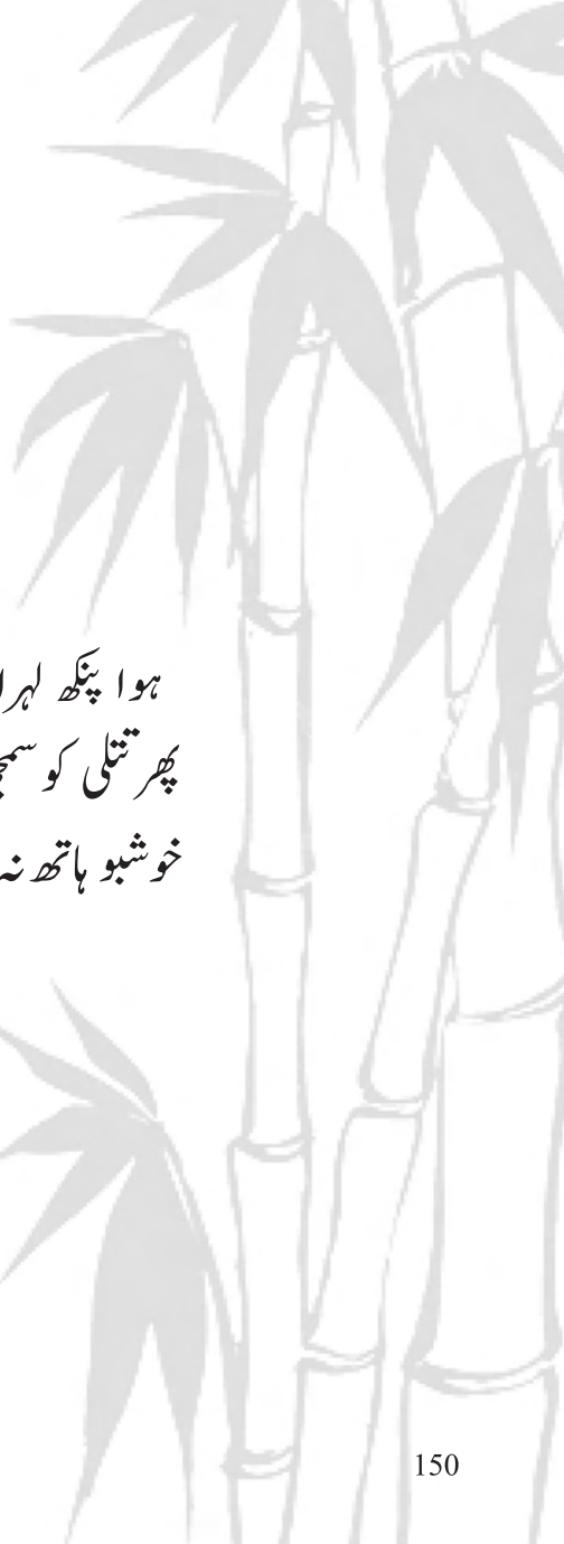
بسواری میں آگ
بادل چھیرے جل ترنگ
جنگل میں منگل

بادل کی خواہش
ڈوبتے سورج نے کر دی
سونے کی بارش



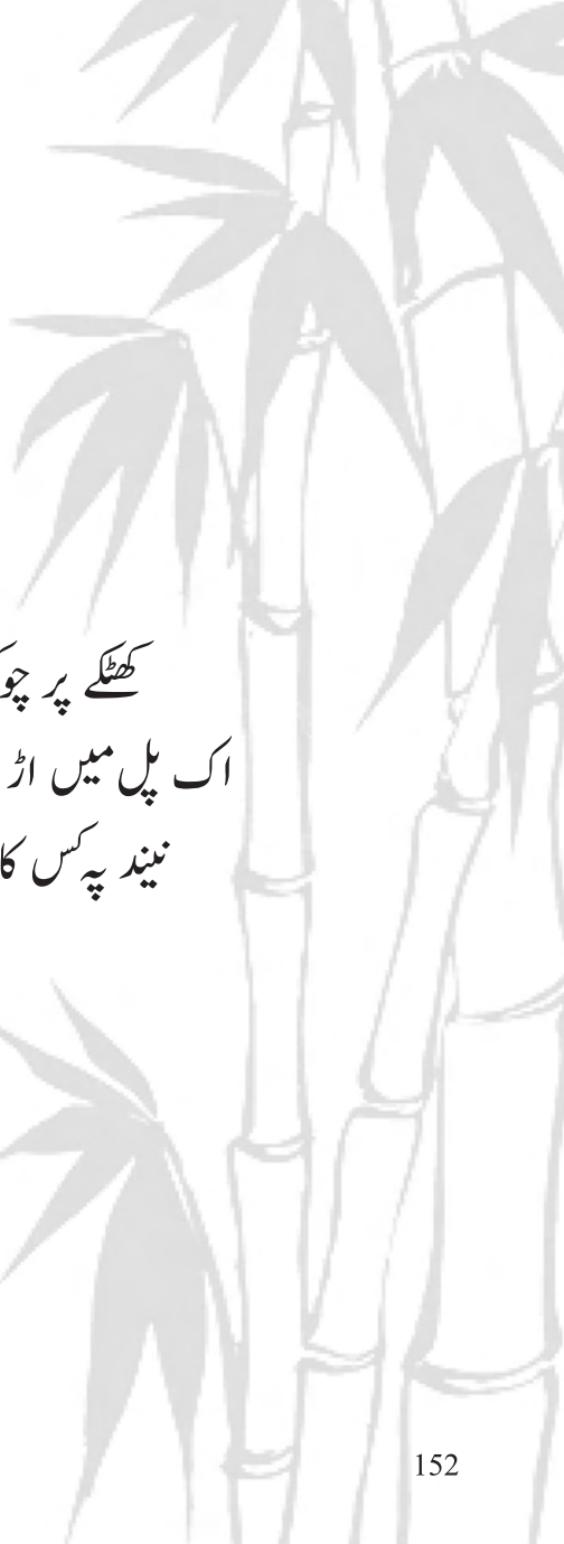
پھولوں سے کچھ دور
بھنورا پوچھتی سے
آپ کا نام حضور

جل تھل سبز گلاب
کھمبی سے بھر جاتا ہے
بارش میں تالاب

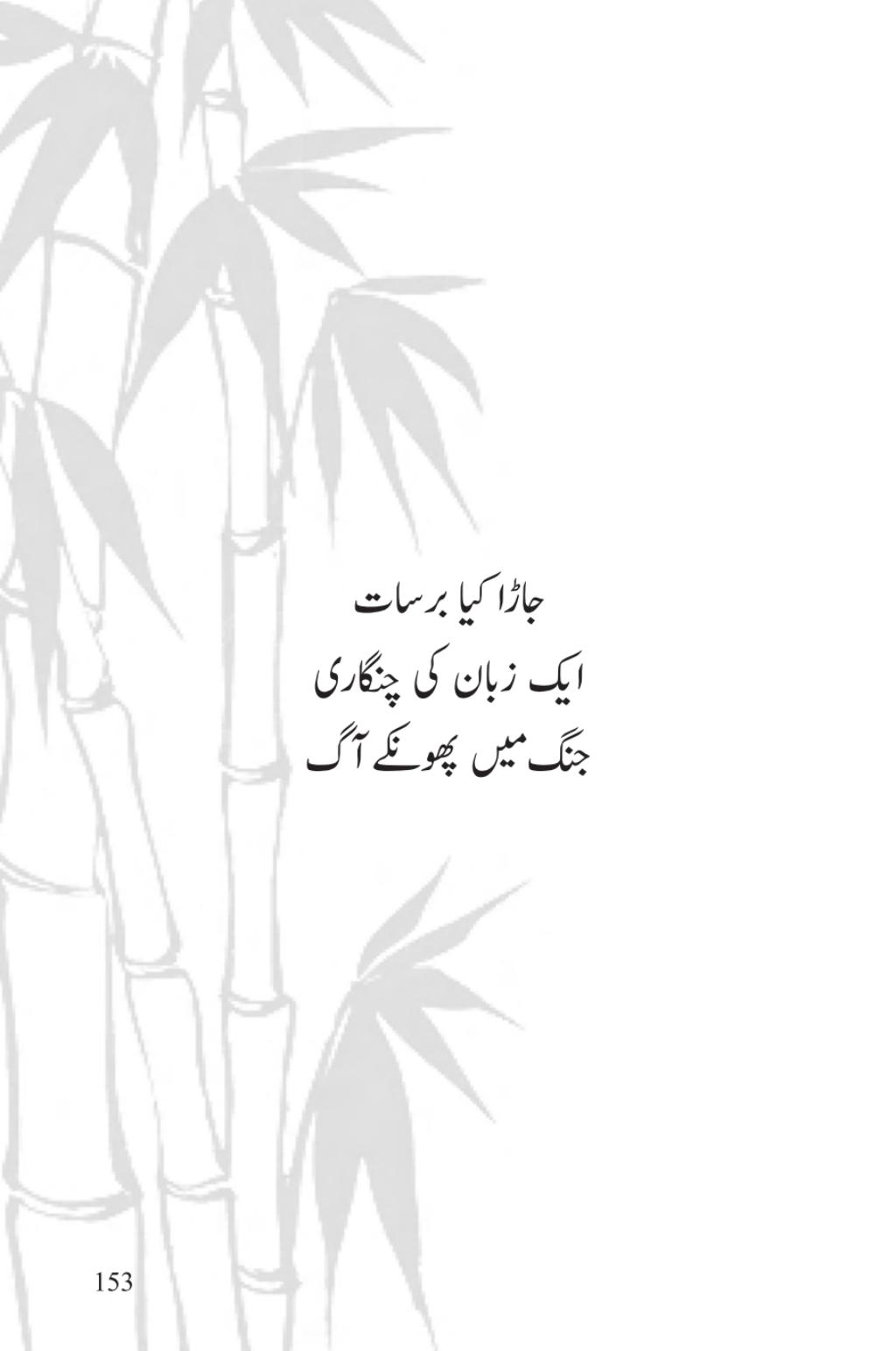


ہوا پنکھ لہرائے
پھرتتی کو سمجھائے
خوشبو ہاتھ نہ آئے

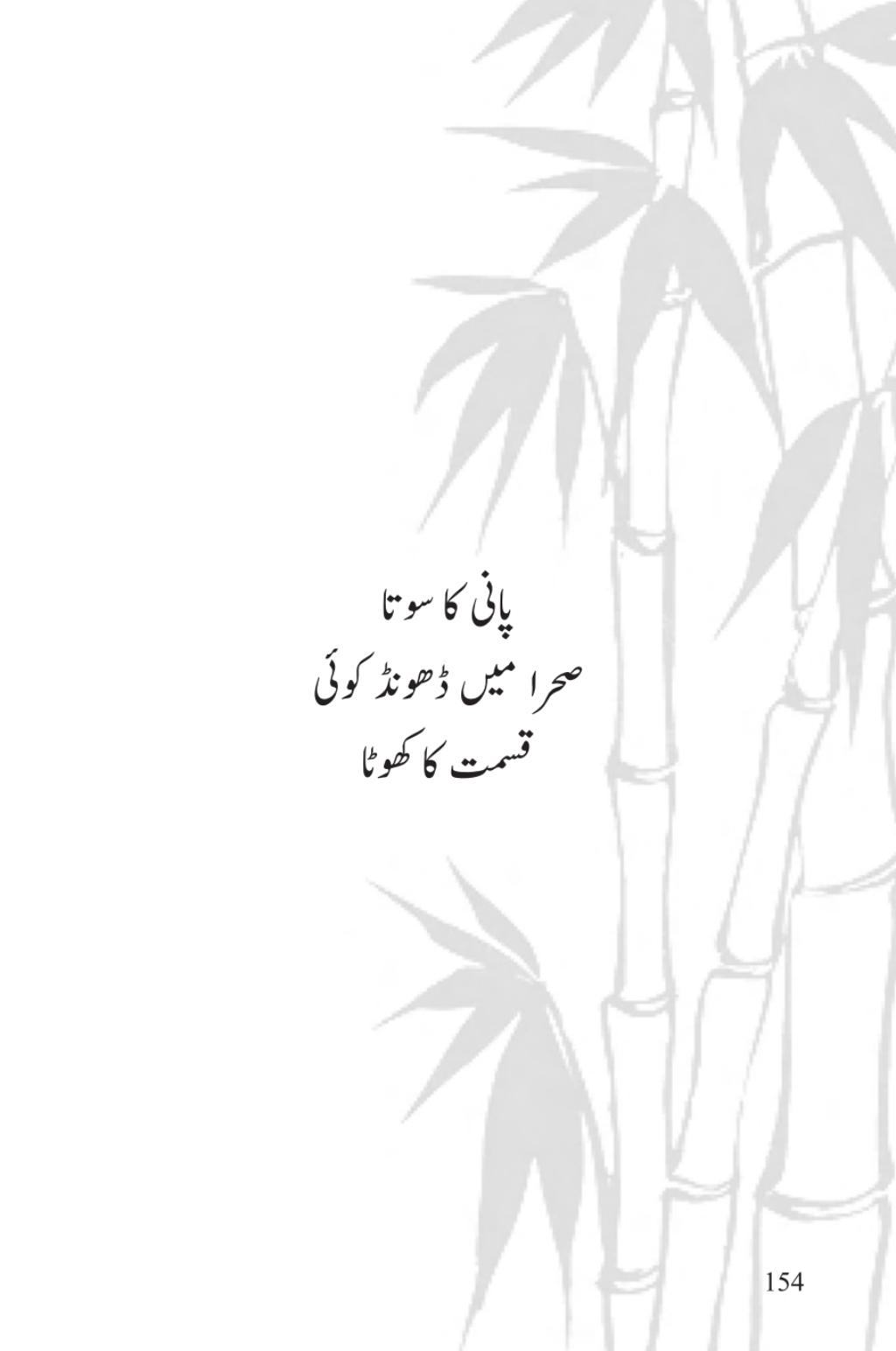
پگڑنڈی پر پیرٹ
پتوں سے کھلے پون
گم سم نیل گنگن



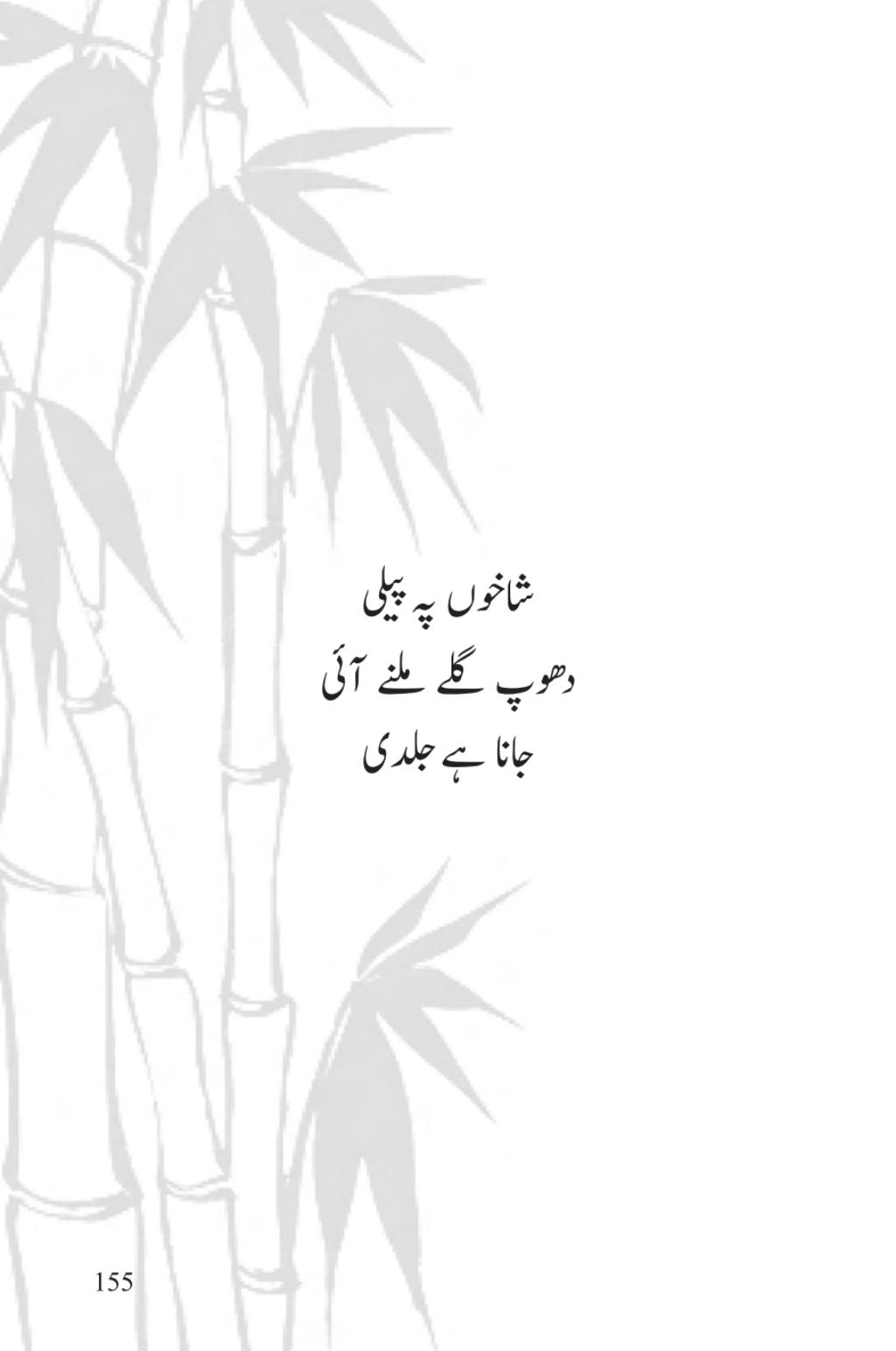
کھٹکے پر چوکس
اک پل میں اڑ جاتی ہے
نیند پکس کا بس



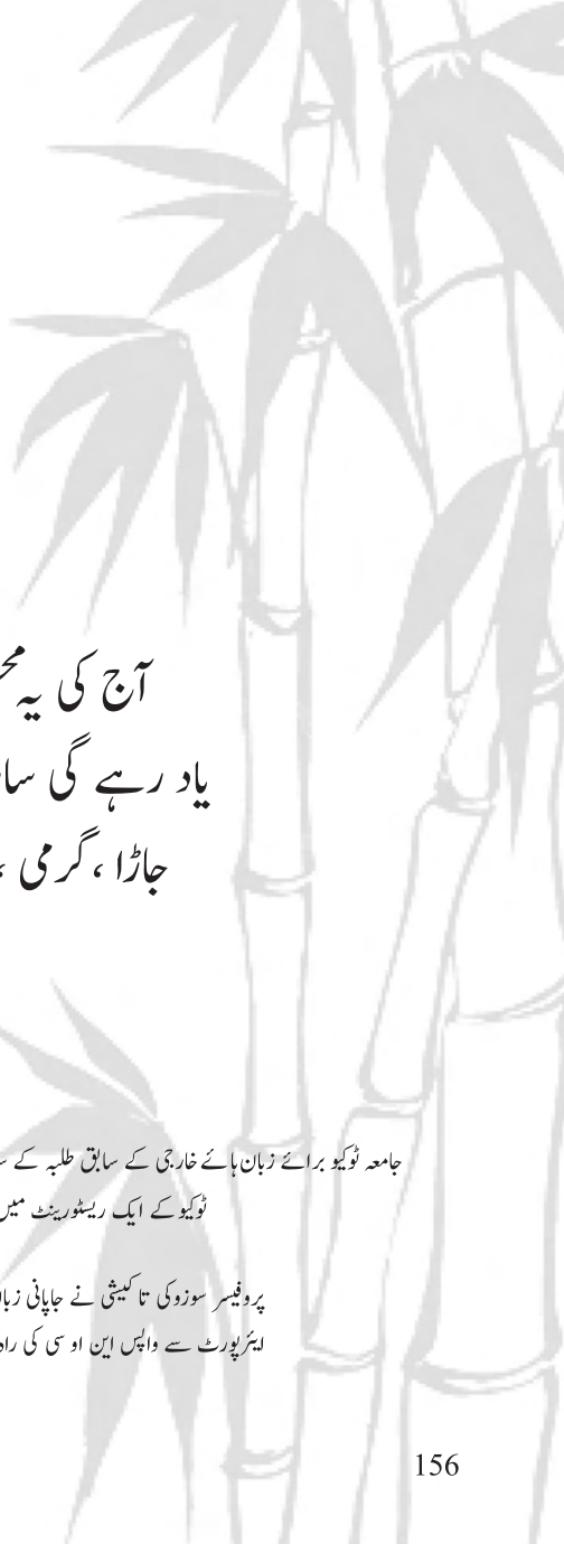
جاڑا کیا برسات
ایک زبان کی چنگاری
جنگ میں پھونکے آگ



پانی کا سوتا
صحرا میں ڈھونڈ کوئی
قسمت کا کھوٹا



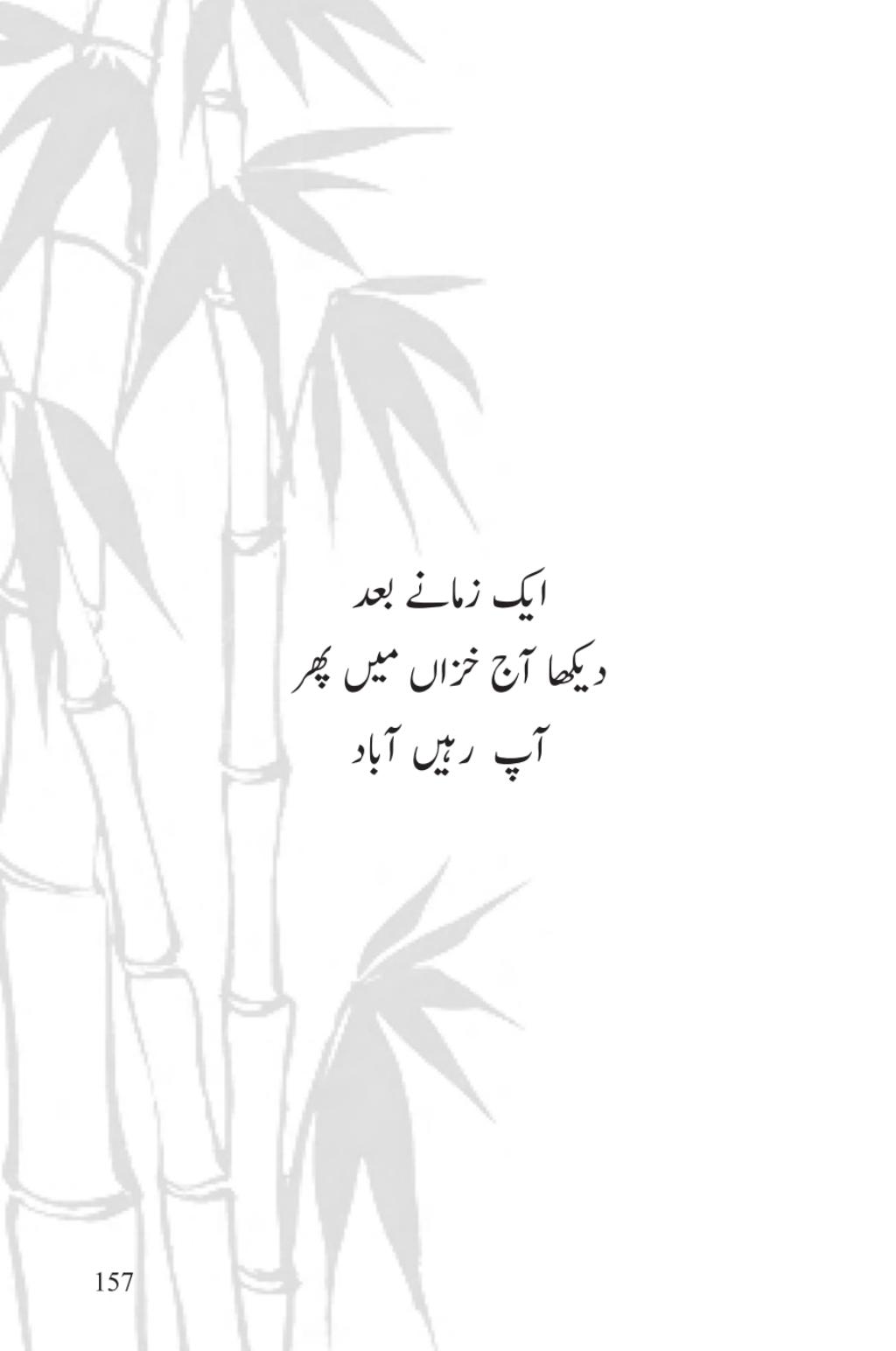
شاخوں پہ پیلی
دھوپ گلے ملنے آئی
جانا ہے جلدی



آج کی یہ مھفل یاد رہے گی ساری عمر جاڑا، گرمی، دل

جامعہ نوکیو برائے زبان ہائے خارجی کے سابق طلبہ کے ساتھ ملاقات کی تقریب میں نومبر 1999
نوکیو کے ایک ریஸورٹ میں پڑھی گئیں

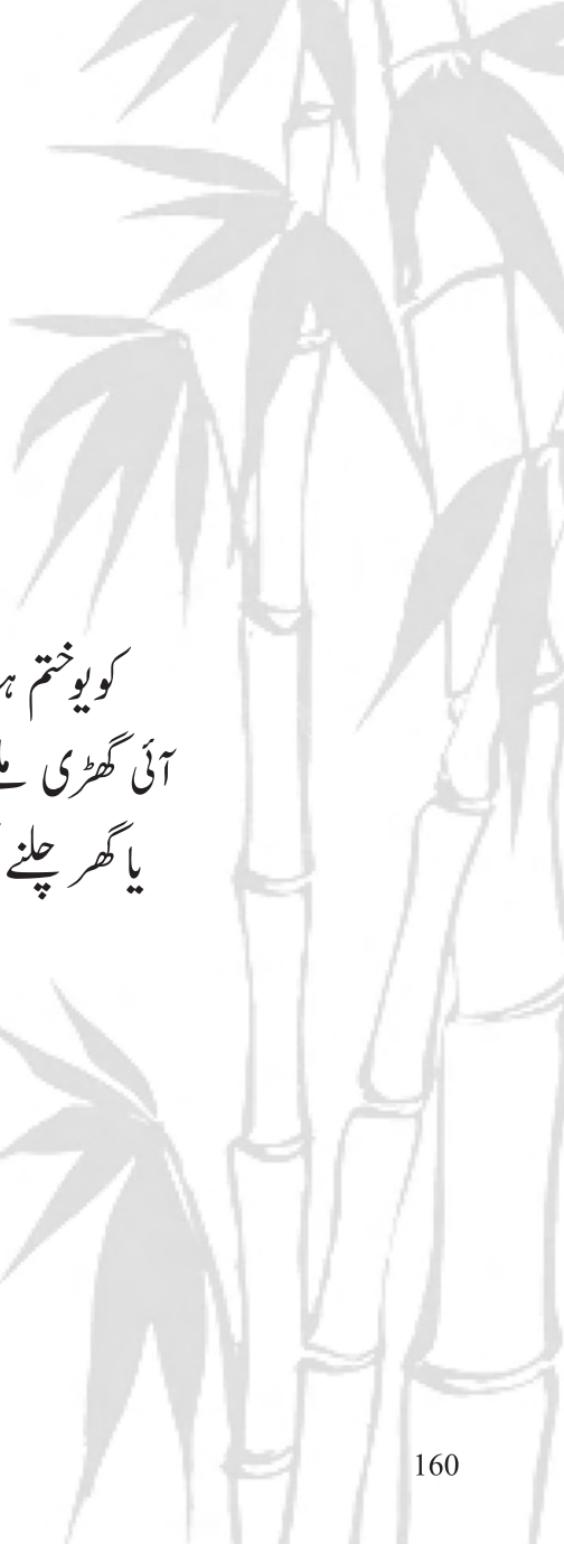
پروفیسر سوزوکی تاکیشی نے جاپانی زبان میں ان کا ترجمہ کیا
لیکن پورٹ سے واپس این او سی کی راہ تکوں سوزوکی صاحب



ایک زمانے بعد
دیکھا آج خزاں میں پھر
آپ رہیں آباد

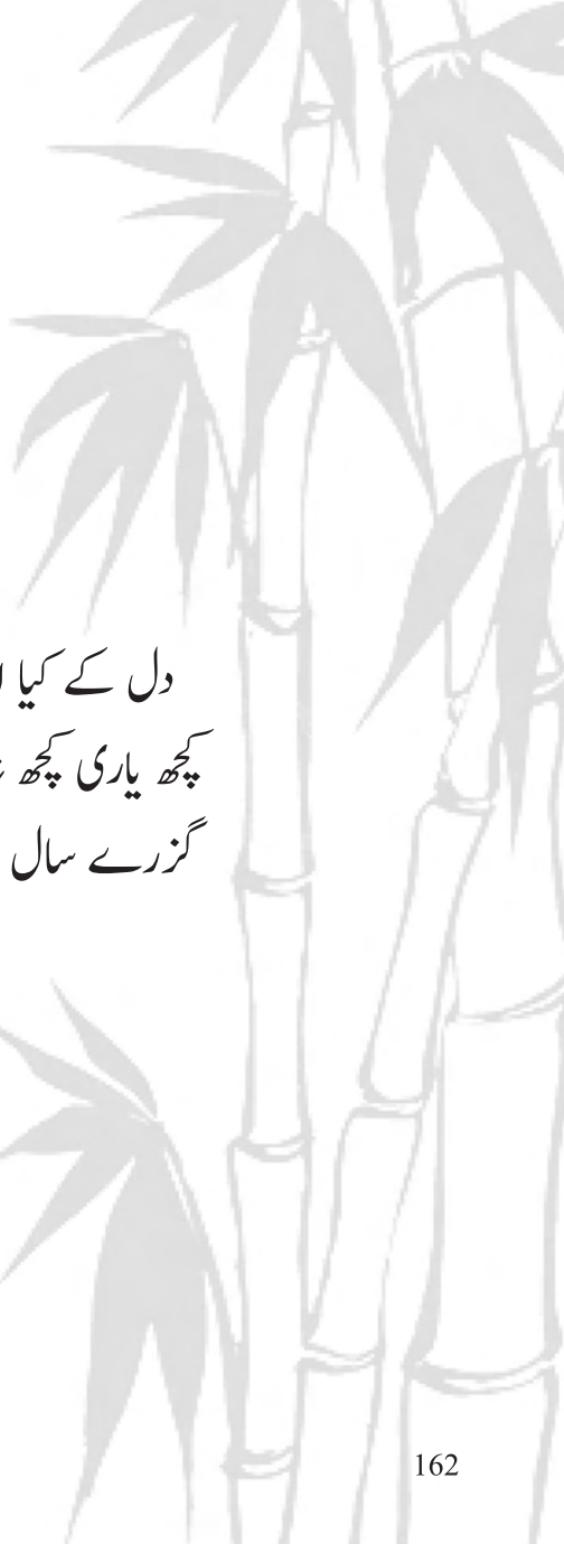
آنکھوں میں آنسو
دس برسوں کے بعد اچانک
تم کو دیکھا تو

پھر ملیں گے ہم
کبھی تو آئے گی بہار
مت کیجئے کچھ غم



کو یو ختم ہوا
آئی گھڑی ملنے کی
یا گھر چلنے کی

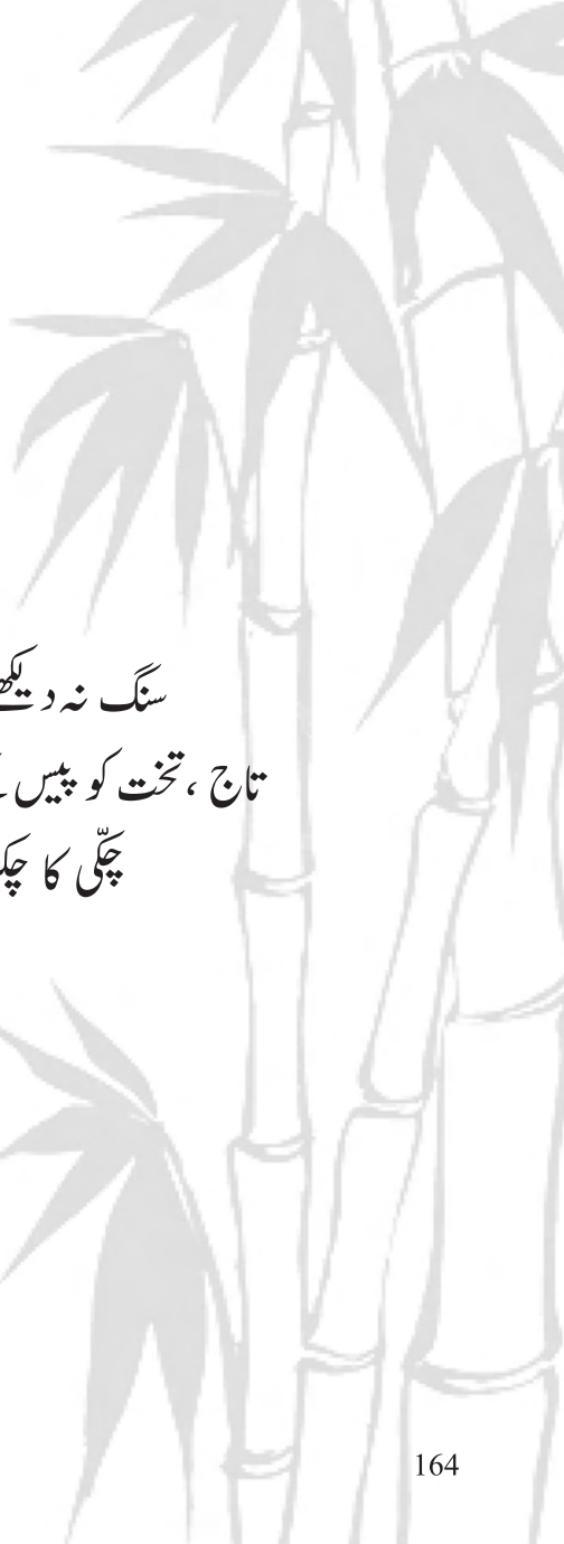
ان ہونٹوں کے خم
مرمر کی چٹان تلے
کشتنی اک گل رنگ



دل کے کیا احوال
کچھ یاری کچھ نہ چاری
گزرے سال پہ سال

کولہو، چھی

جوں کولہو کے نیل
ایک کیل پر گھومیں سب ہی
آنکھوں پر پٹی



سنگ نہ دیکھے سر
تاج، تخت کو پیس کے رکھ دے
چھپ کا چکر

کیا گیہوں کیا گھن
گھو مے ہے چکلی کا پاٹ
پسے گن بے گن

چکر وقت کی ریت
عمر کا ریشم پیس دیا
دو پاؤں کے نیچ

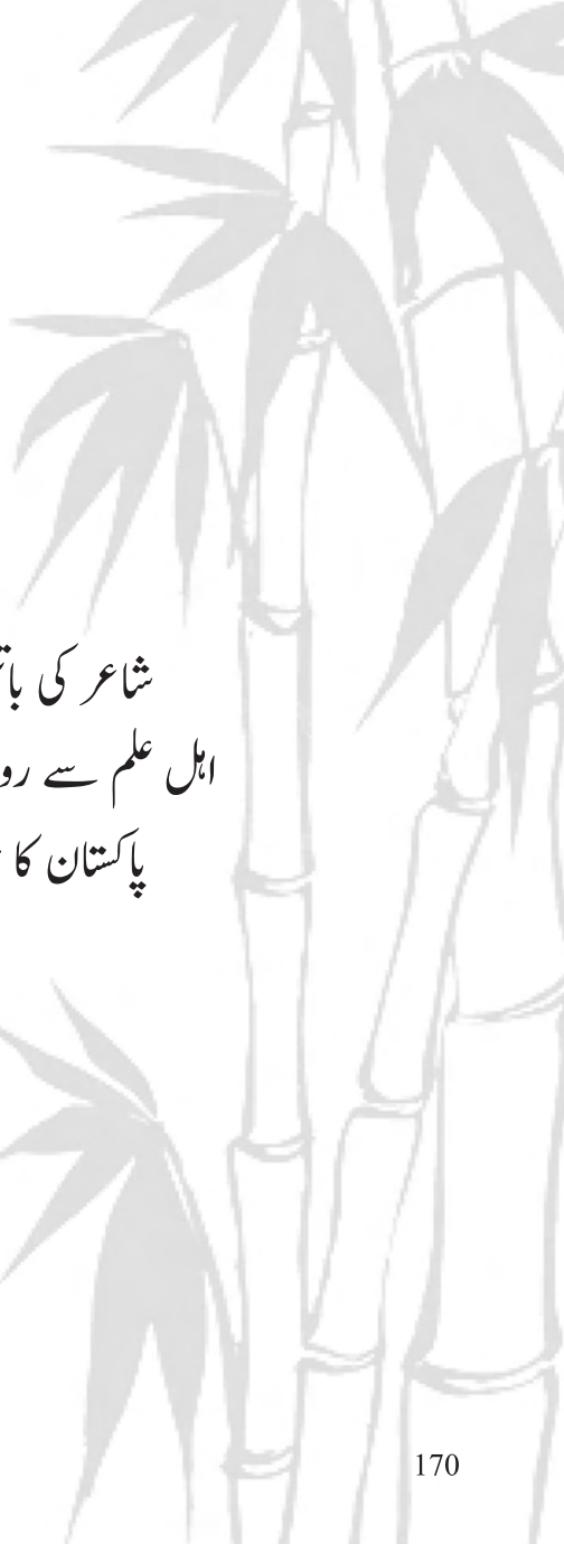
تیل کے ساتھ کھلی
سرسوں ہو یا موونگ پچلی
گردش کو لہو کی

پس برگ (امریکا)

دریا الگینی

شہر بھی ہے اک لہر بھی ہے
پس برگ کی یونی

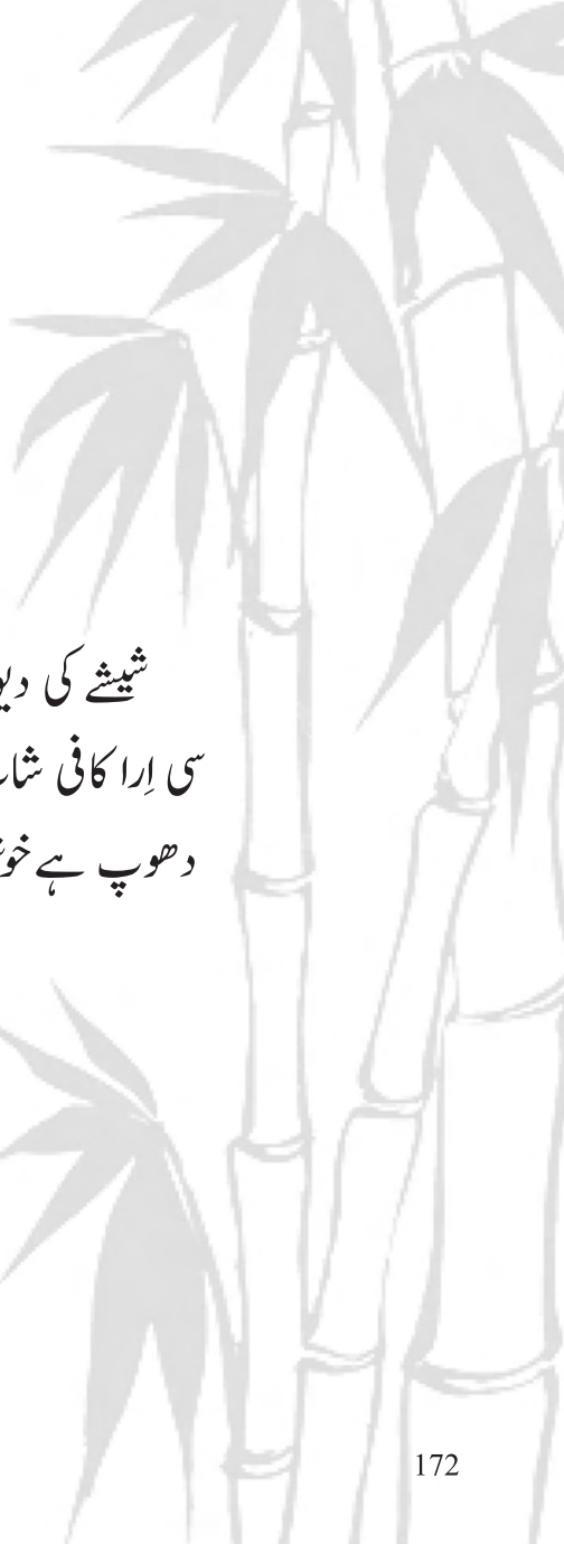
رفعت کا معیار
ہے تعلیم کا گرجا گھر
روشن اک مینار



شاعر کی باتیں
اہل علم سے روشن ہال
پاکستان کا نام

آک لینڈ

ایلبرٹ روڈ کی شام
روشن ڈھلان سے گھسیلیں
ساگر کی موجیں



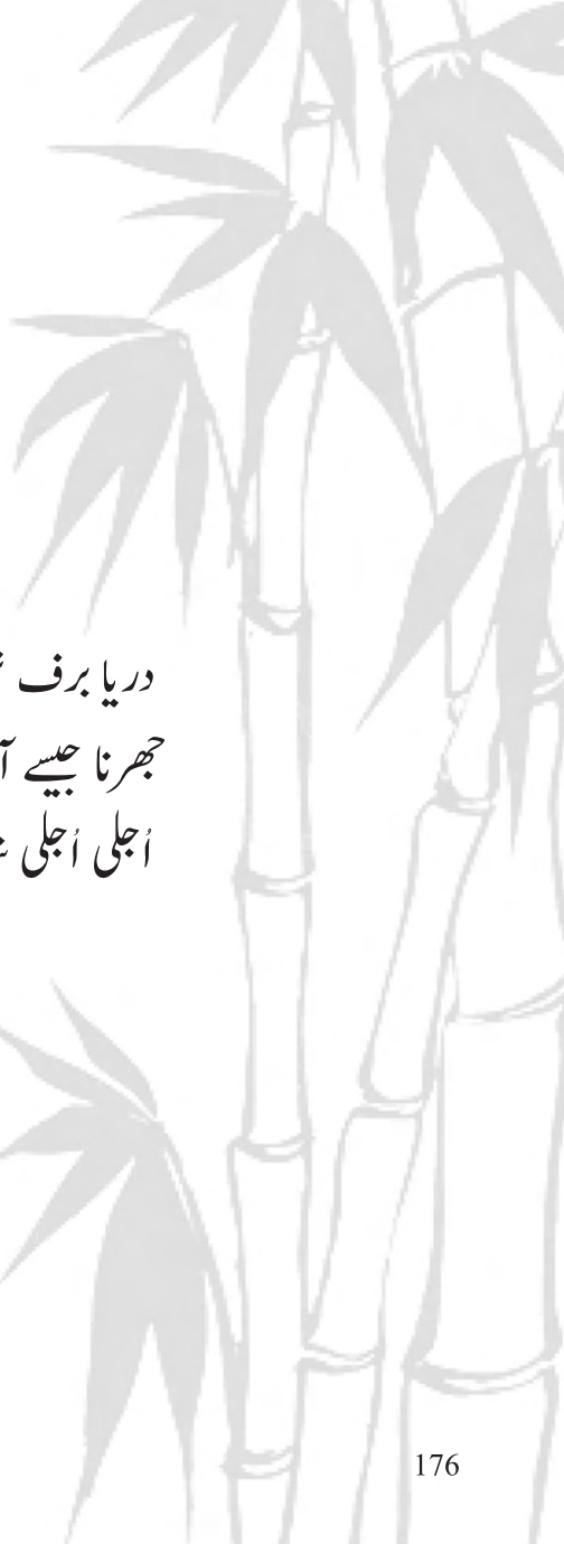
شیشے کی دیوار
سی اراکافی شاپ میں
دھوپ ہے خوشبودار

وائی تو مونگار
گھپ اندھیارے میں آباد
جنگنوں کا شہر

نیا گرا فائز

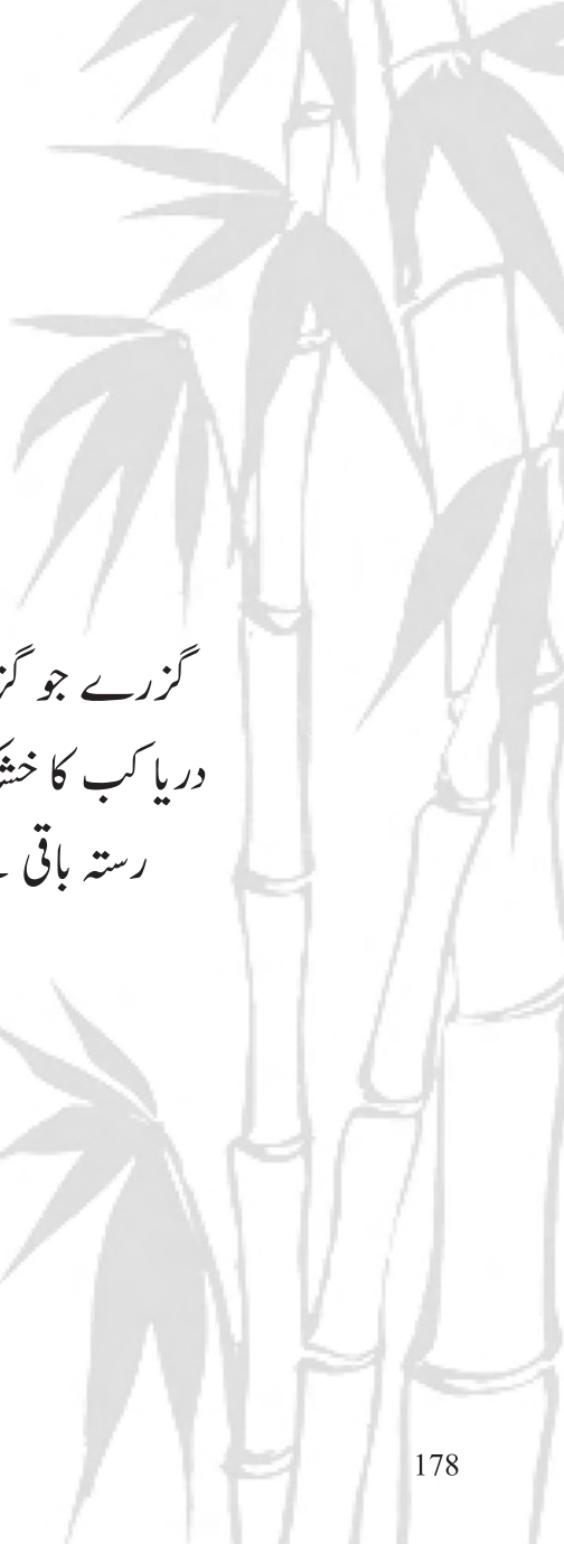
چڑھتے دریا کو
جھاگ اڑاتے، چاک گریباں
گرتے دیکھا ہے

آبشار کی ہیبت
سینے میں دھک دھک کا شور
چڑیوں کی باتیں

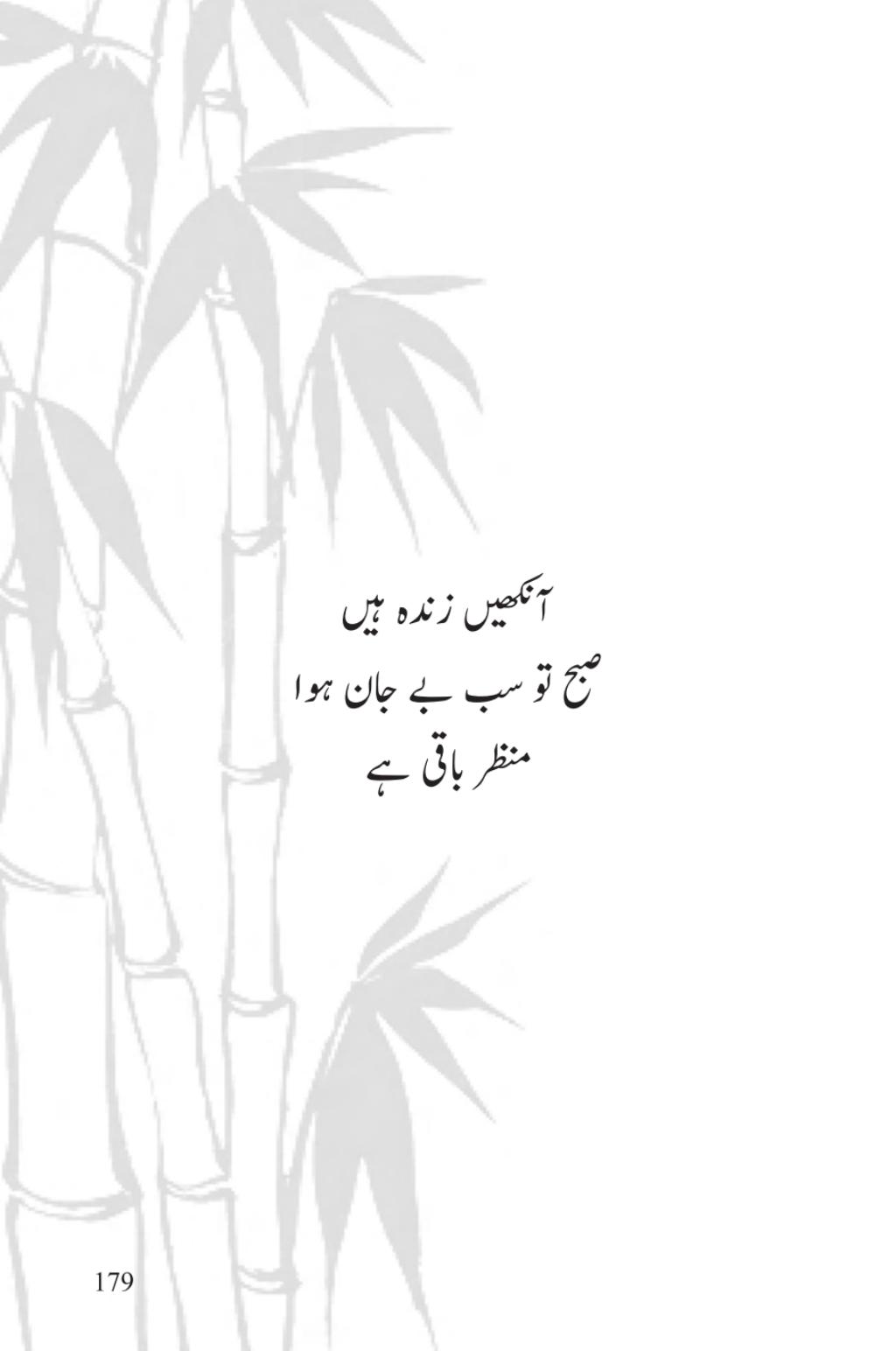


دریا برف تمام
جھرنا جیسے آئینہ
اجلی اجلی شام

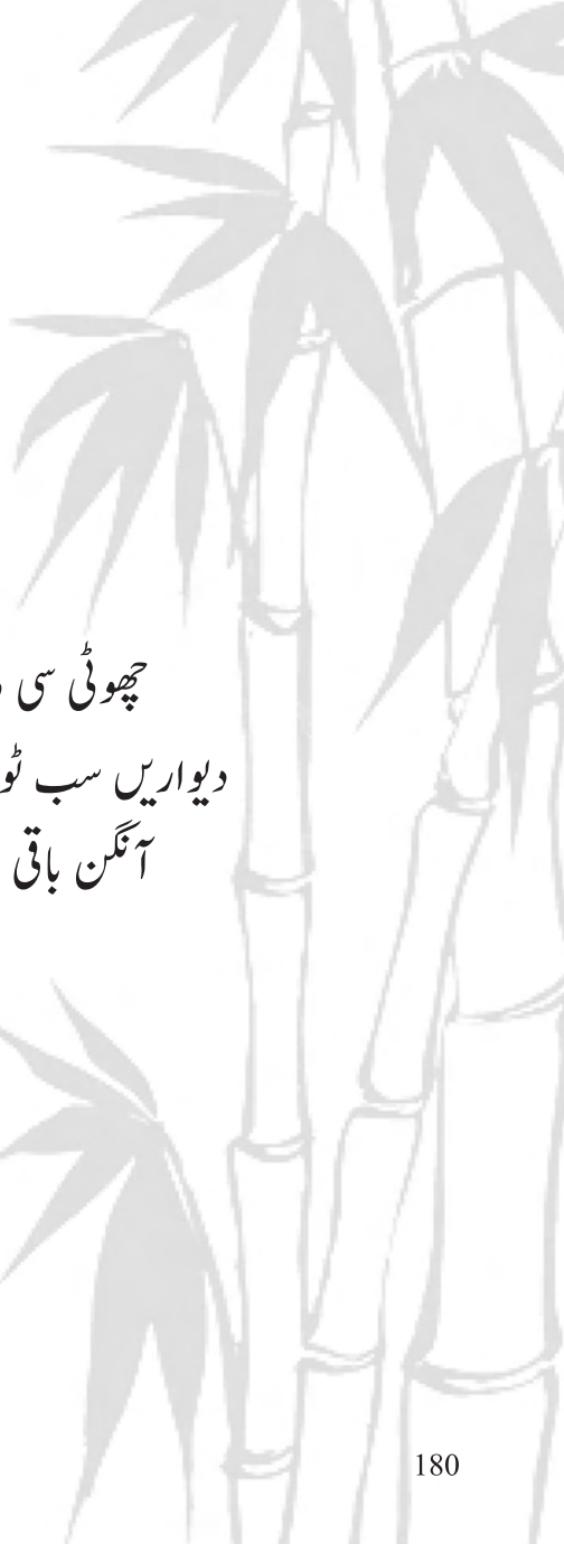
دریا ہونا ہے
سخت چٹان سے گر کر بھی
آگے بڑھنا ہے



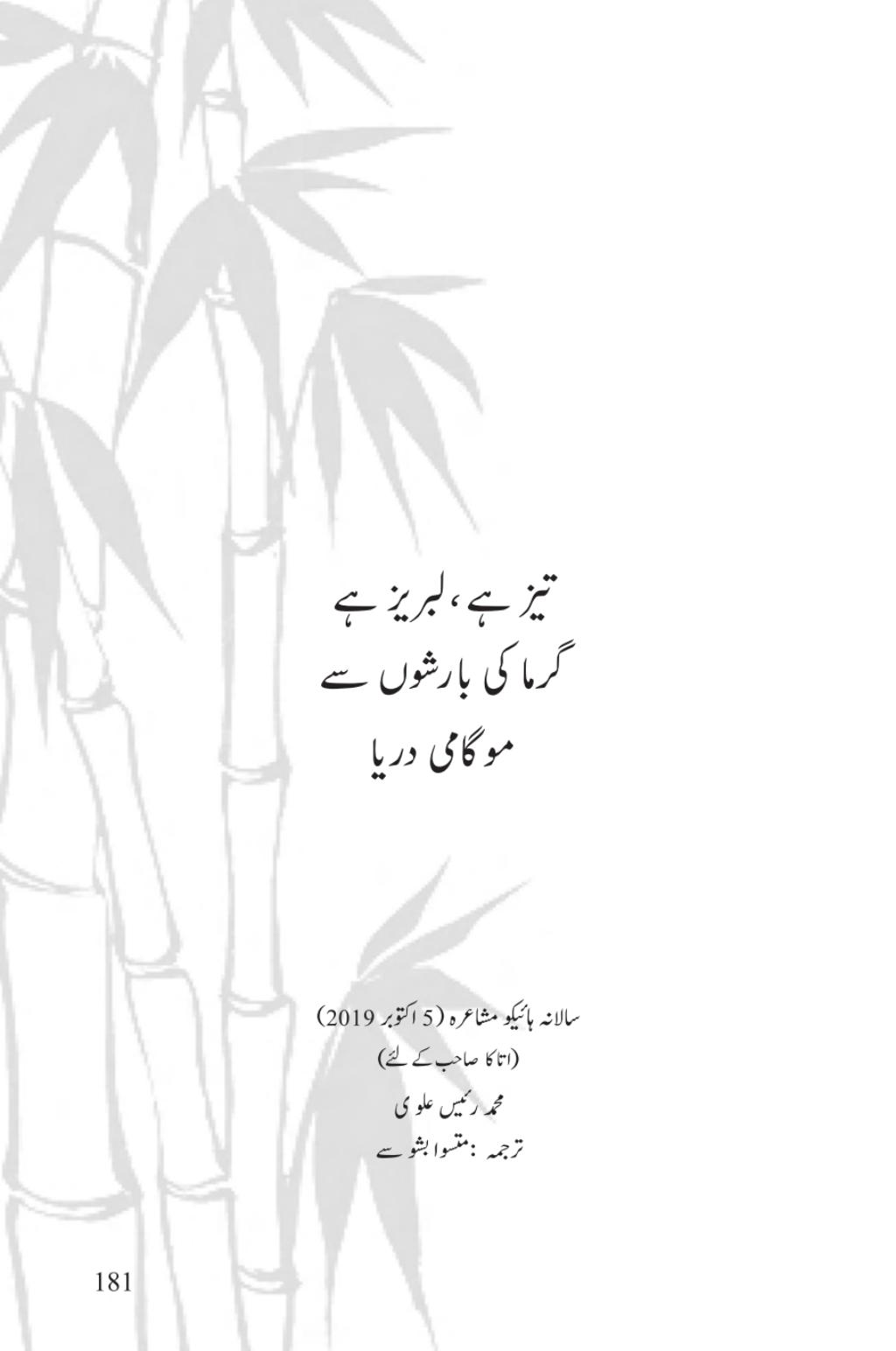
گزرے جو گزرے
دریا کب کا خشک ہوا
رستہ باقی ہے



آنکھیں زندہ ہیں
صح تو سب بے جان ہوا
منظراً باقی ہے



چھوٹی سی دنیا
دیواریں سب ٹوٹ گئیں
آنگن باقی ہے



تیز ہے، لبریز ہے گرمائی کی بارشوں سے موگامی دریا

سالانہ ہائیکو مشاعرہ (5 اکتوبر 2019)
(اتاکا صاحب کے لئے)

محمد رحیم علوی
ترجمہ: متسوا بشو سے

طلوعِ صبحِ نو

باغ میں اتری ہیں
سورج کی تازہ کر نیں
غنجے کھلتے ہیں

Raiwa Period:

نیا عہد، شہنشاہ جاپان کی تحت نشینی سے

موسم کی نرمی
نئے آفتاب کی آمد
چاہت کی گرمی

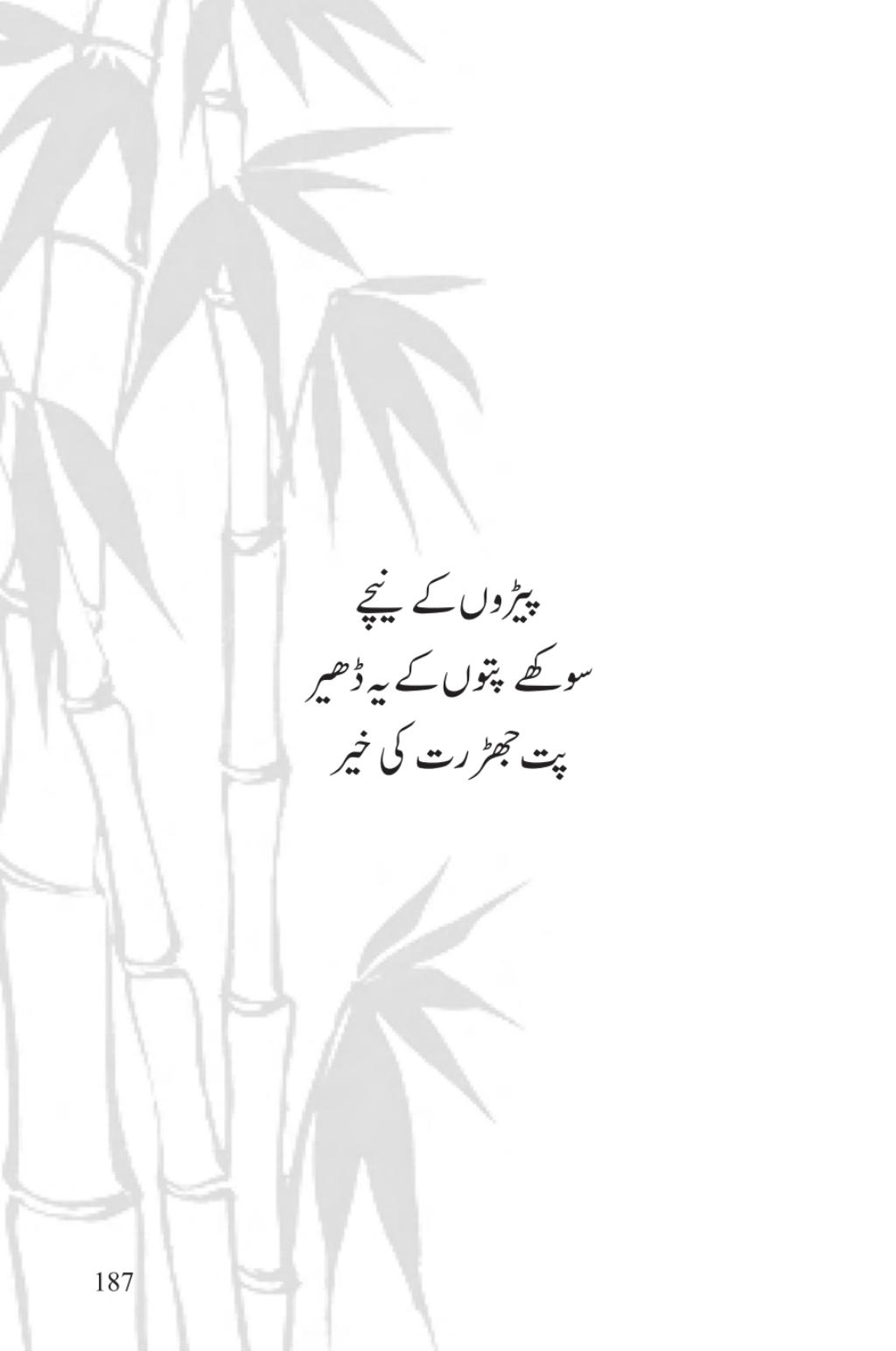
منتخب

جاڑے کا رنگ روپ
سورج عید کا چاند ہوا
میلی میلی دھوپ

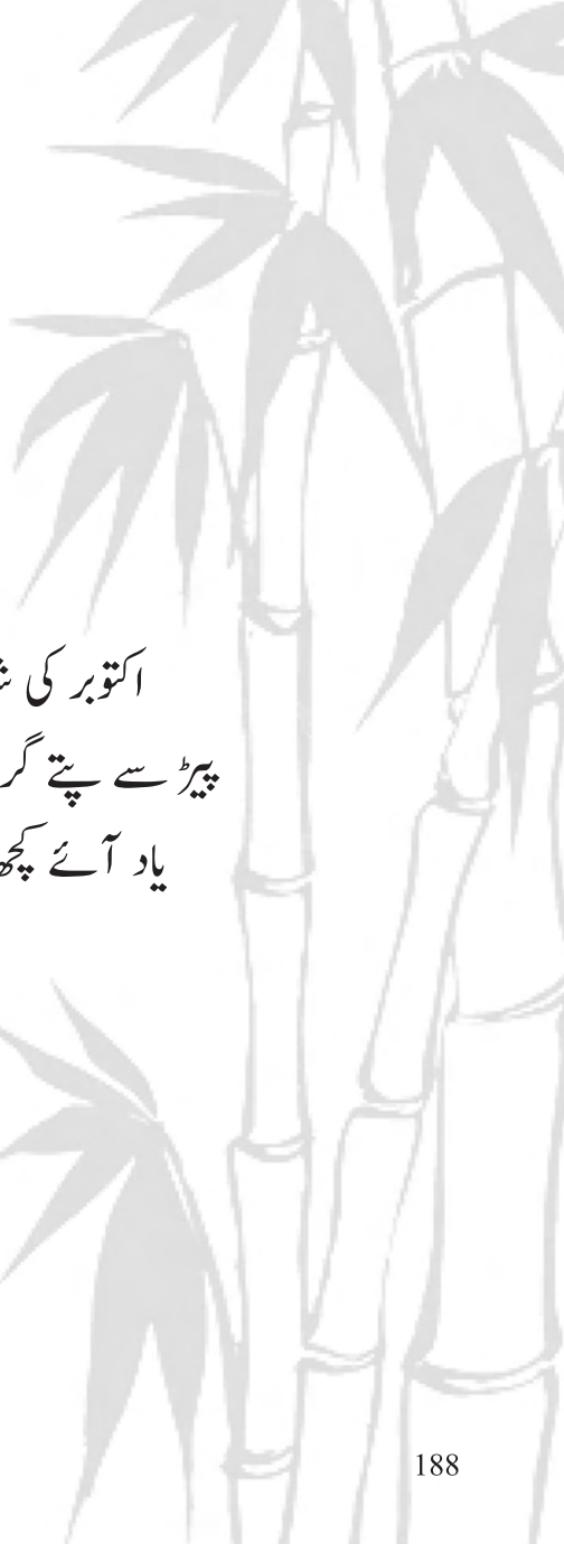
شاخوں پر ہلدی
دھوپ گلے ملنے آئی
جانا ہے جلدی

خزاں

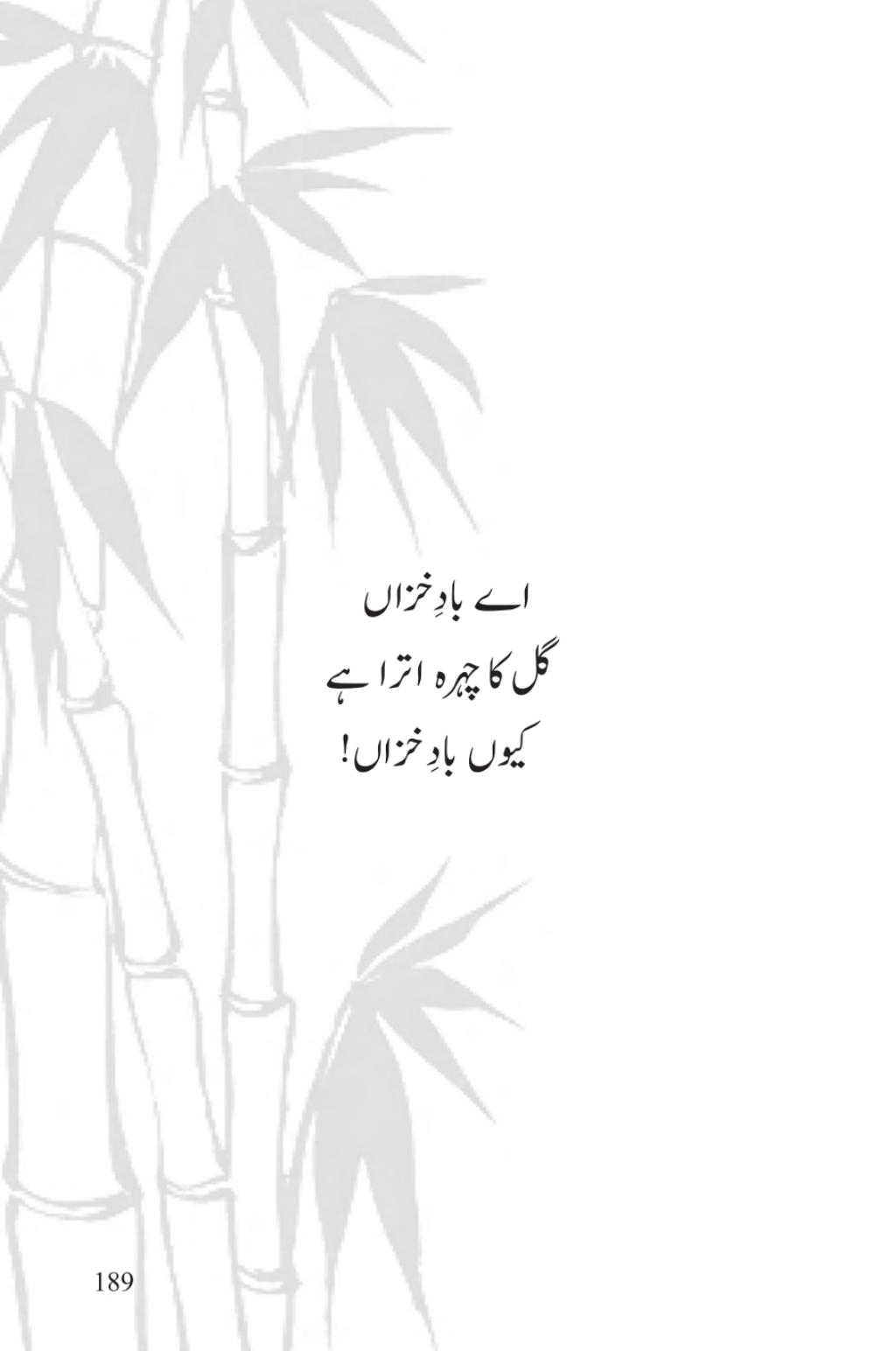
ندی میں بہتا
پیپل کا پیلا پتہ
موسم کا تحفہ



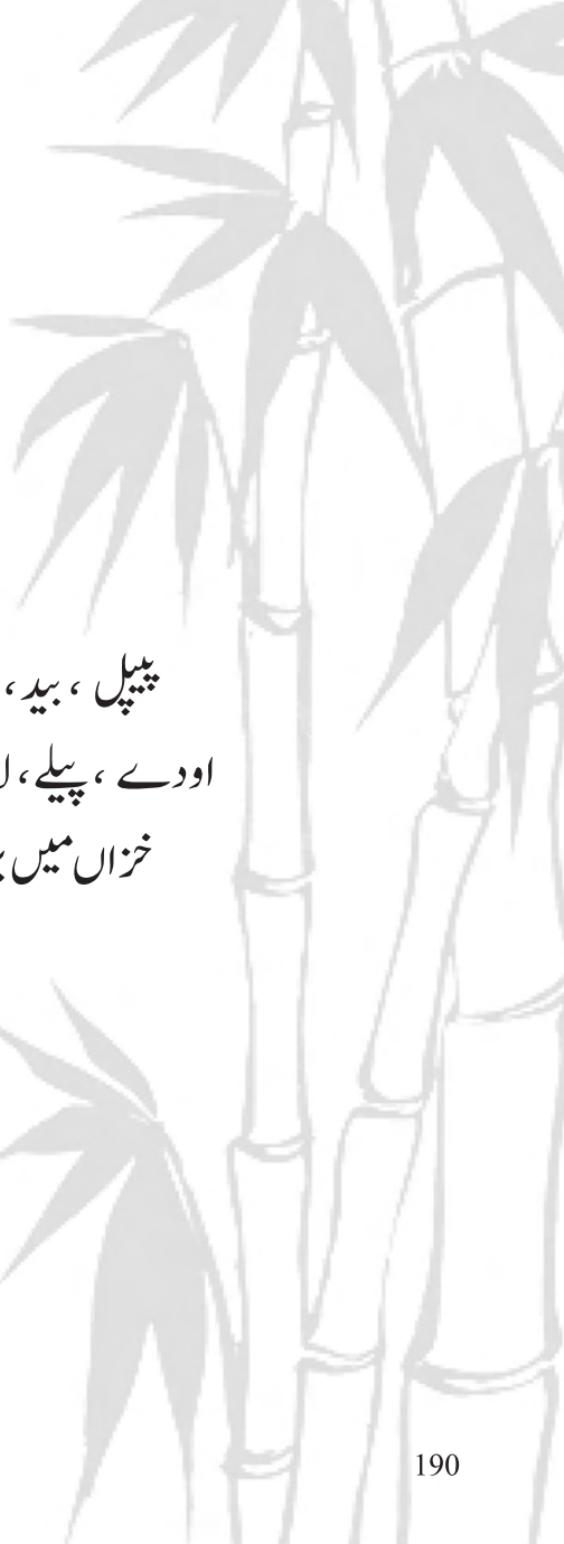
پیڑوں کے نیچے^۱
سوکھے پتوں کے یہ ڈھیر
پت جھڑرت کی خیر



اکتوبر کی شام
پیر ٹ سے پتے گرتے ہیں
یاد آئے کچھ کام



اے بادخزان
گل کا چہرہ اتراء ہے
کیوں بادخزان!

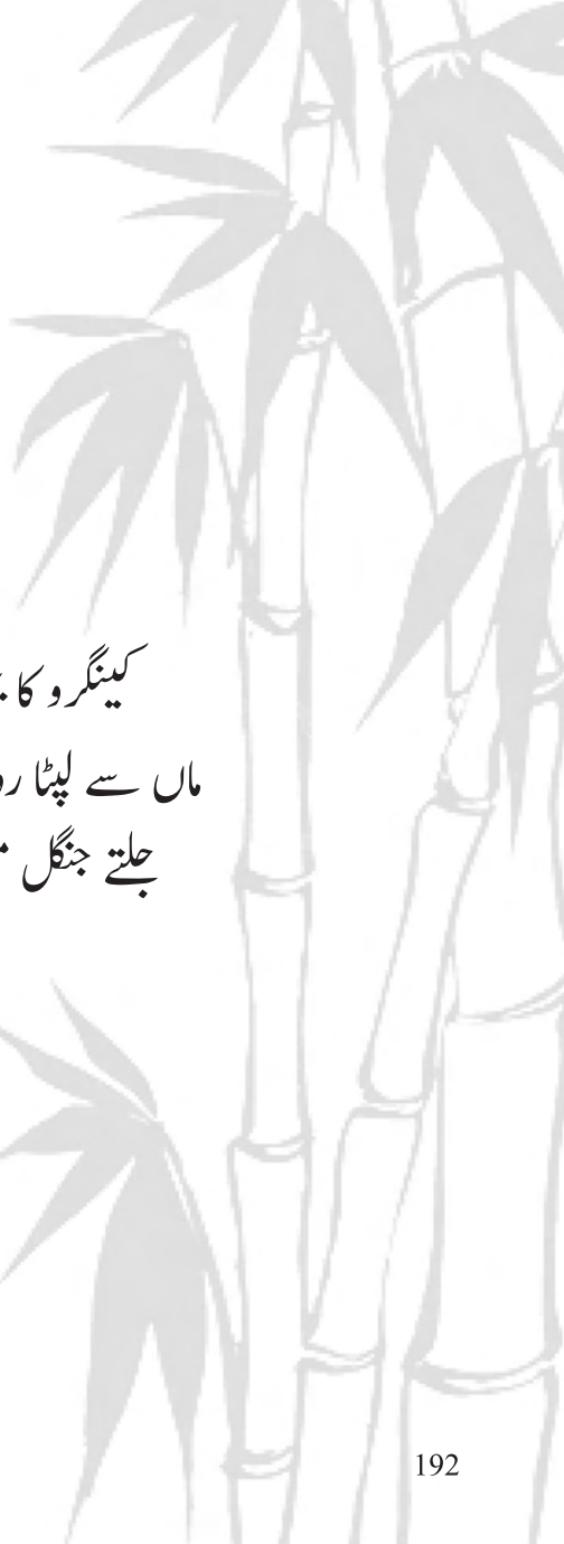


پیپل، بید، چنار
او دے، پیلے، لال کسار
خزاں میں بہار

جنگل کی آگ

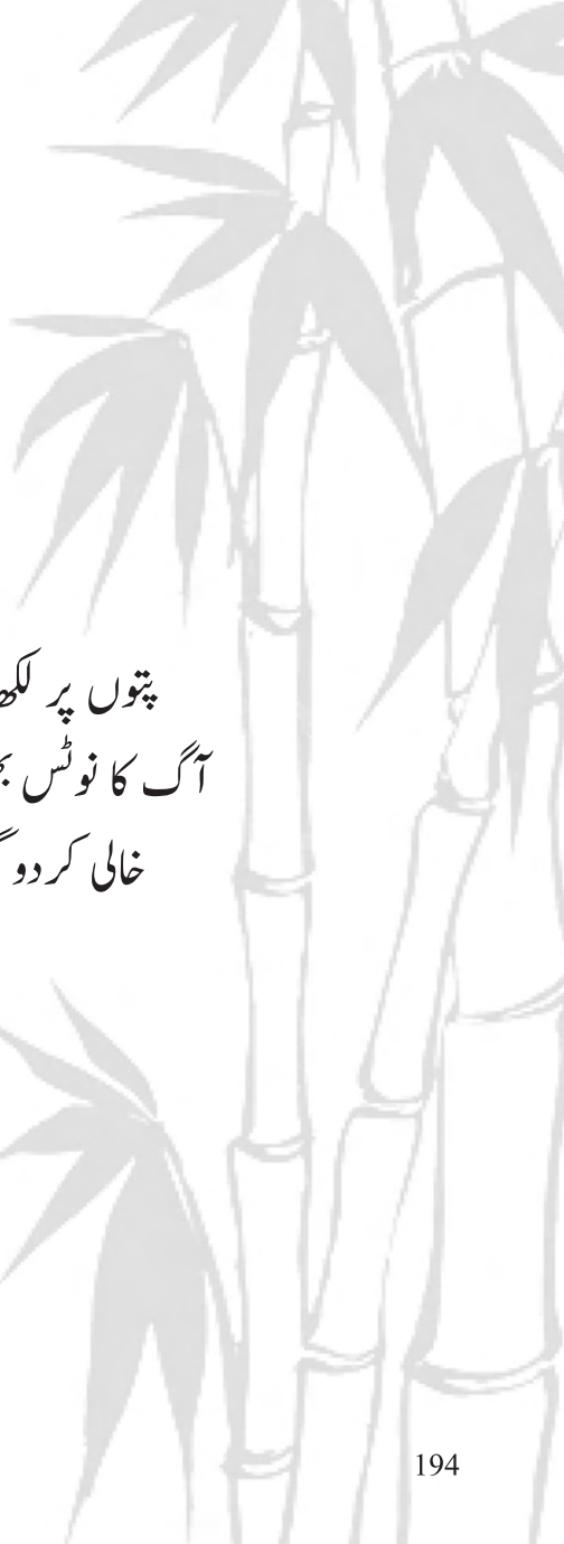
(آسٹریلیا)

انگاروں کی چھاؤں
جلتی شاخیں گرتی ہیں
کوالہ کے پاؤں



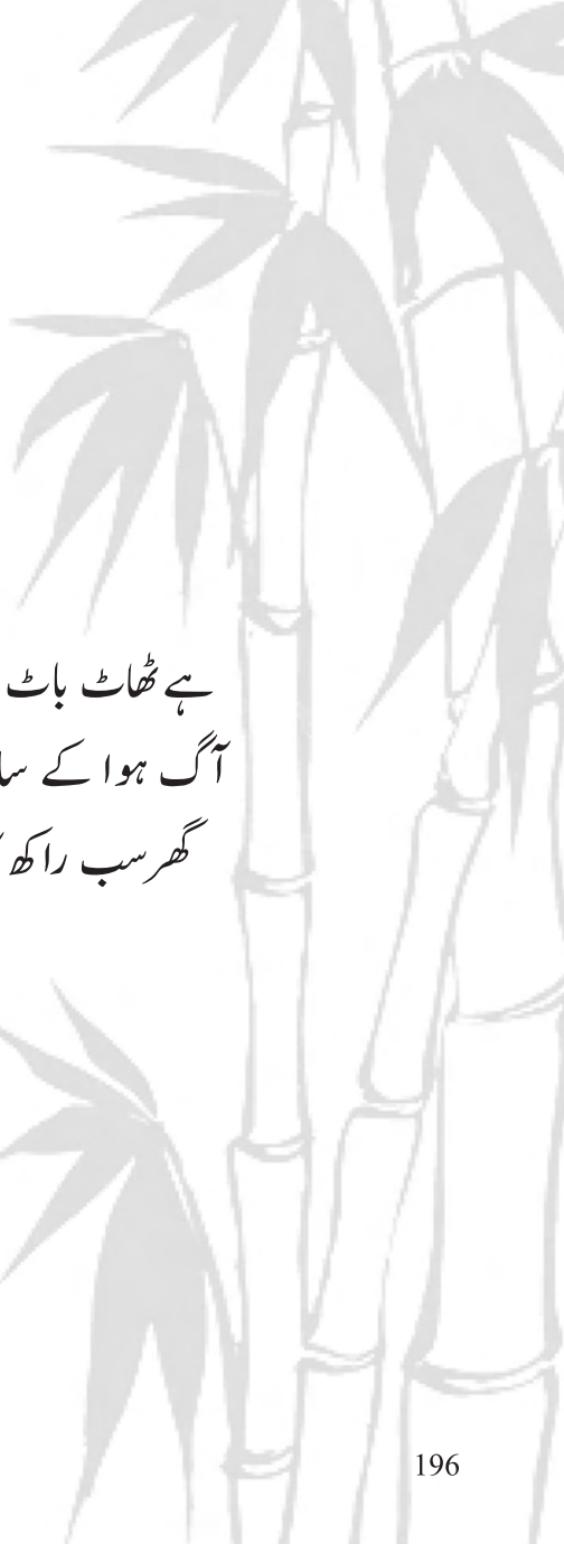
کینگر و کا بچہ
ماں سے لپٹا روتا ہے
جلتے جنگل میں

خرگوش کے پیچے
شعلے کھانے کو لپکے
جلتی گھاس کے بیچ



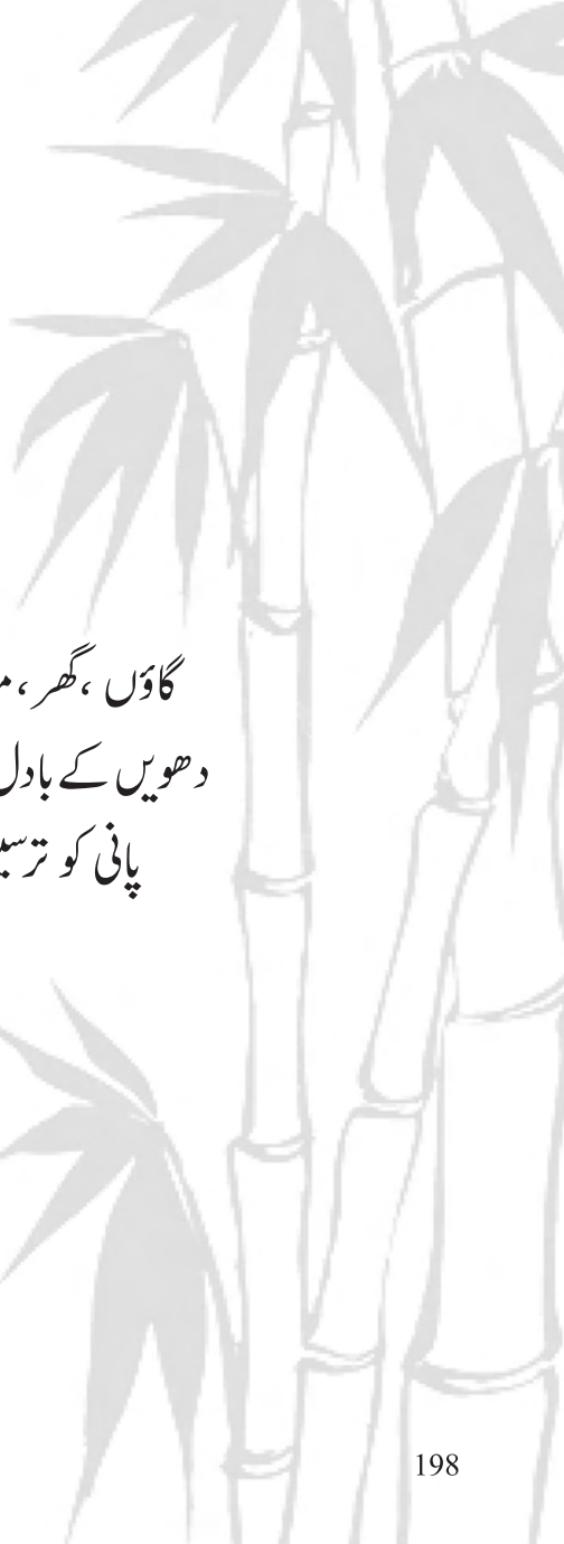
پتوں پر لکھ کر
آگ کا نوٹس بھجا ہے
خالی کر دو گھر

کھیل آتش بازی
بے گھر ہو گئے سارے
جنگل کے باسی



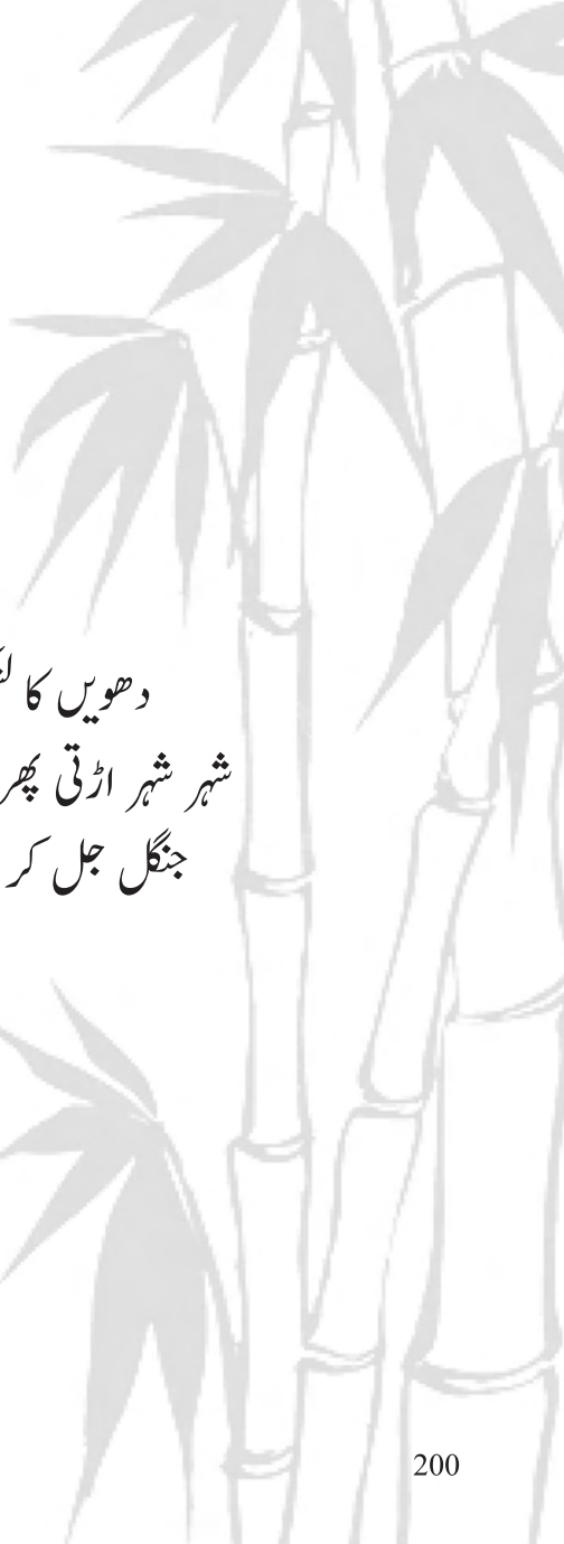
ہے ٹھاٹ بات سے بیر
آگ ہوا کے ساتھ بڑھی
گھر سب را کھ کا ڈھیر

آنکھیں ہیں چھاگل
کالے پیرڈوں کا جنگل
کاجل بس کاجل

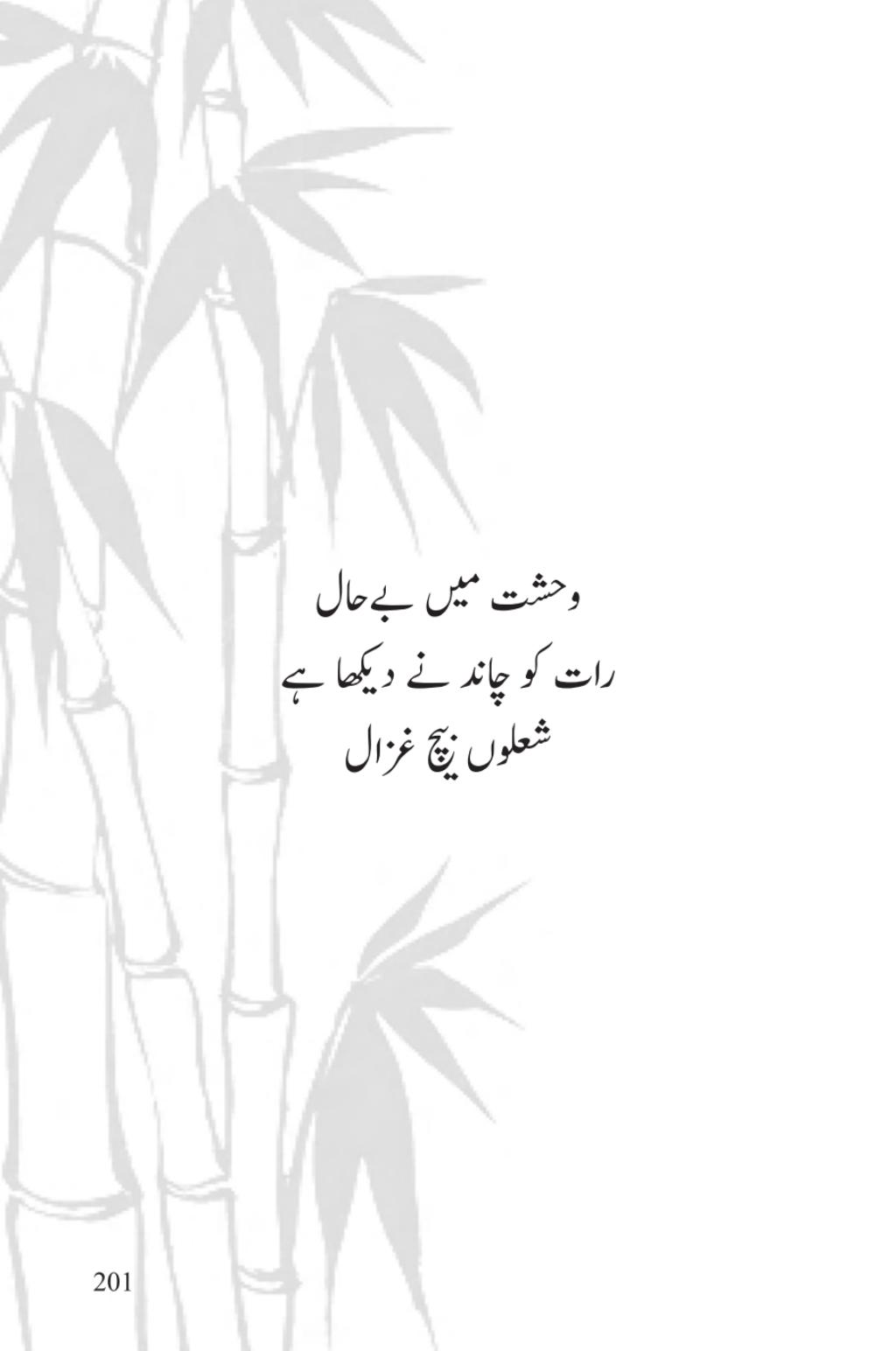


گاؤں، گھر، میدان
دھویں کے بادل بر سین
پانی کو ترسیں

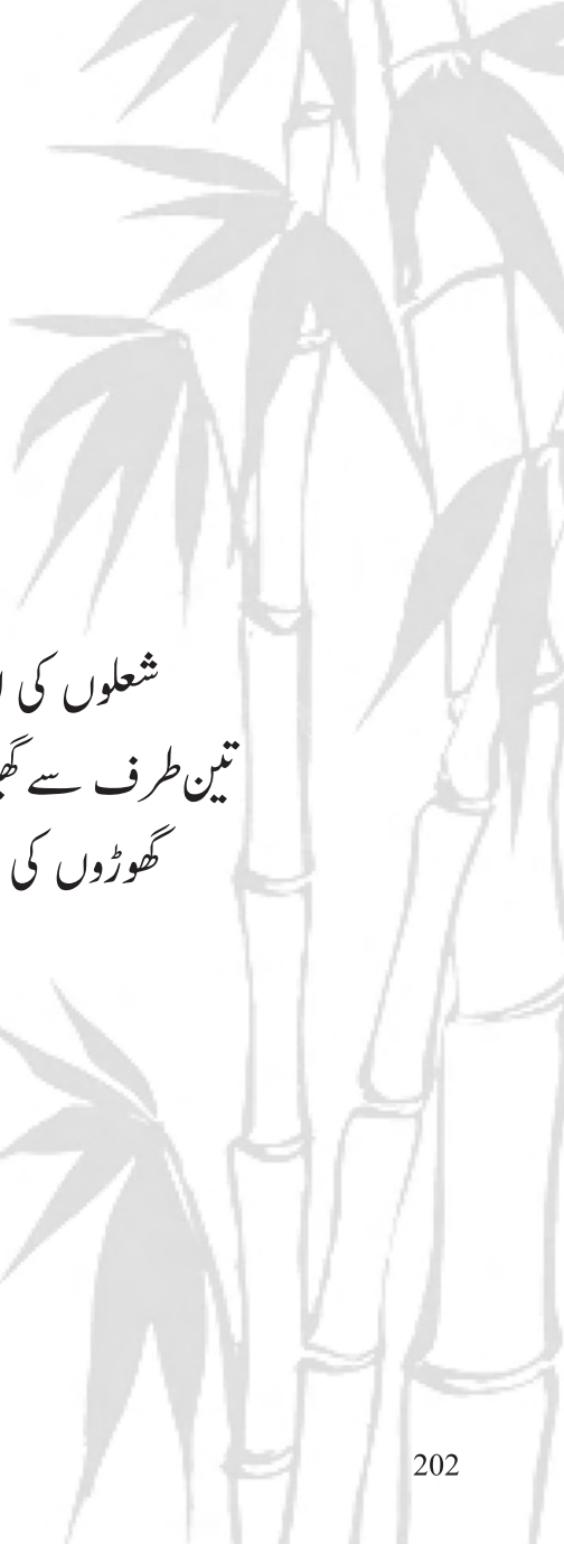
سانپ، گرگ، خرگوش، مور
ایک حوض میں پانی پئیں
شعلوں نیچ جئیں



دھویں کا لشکر
شہر شہر اڑتی پھرے را کھ
جنگل جل کر خاک

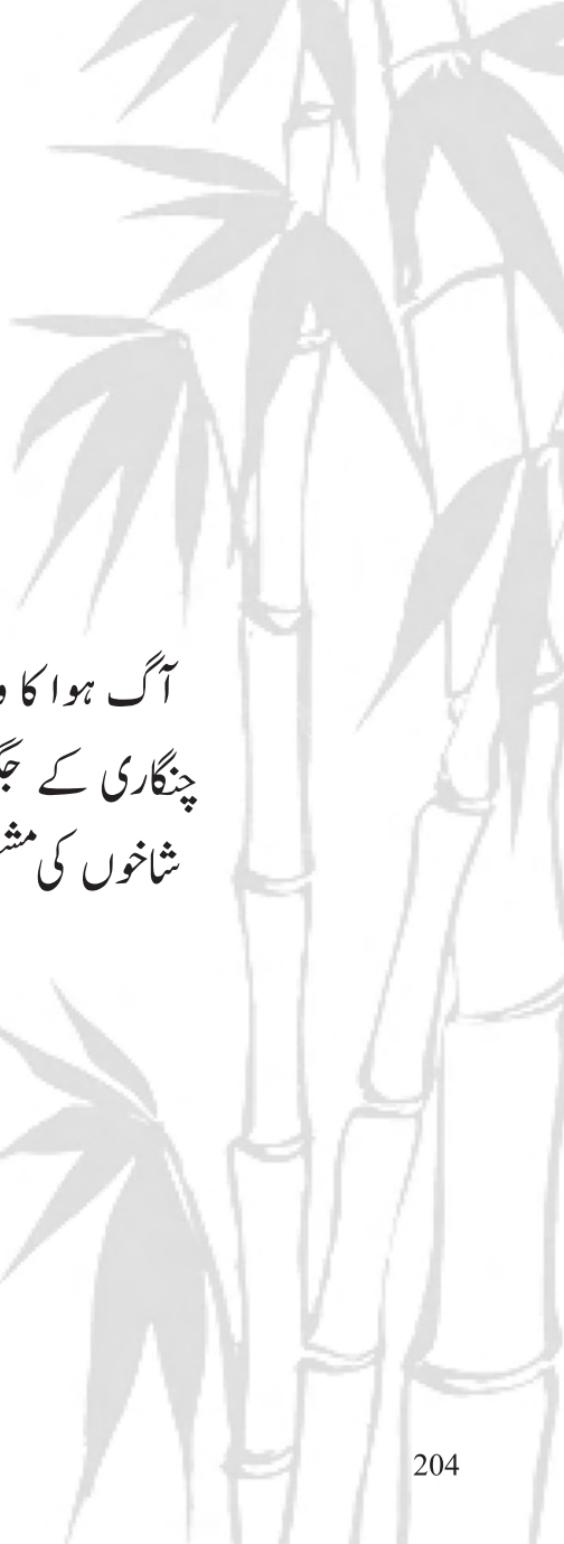


وحشت میں بے حال
رات کو چاند نے دیکھا ہے
شعلوں نیچ غزال

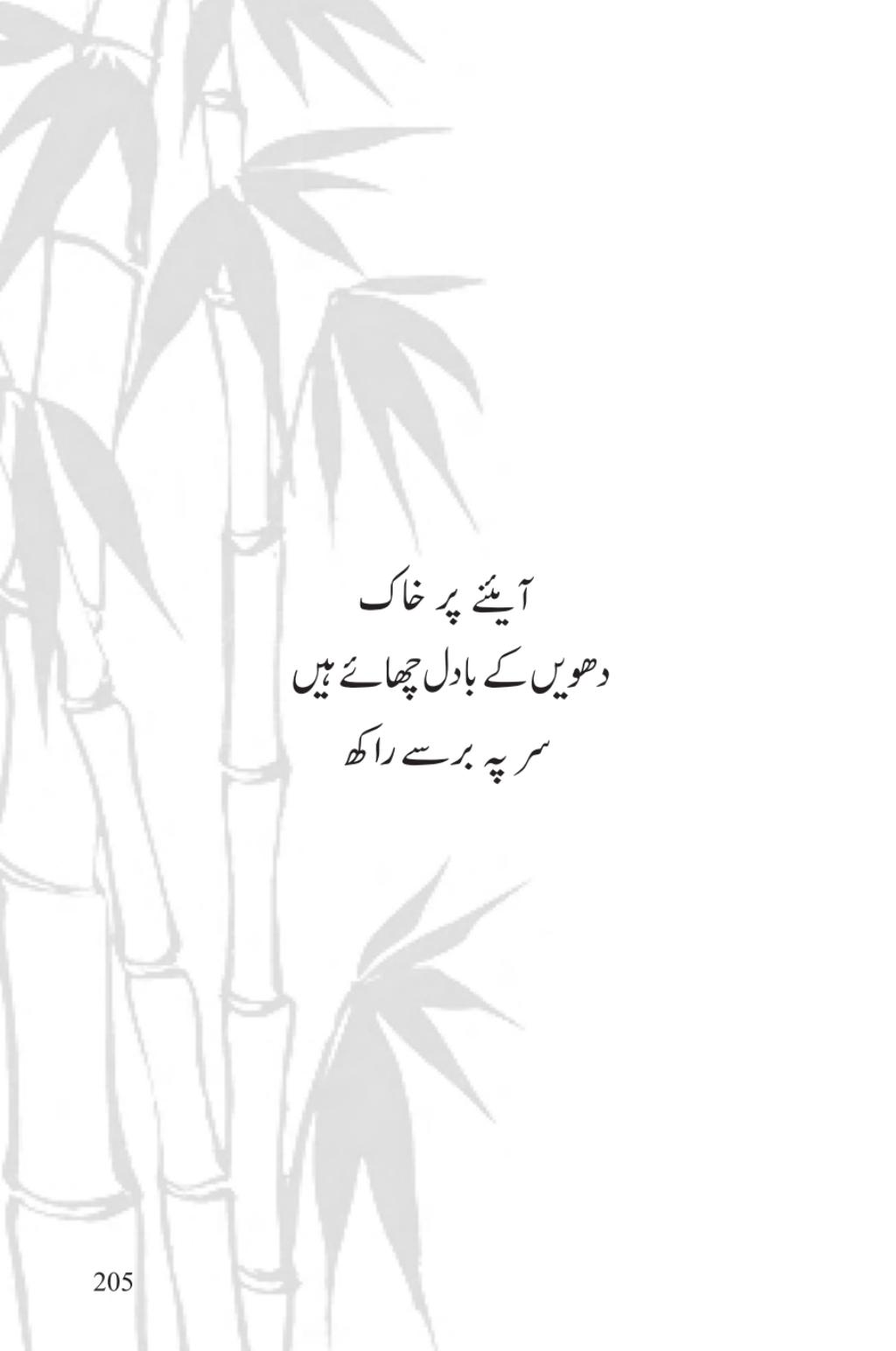


شعلوں کی لکار
تین طرف سے گھیرے ہے
گھوڑوں کی رفتار

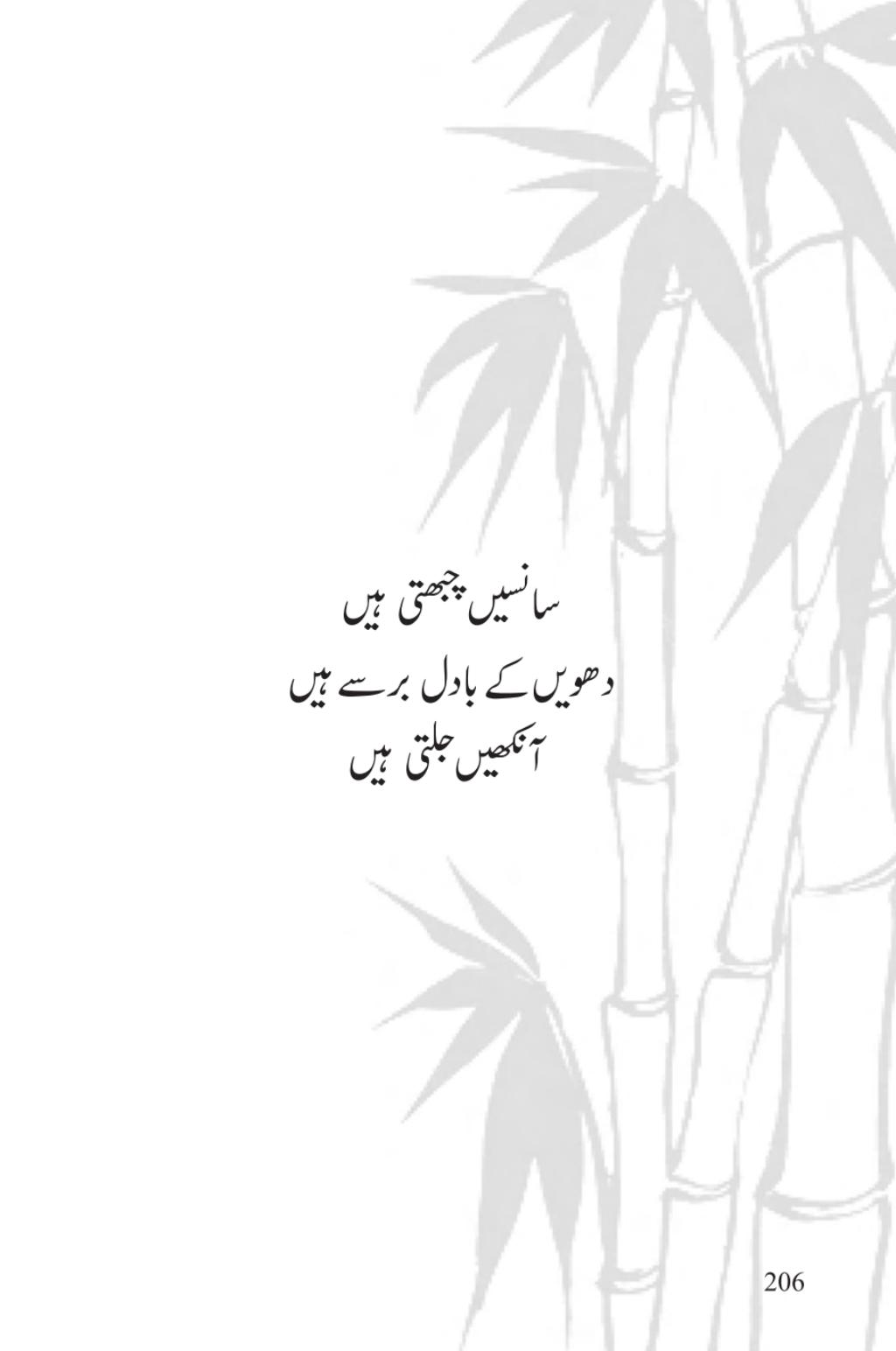
ہے جنگل کی آگ
پیچھے مڑ کر مت دیکھو
بھاگو بس بھاگو



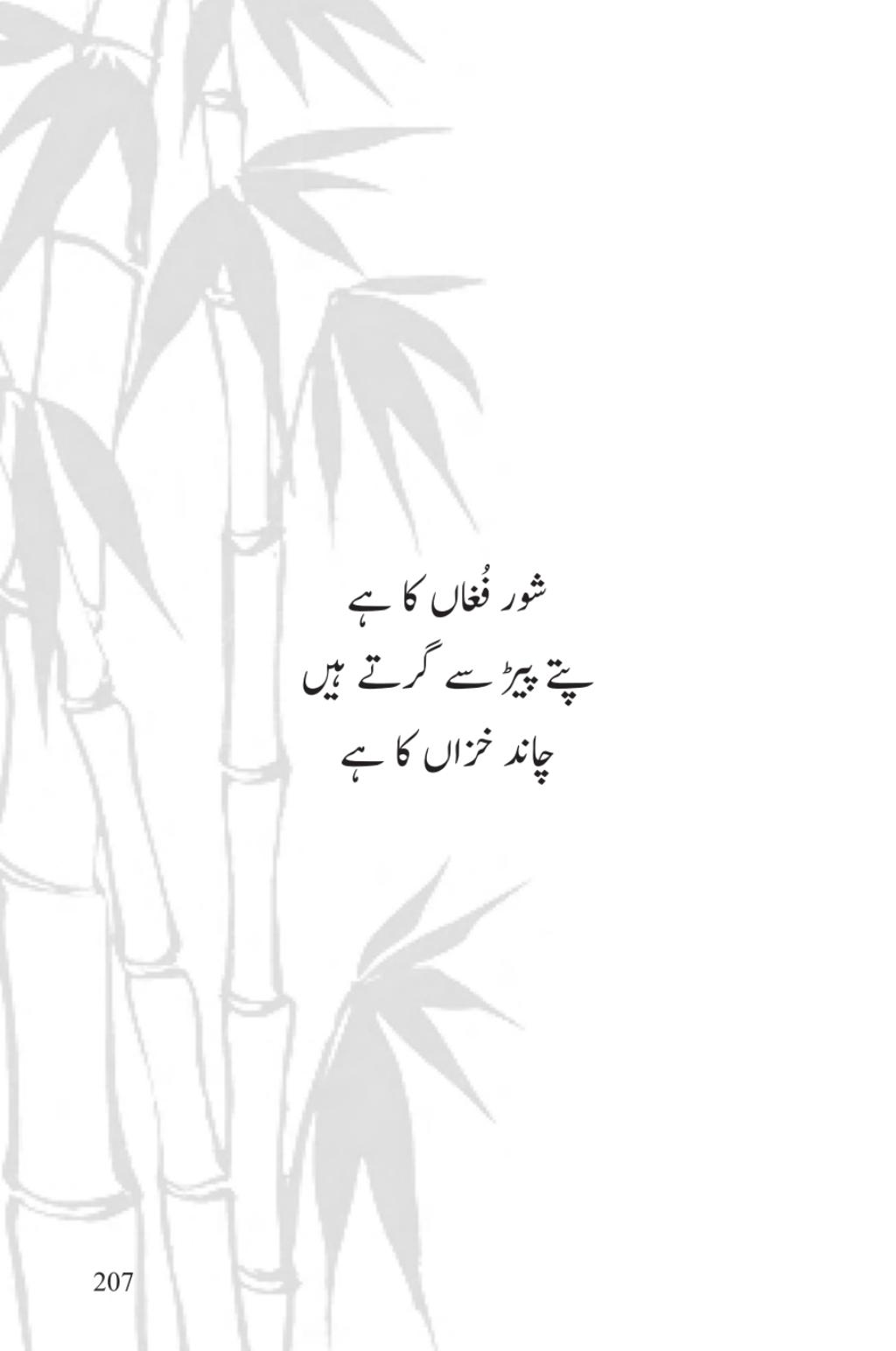
آگ ہوا کا وصل
چنگاری کے جگنو ہیں
شاخوں کی مشعل



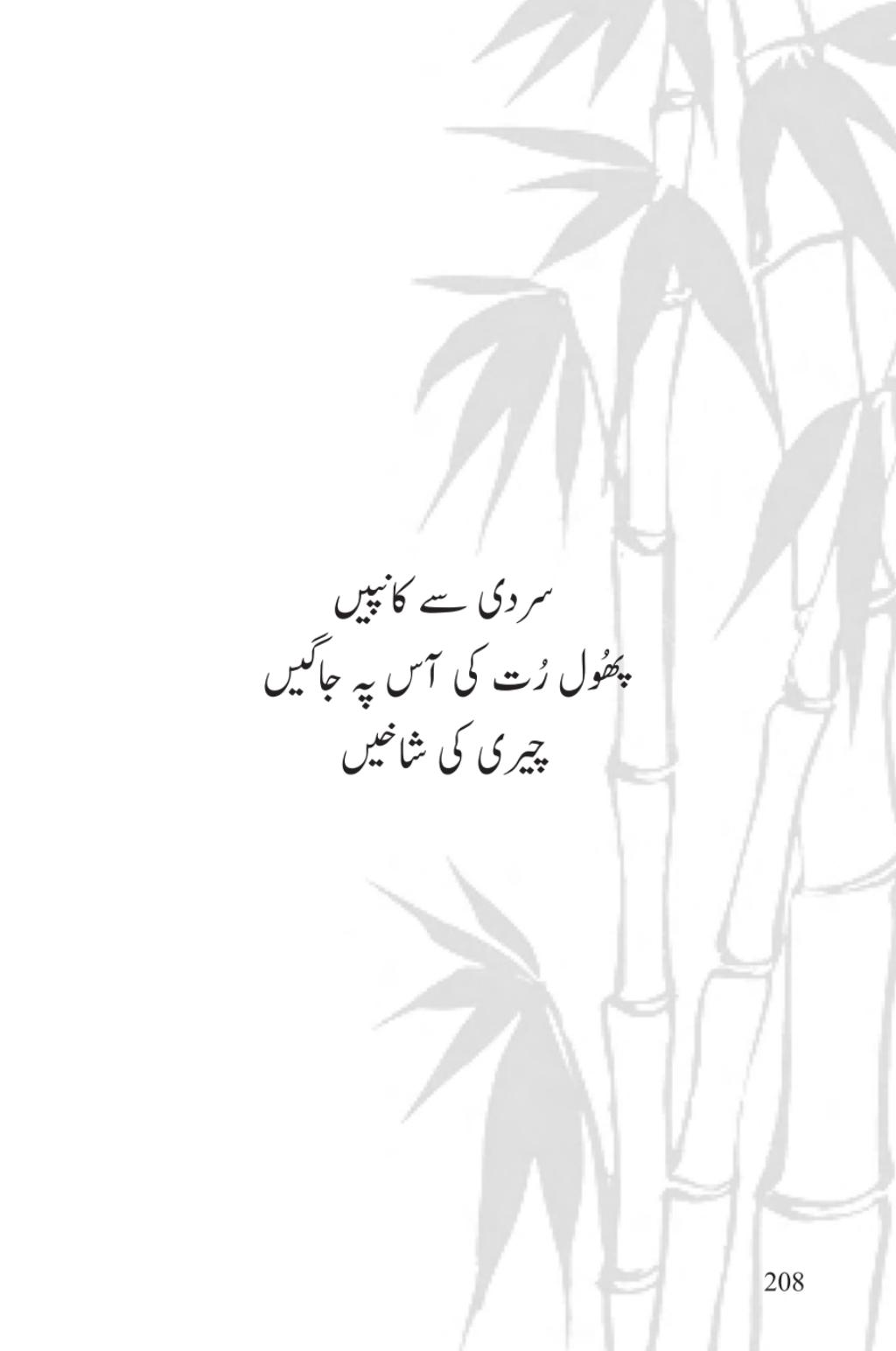
آئئے پر خاک
دھویں کے بادل چھائے ہیں
سر پہ بر سے راکھ



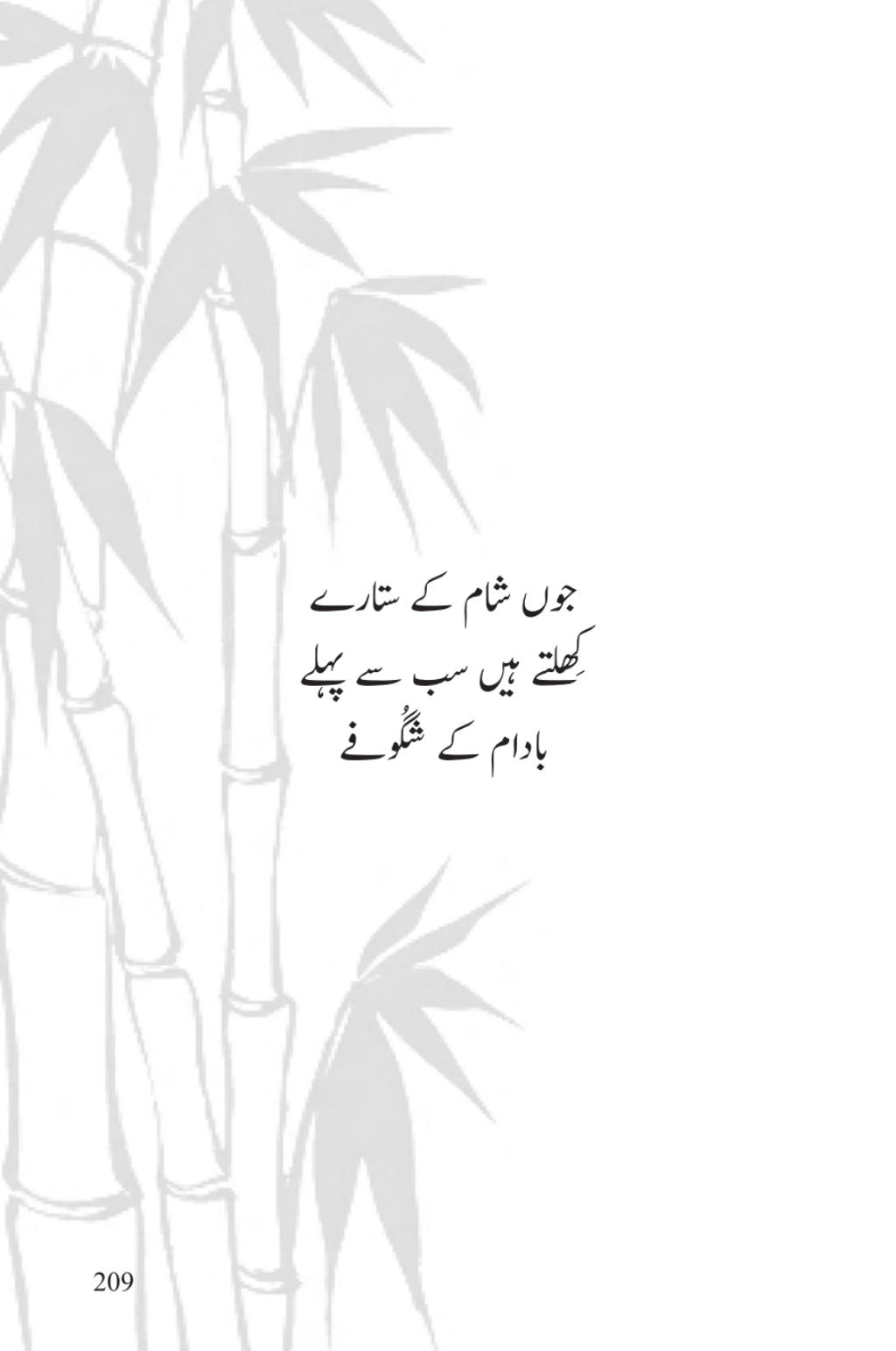
سانسیں چھتی ہیں
دھویں کے بادل بر سے ہیں
آنکھیں جلتی ہیں



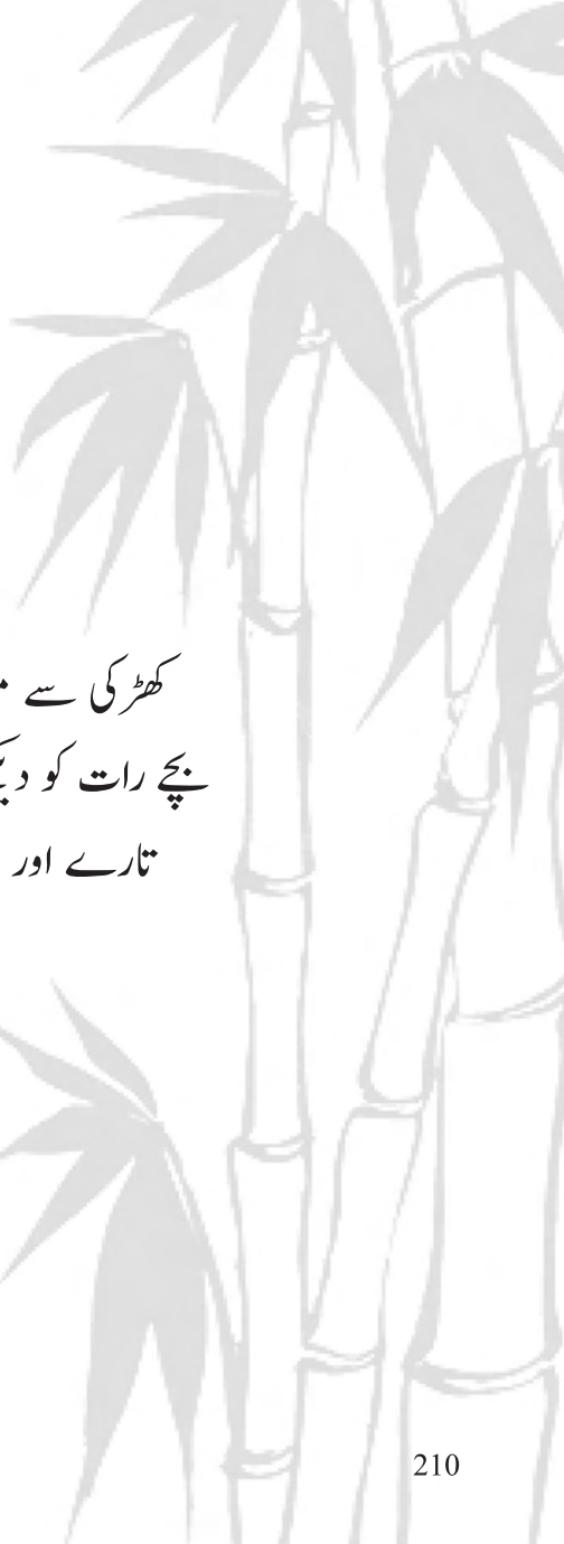
شور فُغاں کا ہے
پتے پیرٹ سے گرتے ہیں
چاند خزاں کا ہے



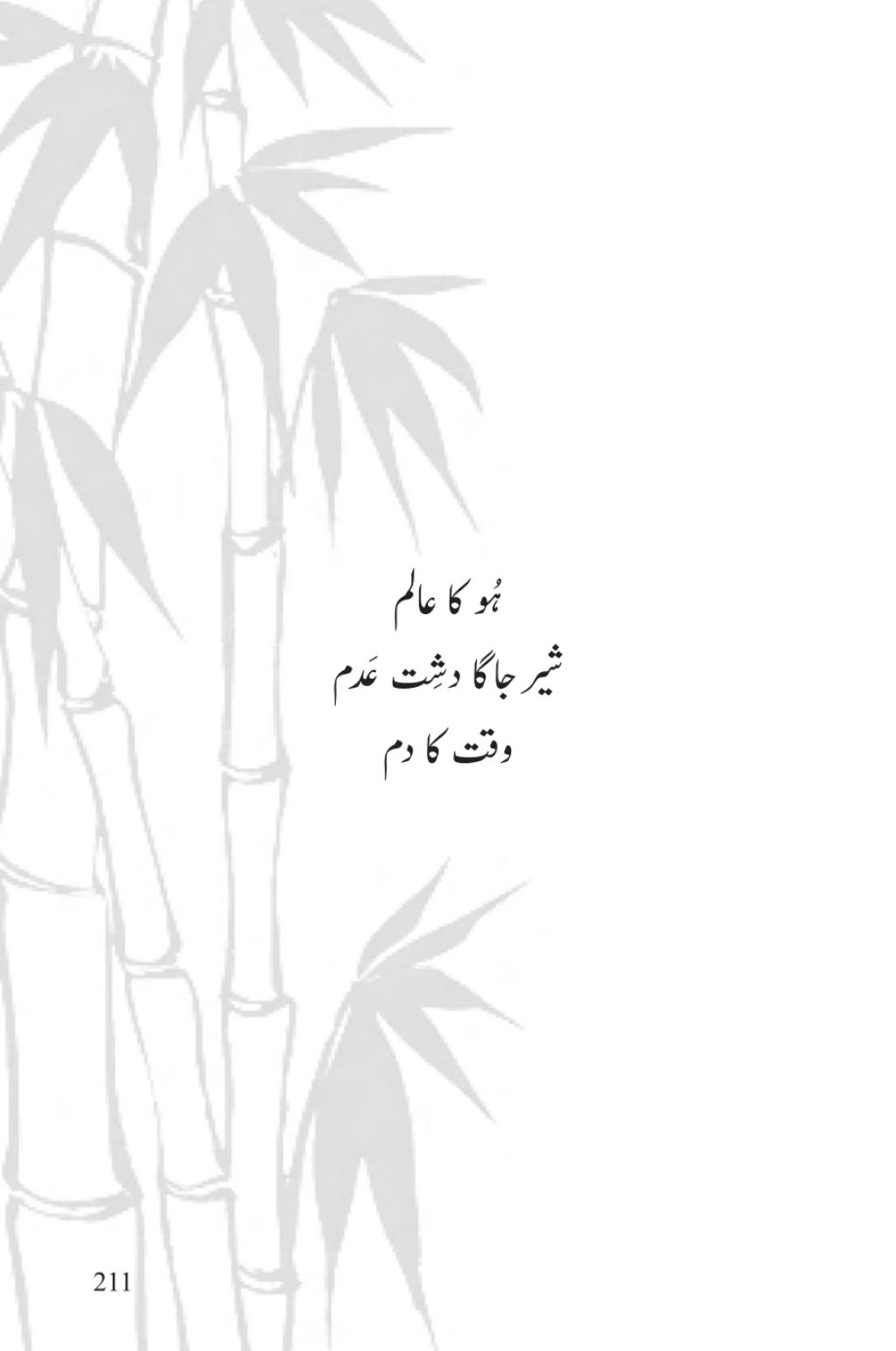
سردی سے کانپیں
پھول رُت کی آس پہ جائیں
چیری کی شاخیں



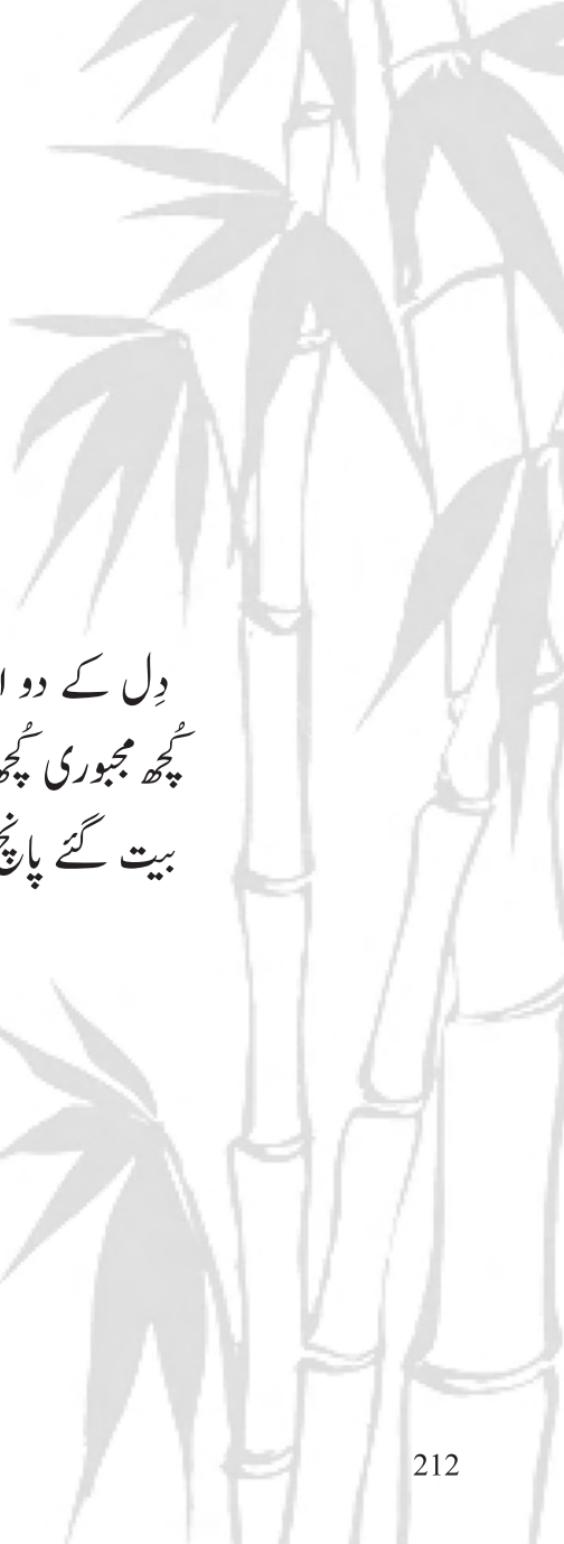
جو شام کے ستارے
کھلتے ہیں سب سے پہلے
بادام کے شنگوں فے



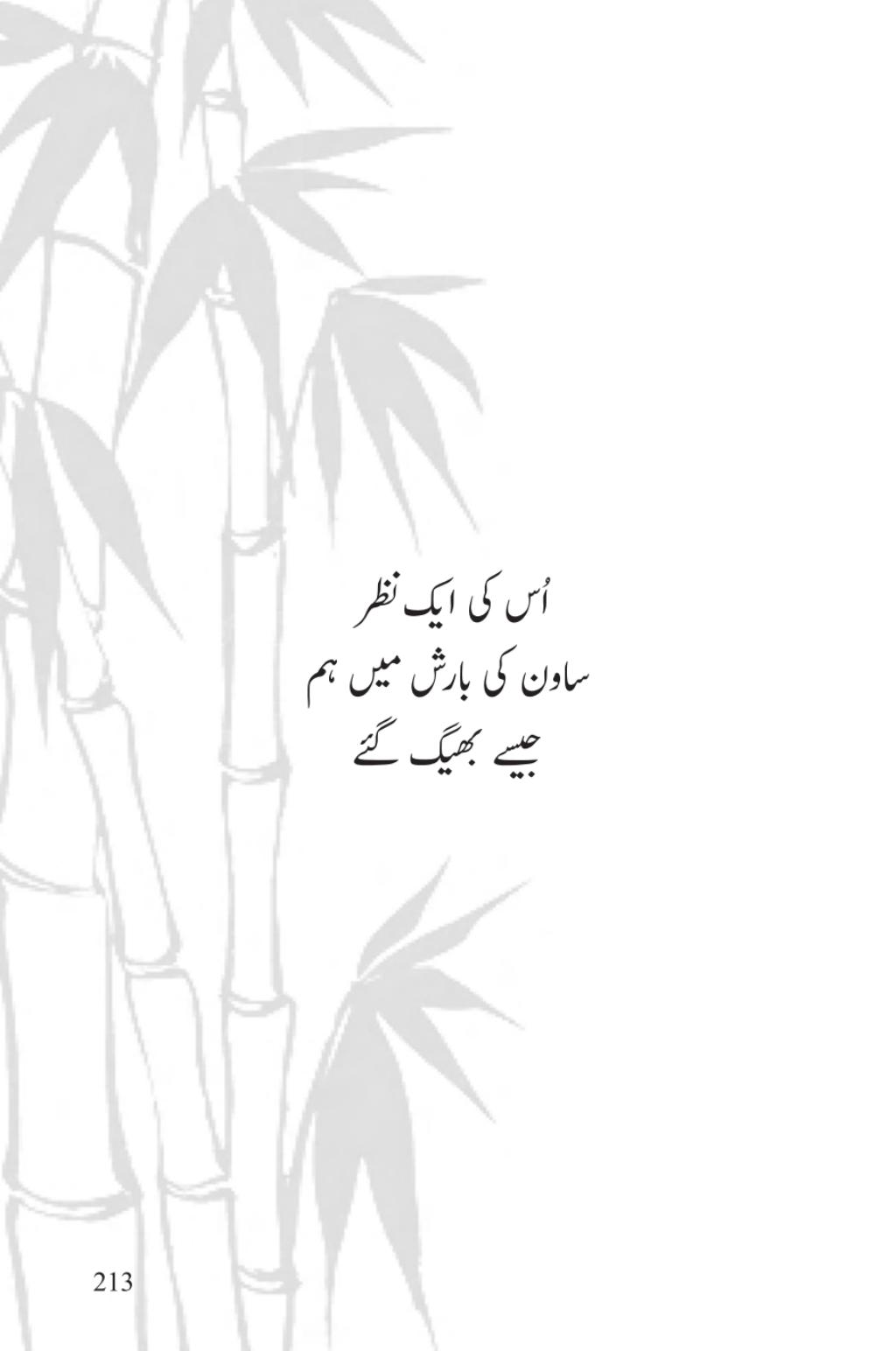
کھڑکی سے میری
پچھے رات کو دیکھتے ہیں
تارے اور جہاز



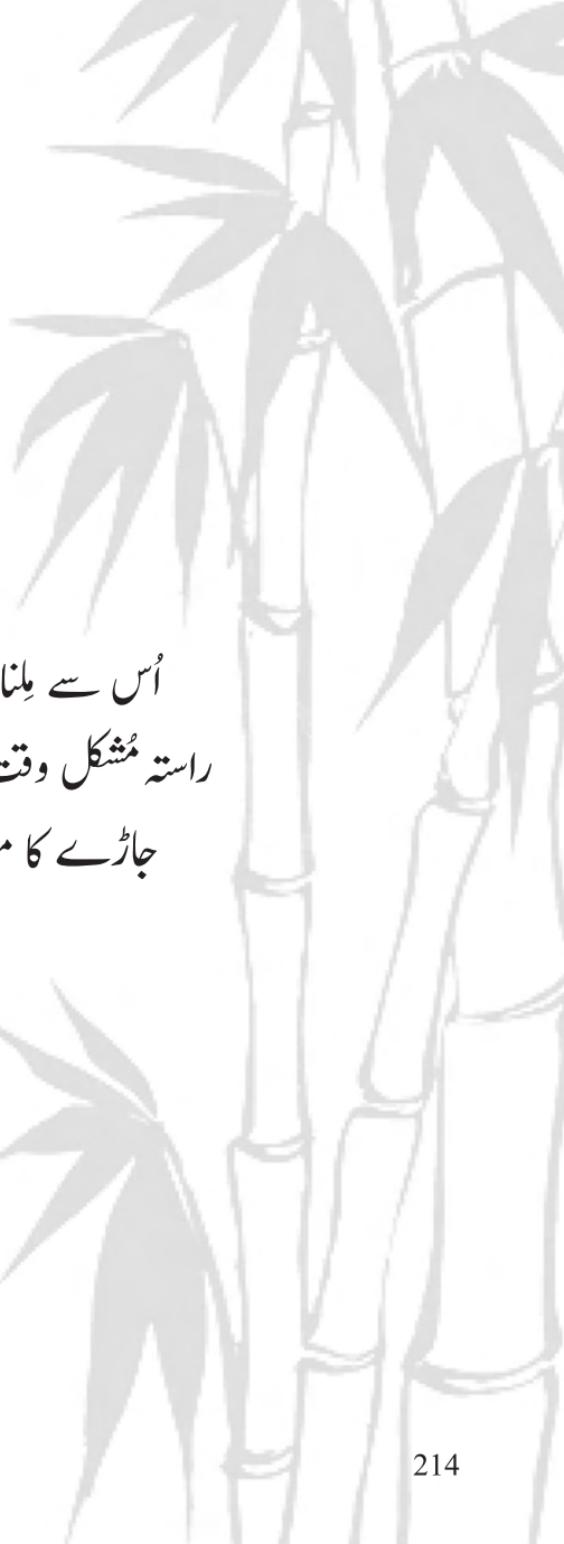
ہُو کا عالم
شیر جاگا دشّت عدم
وقت کا دم



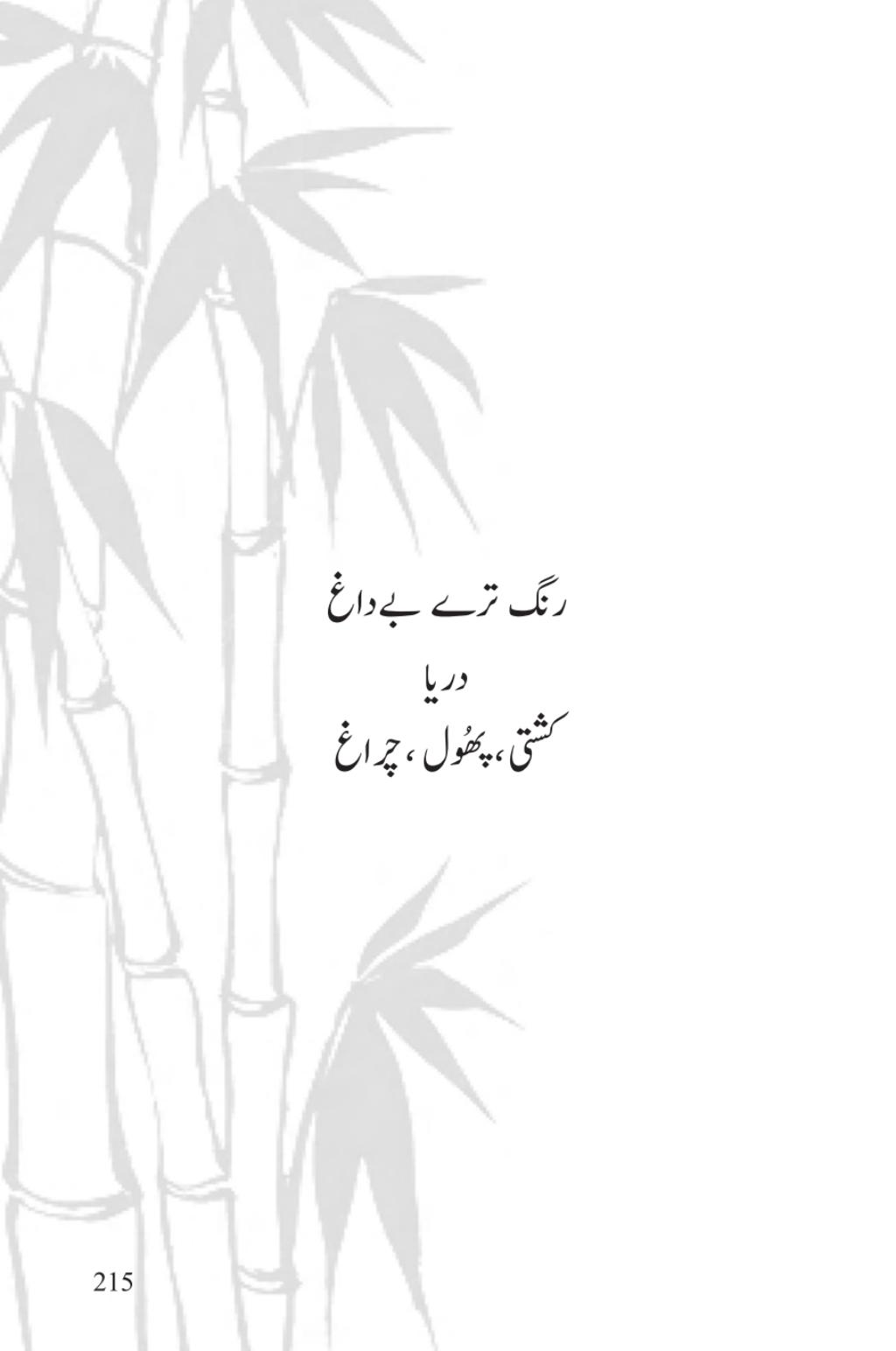
دِل کے دو احوال
چُکھ مجبوری چُکھ دوستی
بیت گئے پانچ سال



اُس کی ایک نظر
ساوان کی بارش میں ہم
جیسے بھیگ گئے



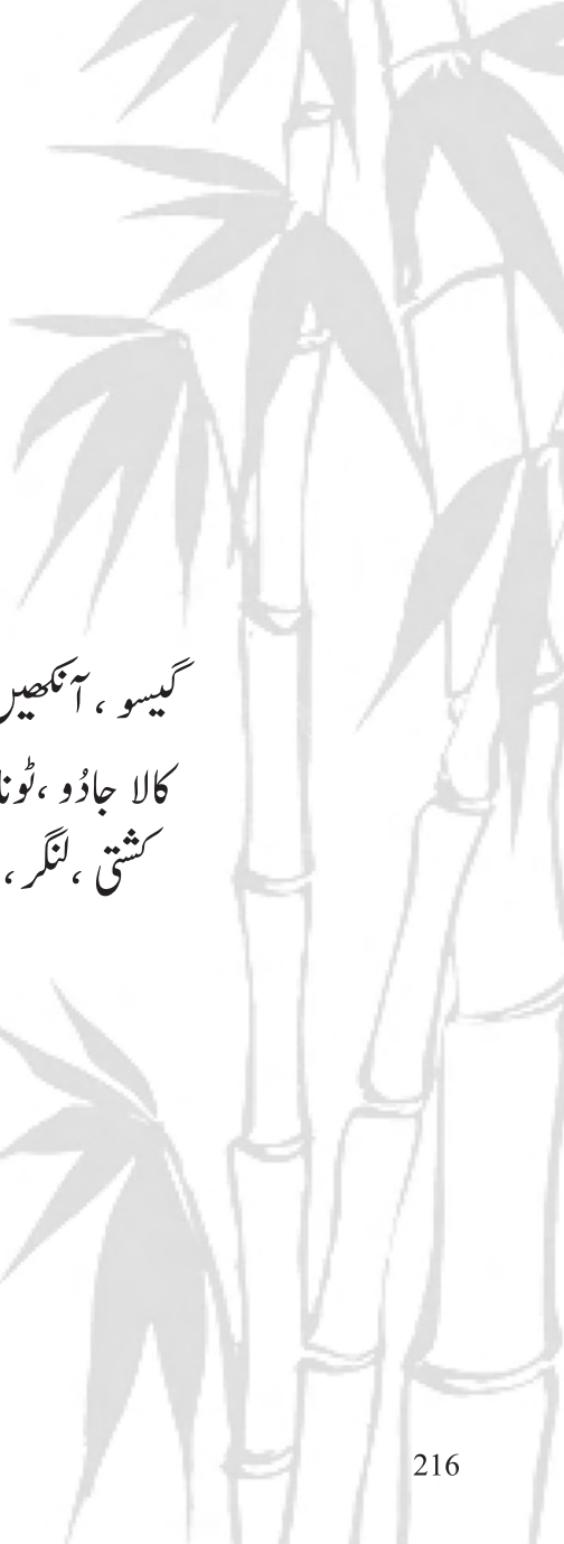
اُس سے ملنا ہے
راستہ مشکل وقت ہے کم
جاڑے کا موسم



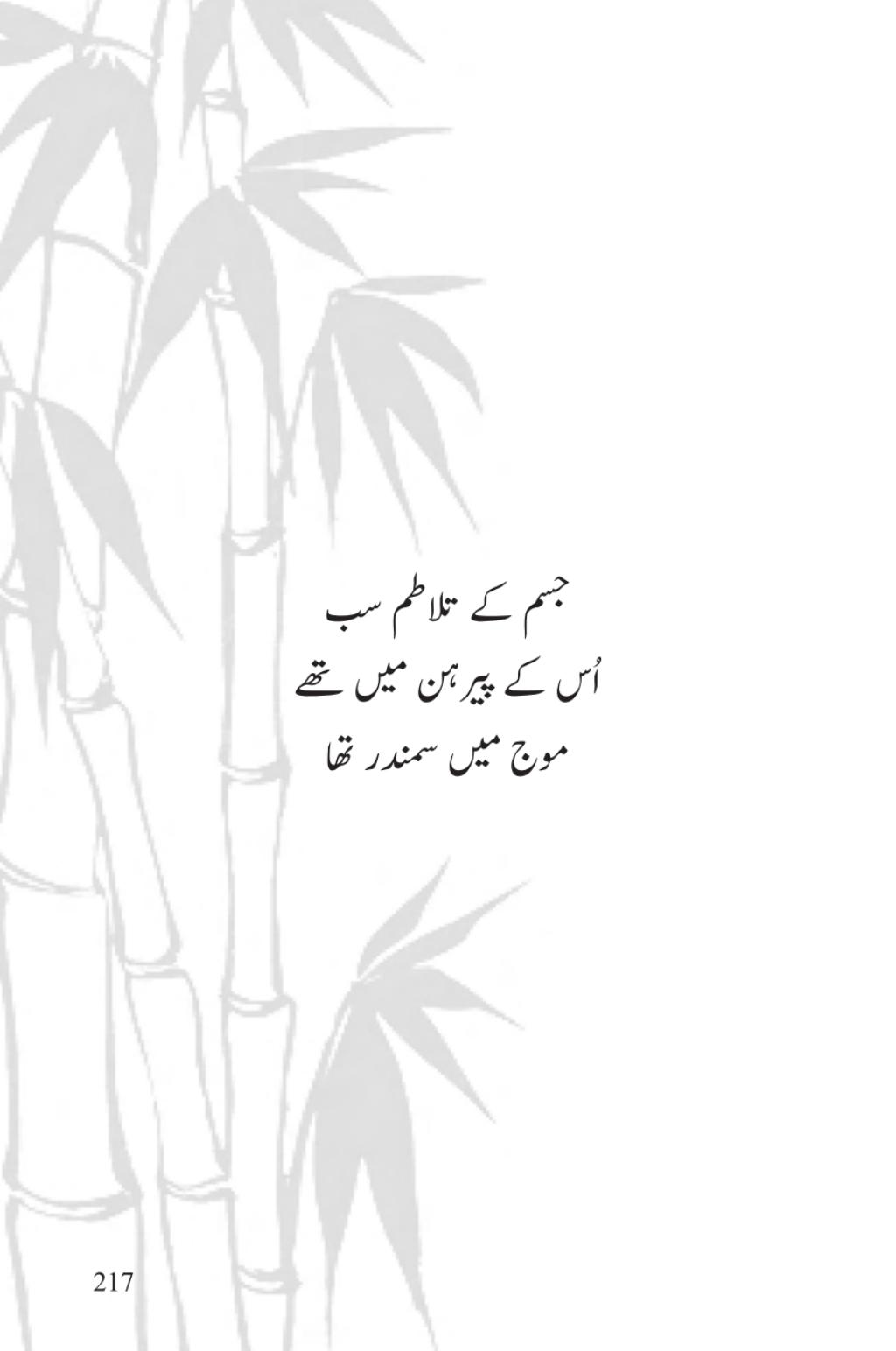
رنگ ترے بے داغ

دریا

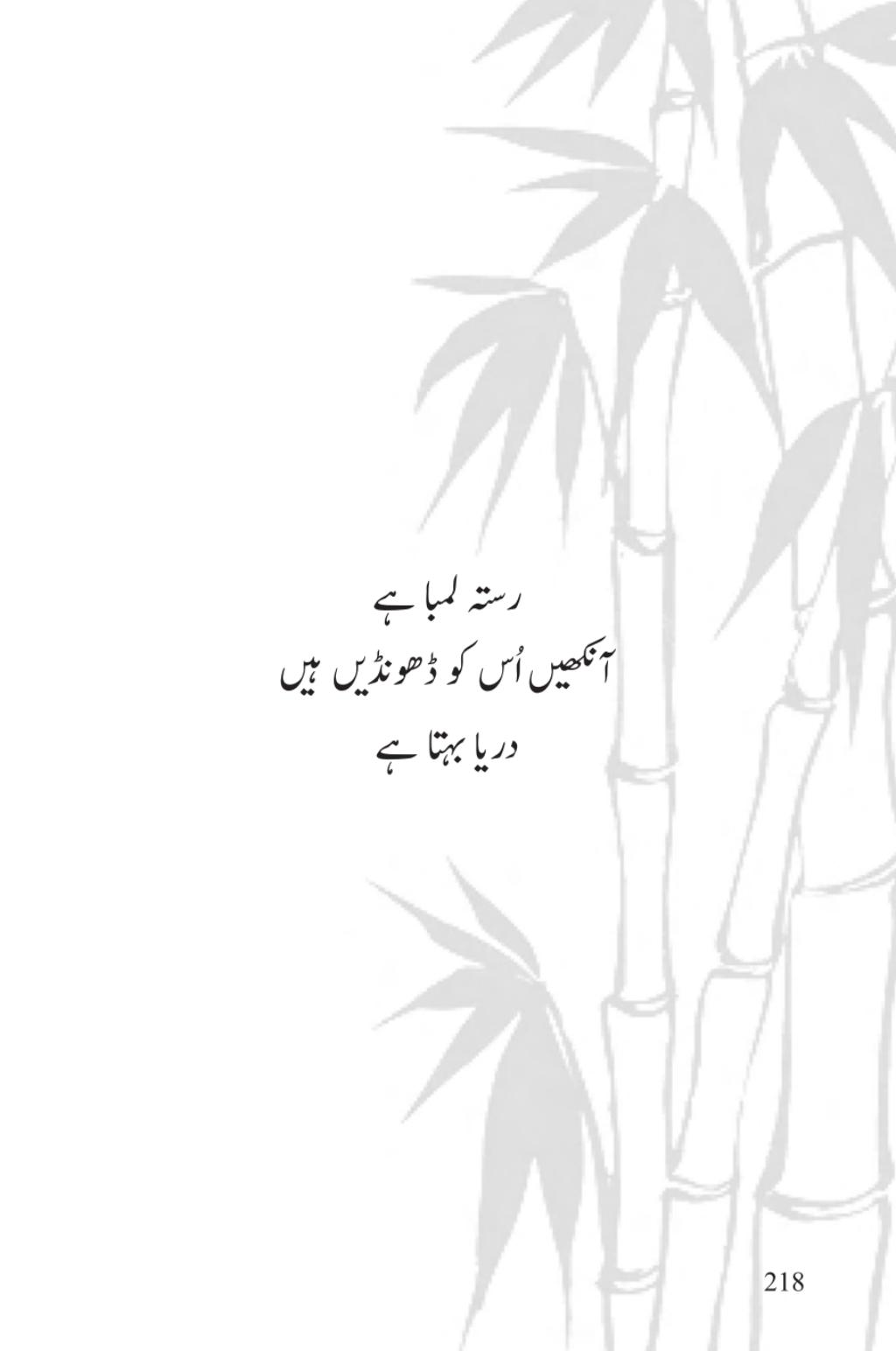
کشتی، پھول، چراغ



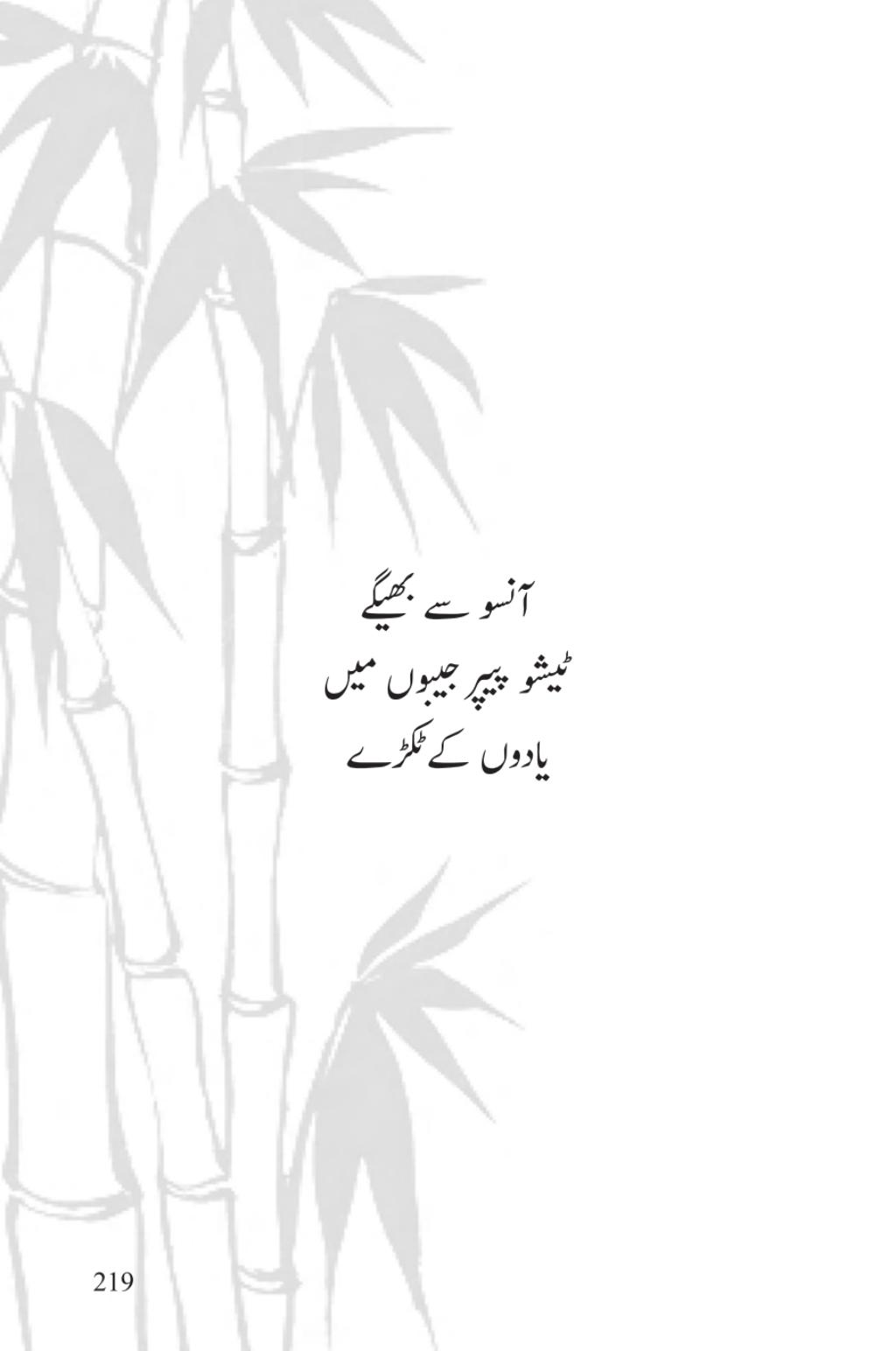
گیسو، آنکھیں، خال
کالا جادو، ٹونا، فال
کشتی، لنگر، جال



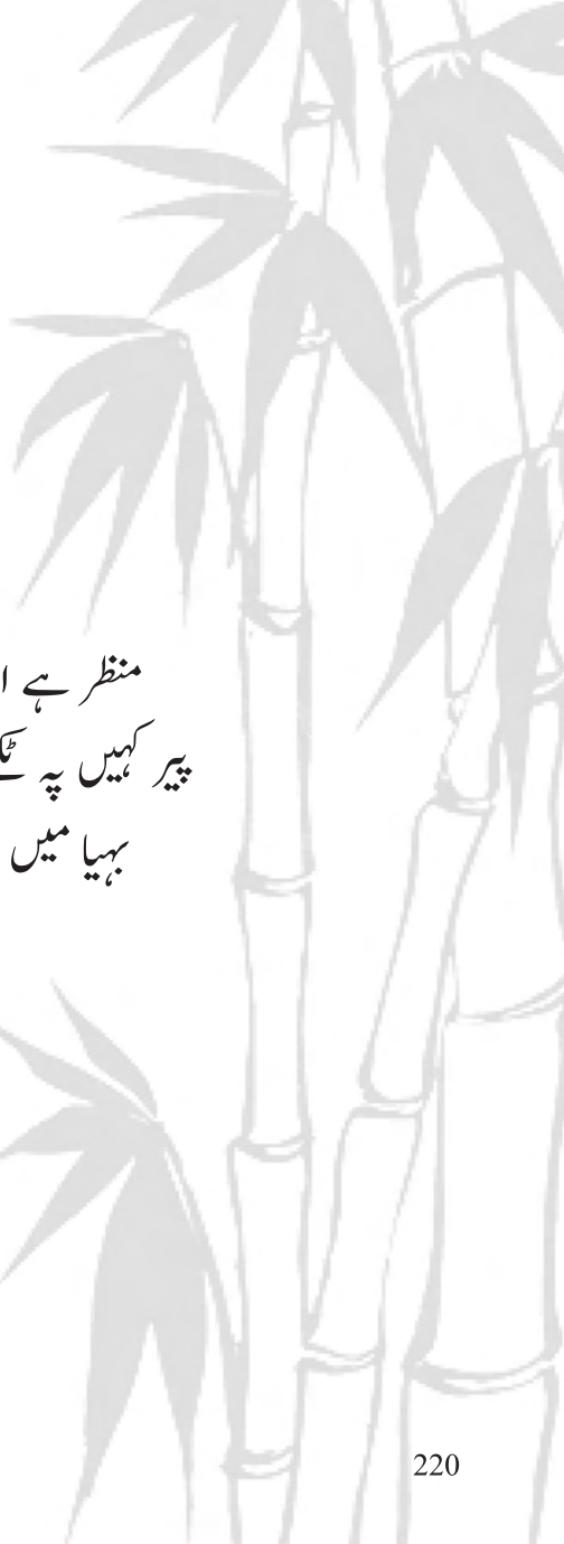
جسم کے تلاطم سب
اُس کے پیر ہن میں تھے
موج میں سمندر تھا



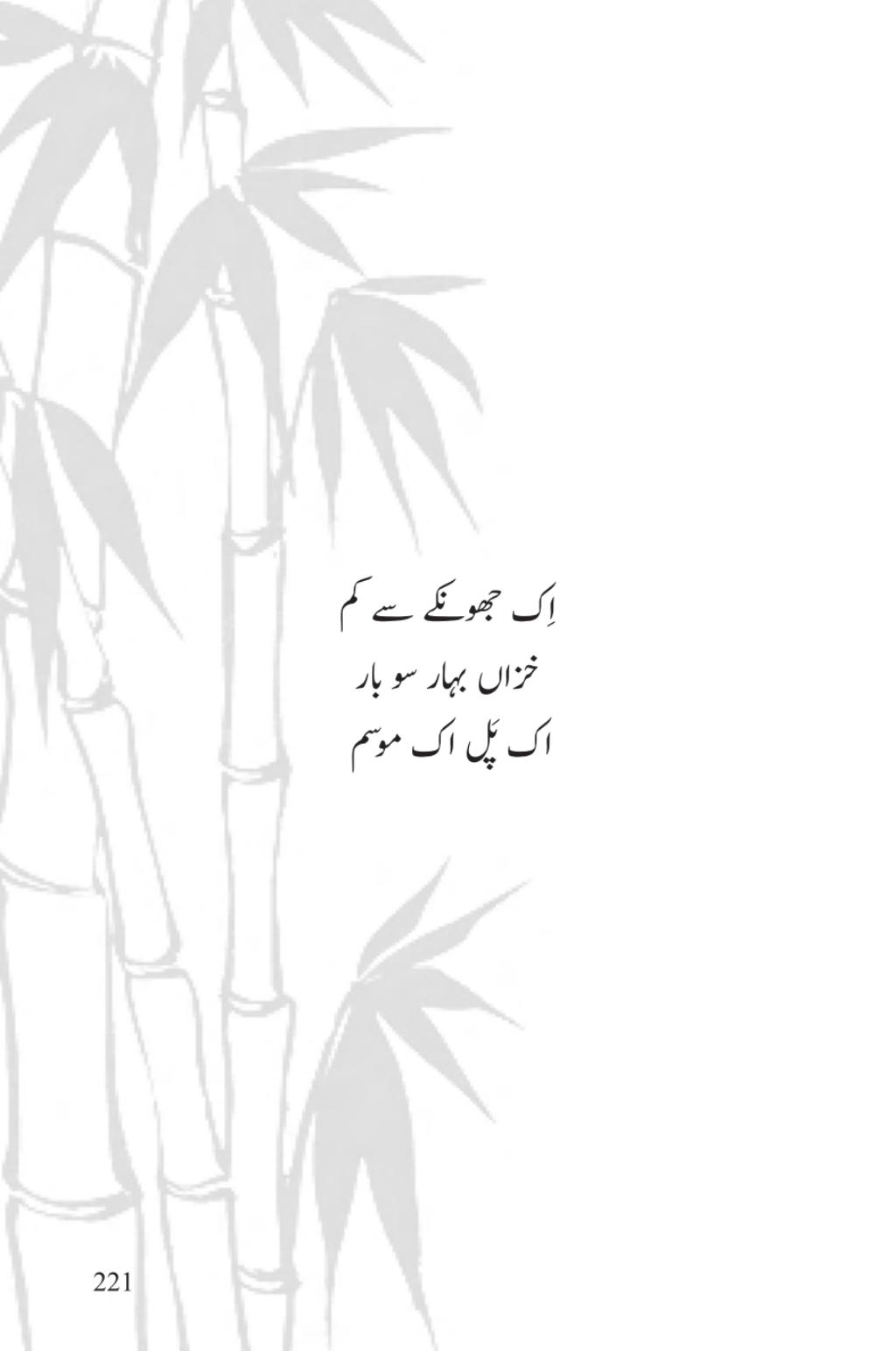
رسٹے لمبا ہے
آنکھیں اُس کو ڈھونڈیں ہیں
دریا بہتا ہے



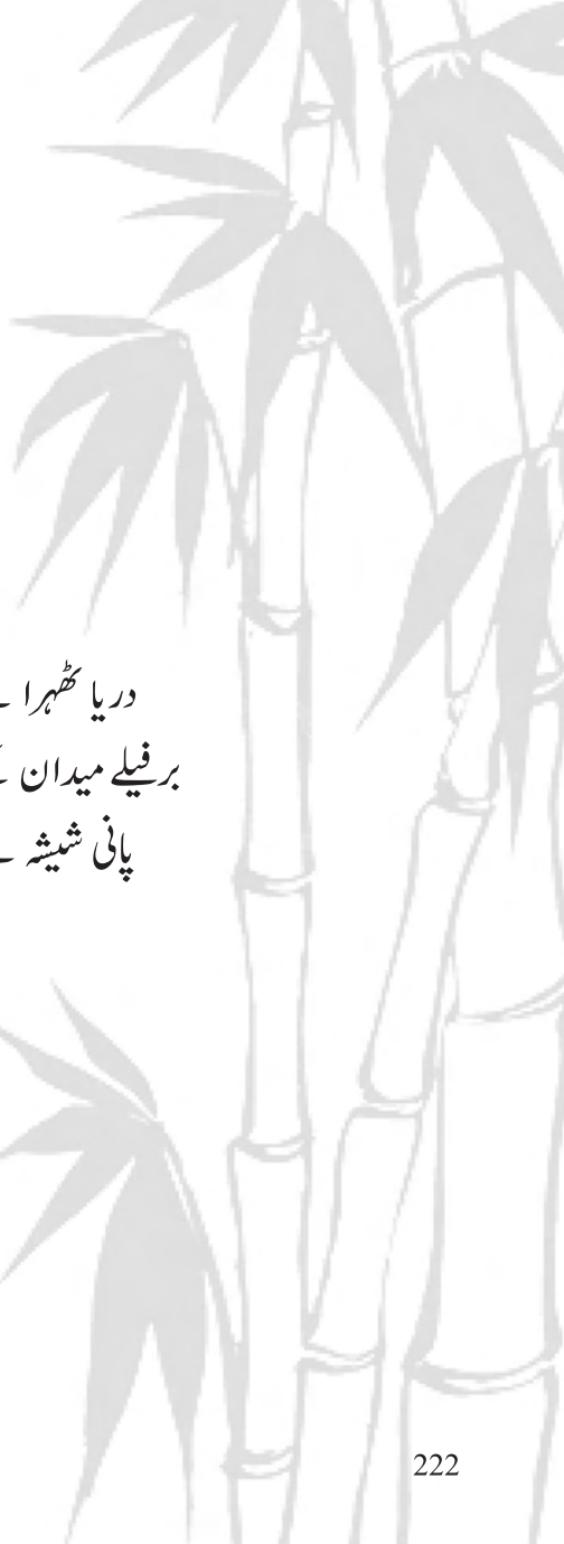
آنسو سے بھیگے
ٹیشو پپر جیبوں میں
یادوں کے ٹکڑے



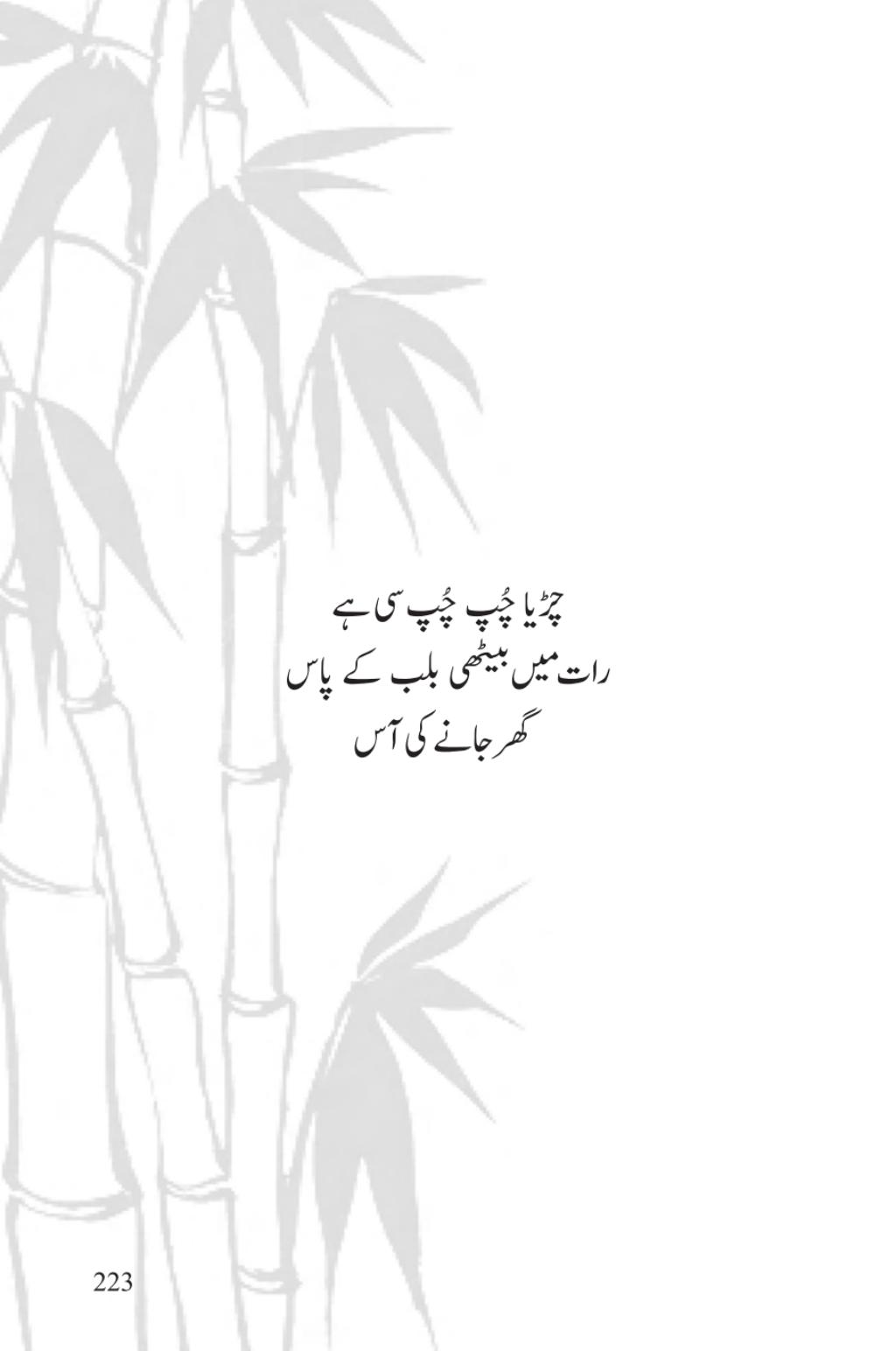
منظر ہے اچھا
پیر کہیں پہ نکلتے ہیں
بہیا میں نیا



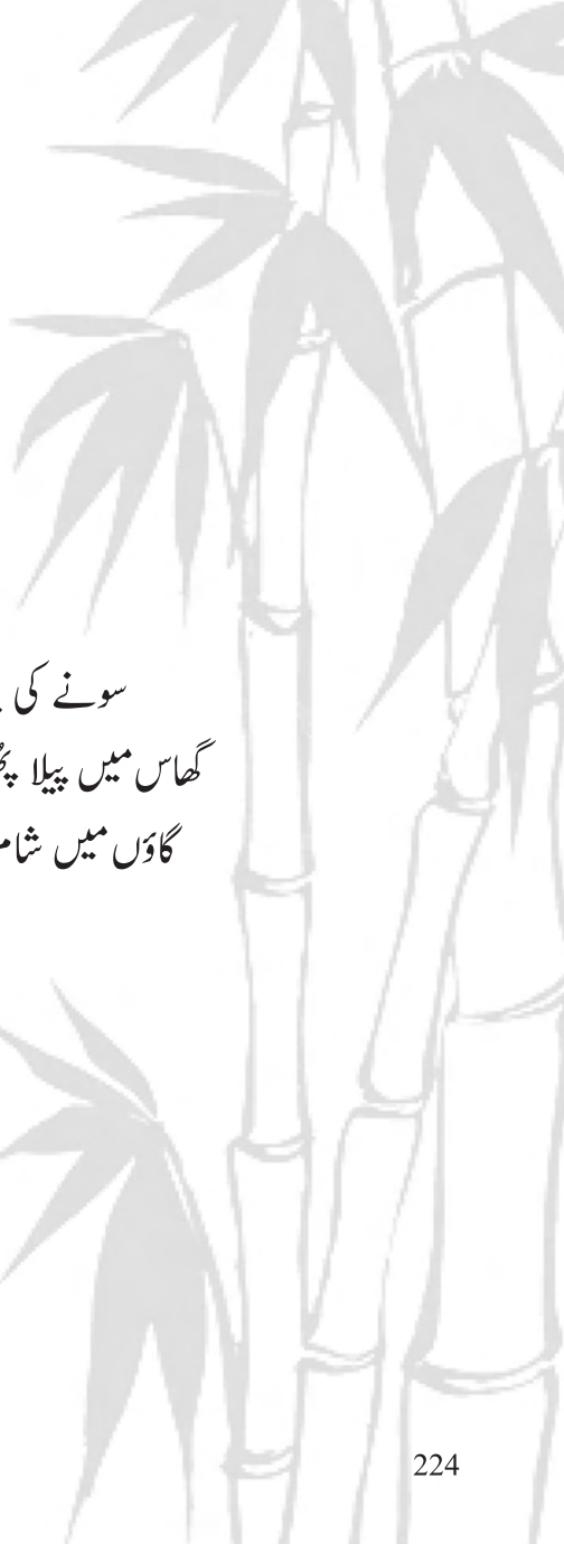
اک جھونکے سے کم
خزاں بہار سو بار
اک پل اک موسم



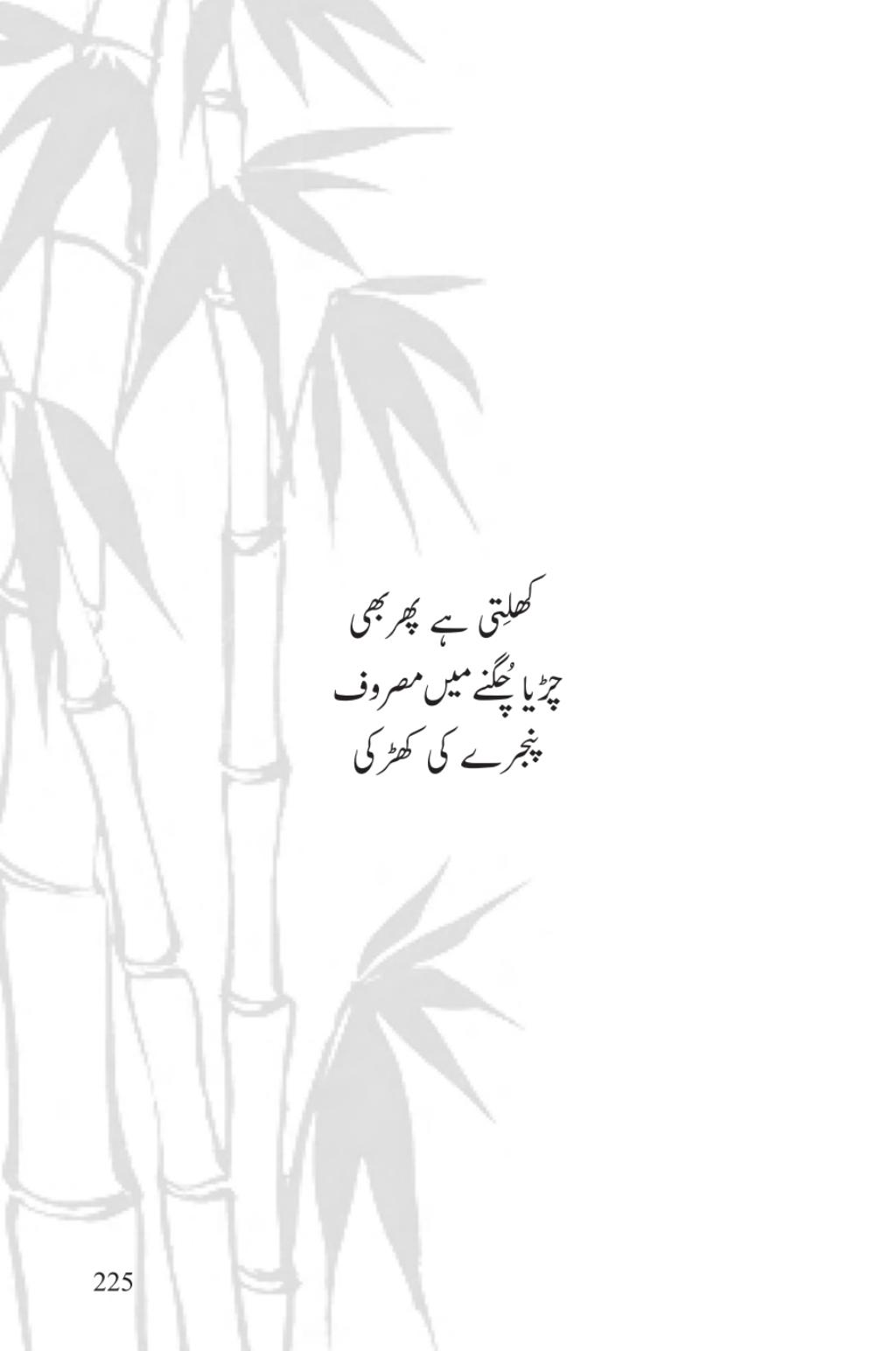
دریا ٹھہرا ہے
برفیلے میدان کے نیچے^ج
پانی شیشہ ہے



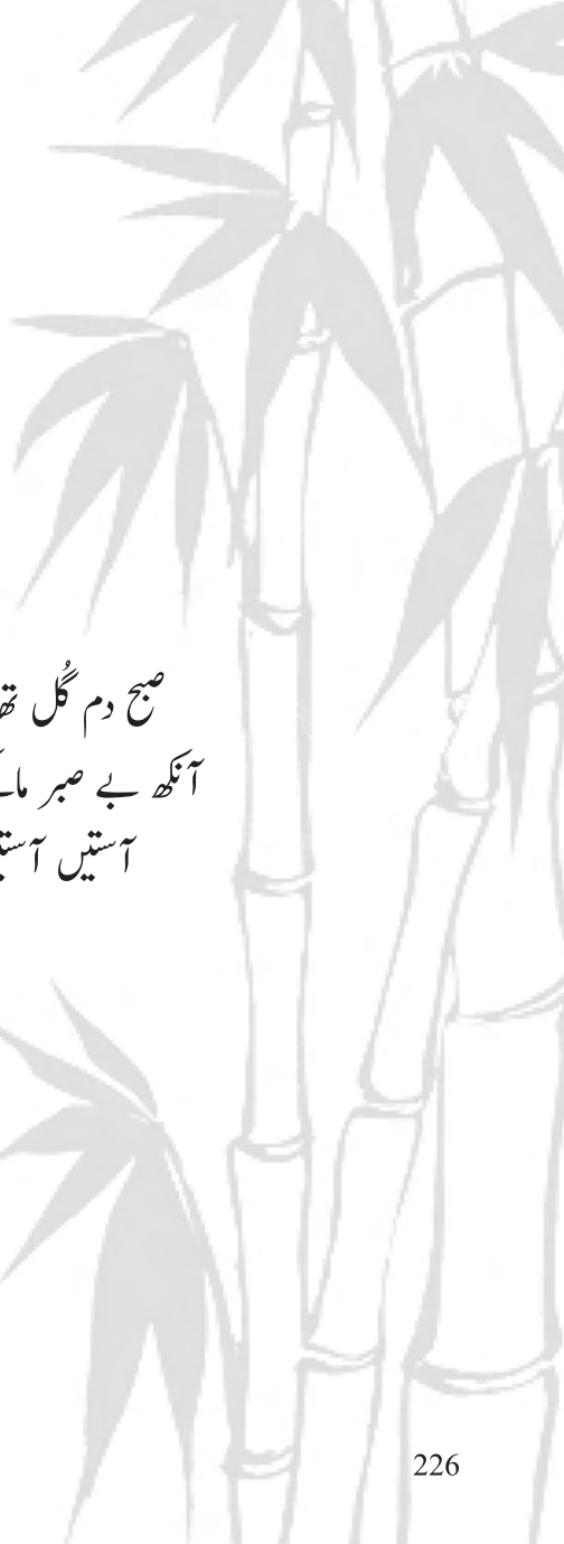
چڑیا چپ چپ سی ہے
رات میں بیٹھی بلب کے پاس
گھر جانے کی آس



سو نے کی پتی
گھاس میں پیلا پھول بنے
گاؤں میں شام ڈھلے

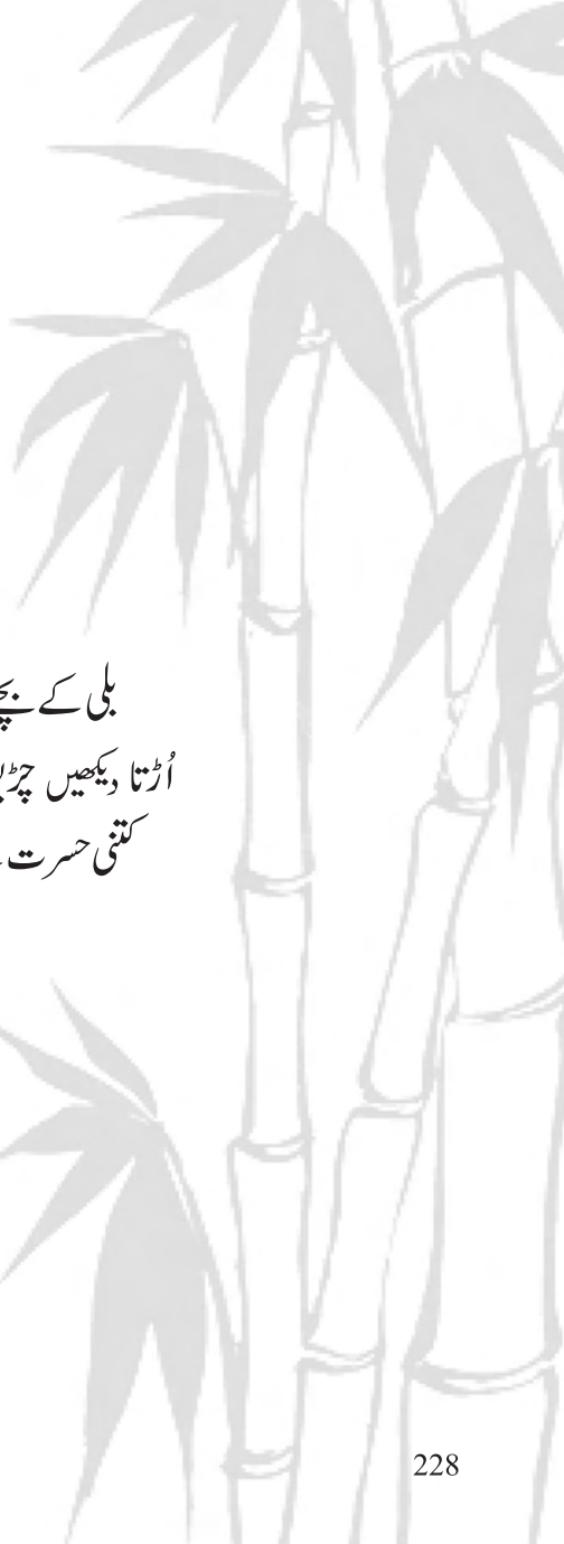


کھلتی ہے پھر بھی
چڑیا پُچنے میں مصروف
پنجربے کی کھڑکی

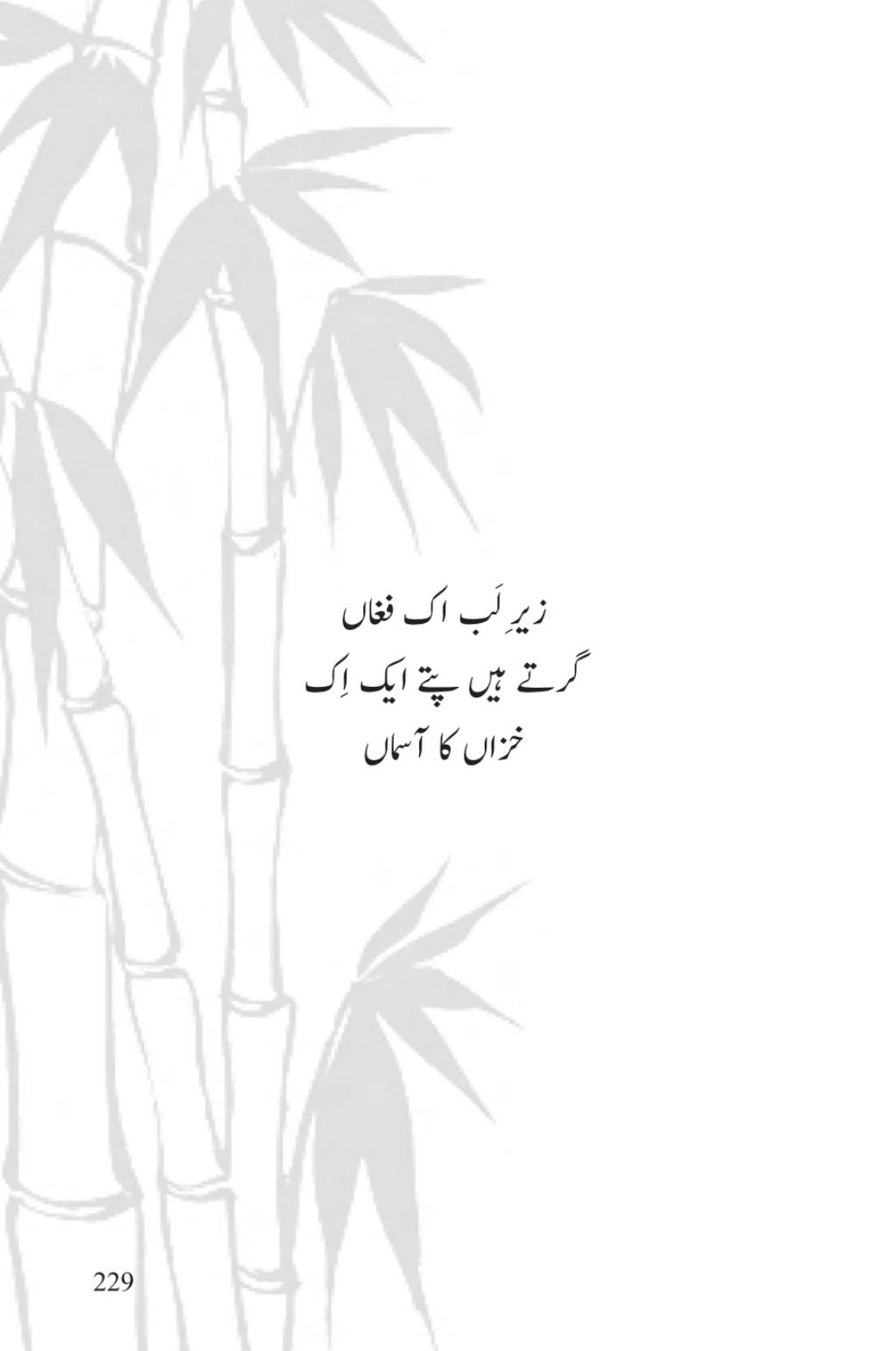


صحح دم گل تھا گل
آنکھ بے صبر مانگے بہت
آستین آستین

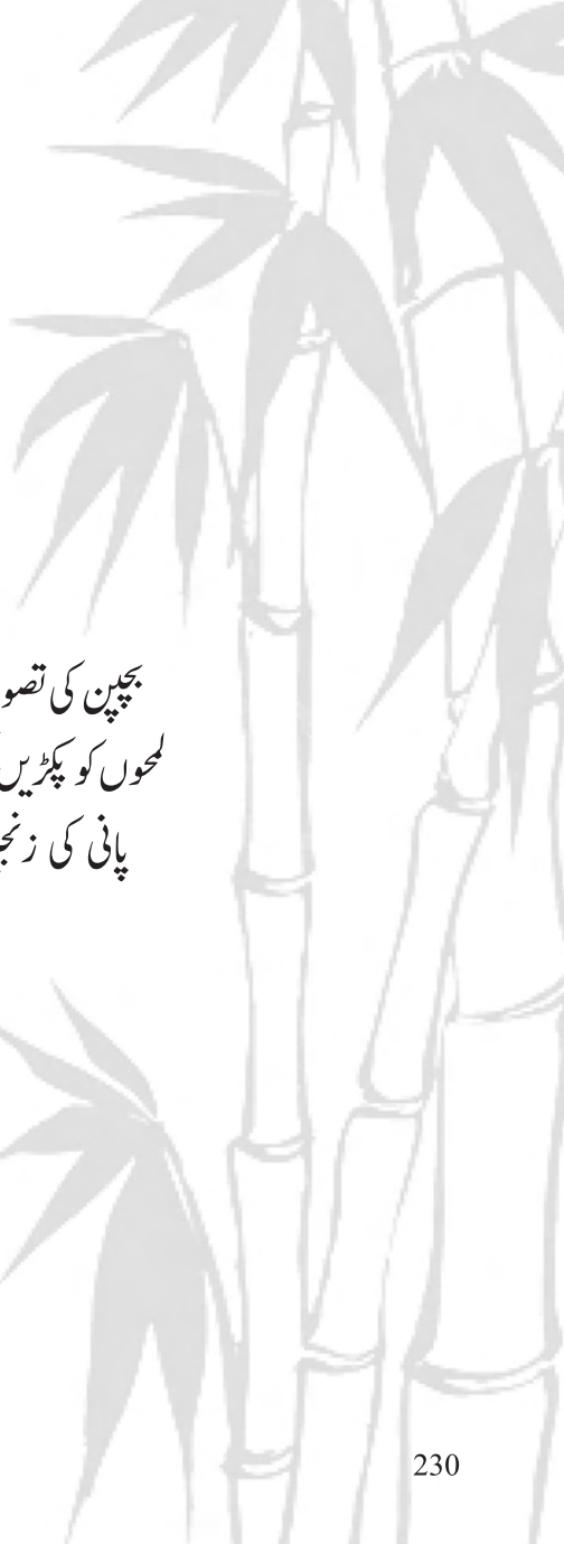
جھولے کی اک پنگ
اوپر نیچے
رات دن جھولا جھولے



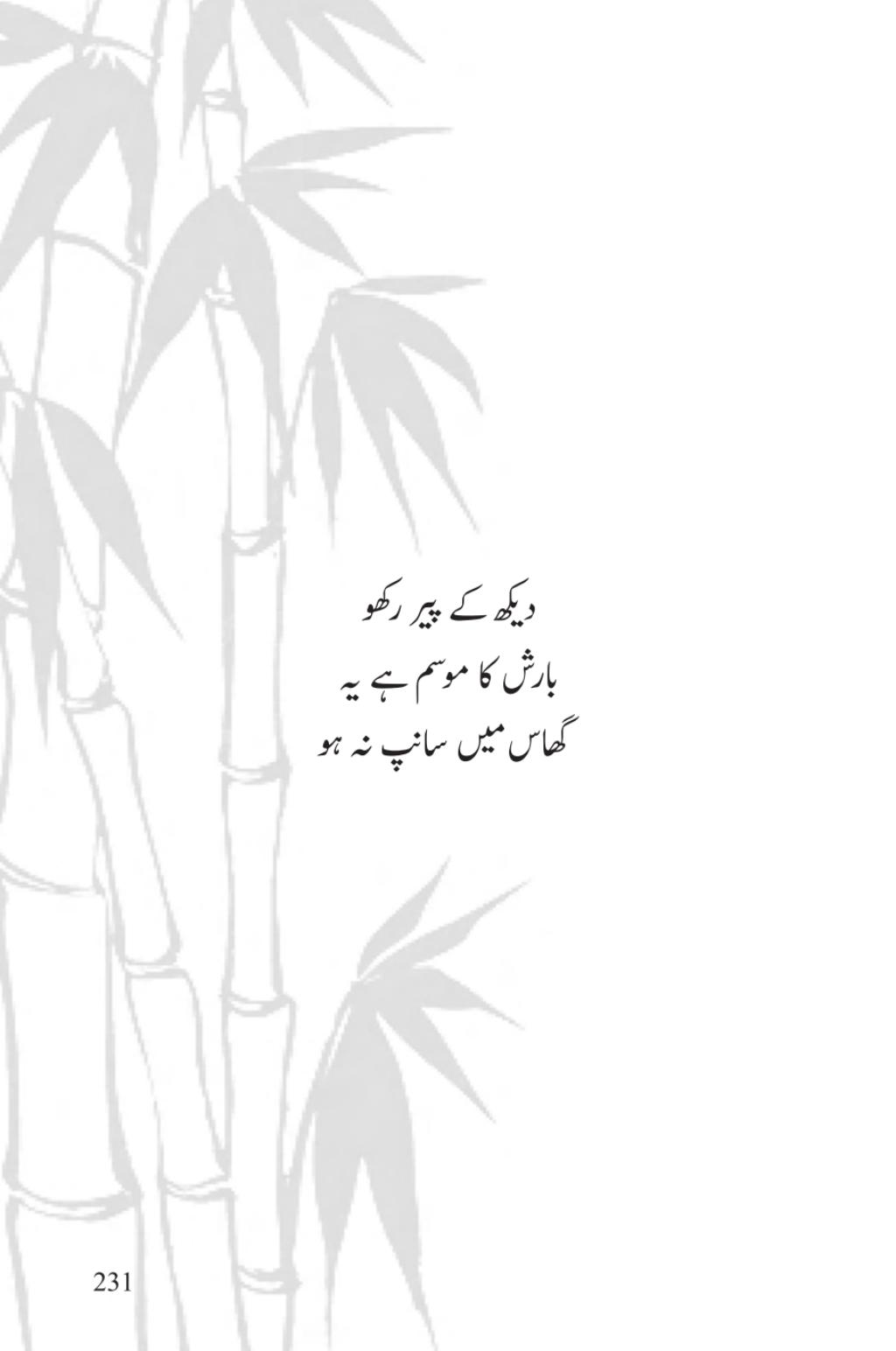
بلی کے بچے
اُڑتا دیکھیں چڑیوں کو
کتنی حسرت سے



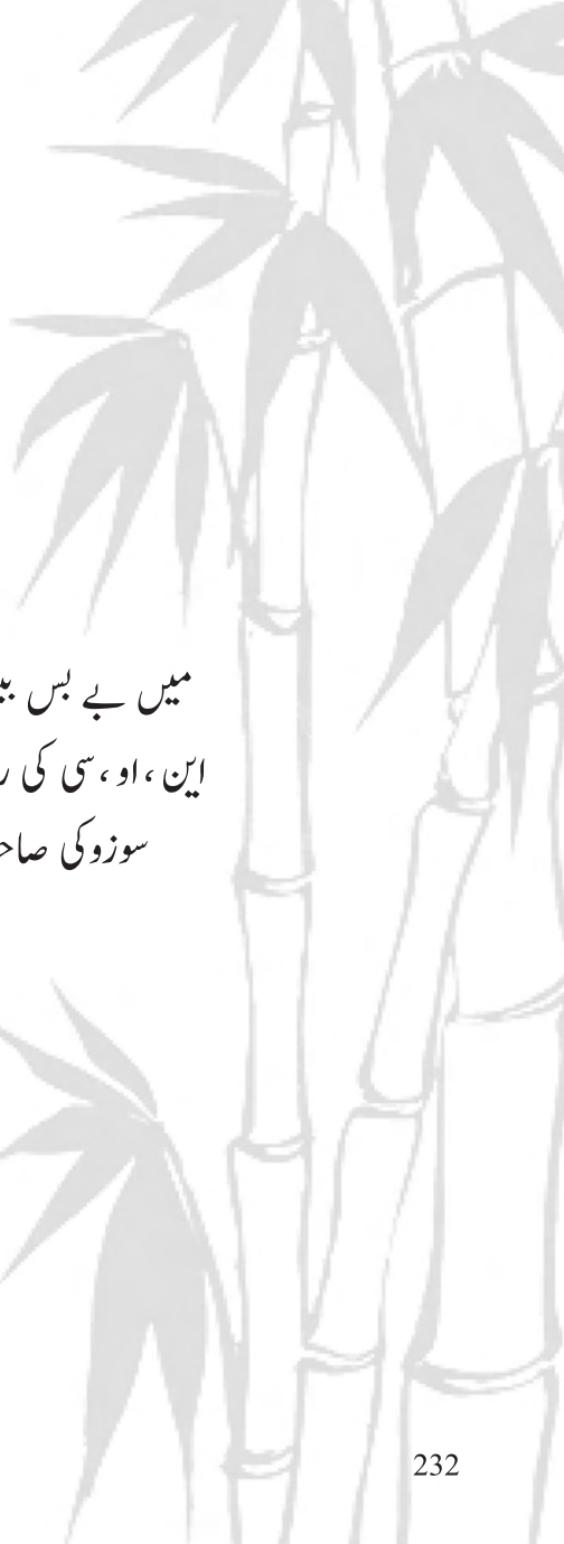
زیرِ کب اک فغاں
گرتے ہیں پتے ایک اک
خزاں کا آسمان



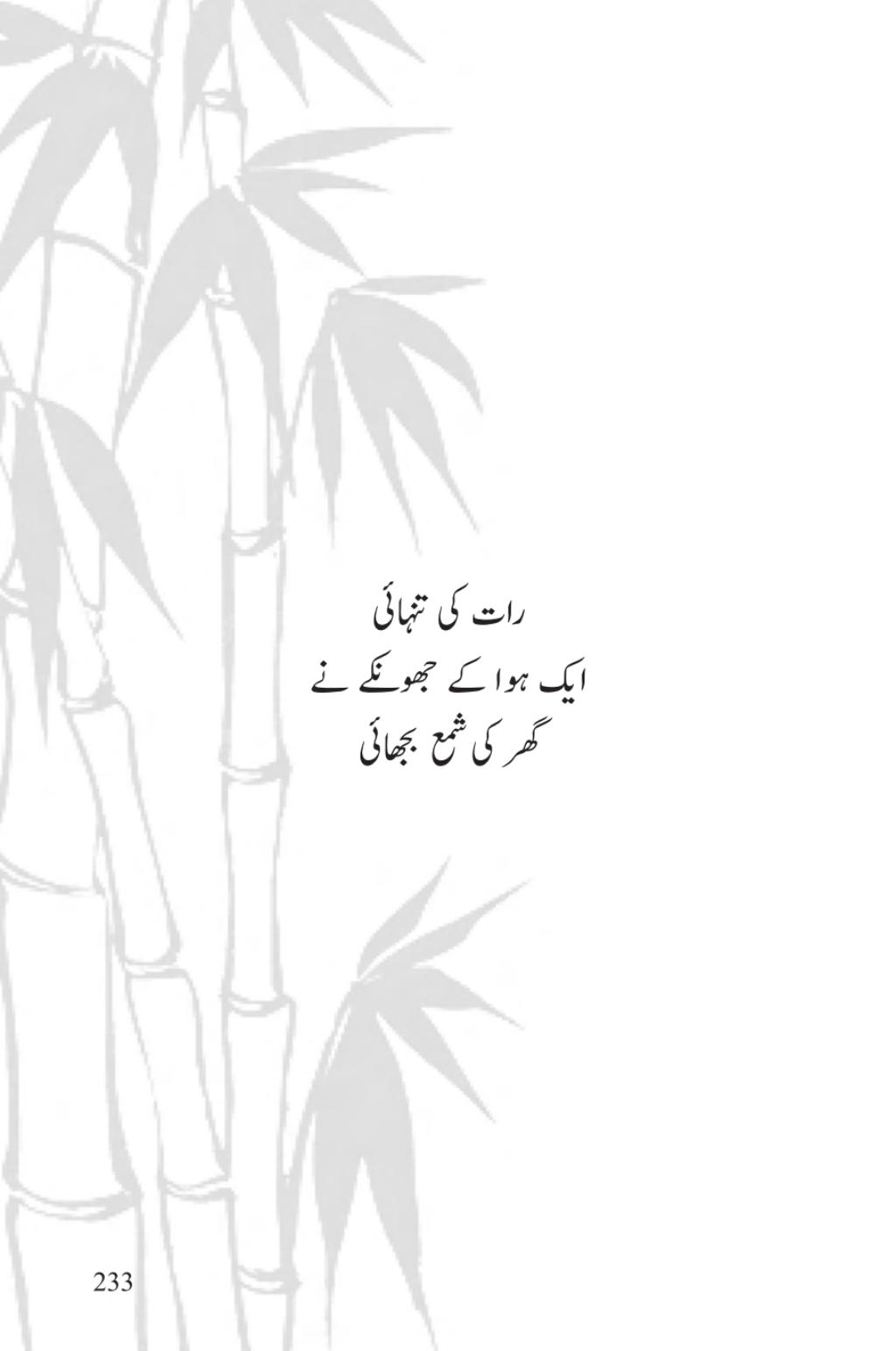
بچپن کی تصویر
لمحوں کو پکڑیں کیسے
پانی کی زنجیر



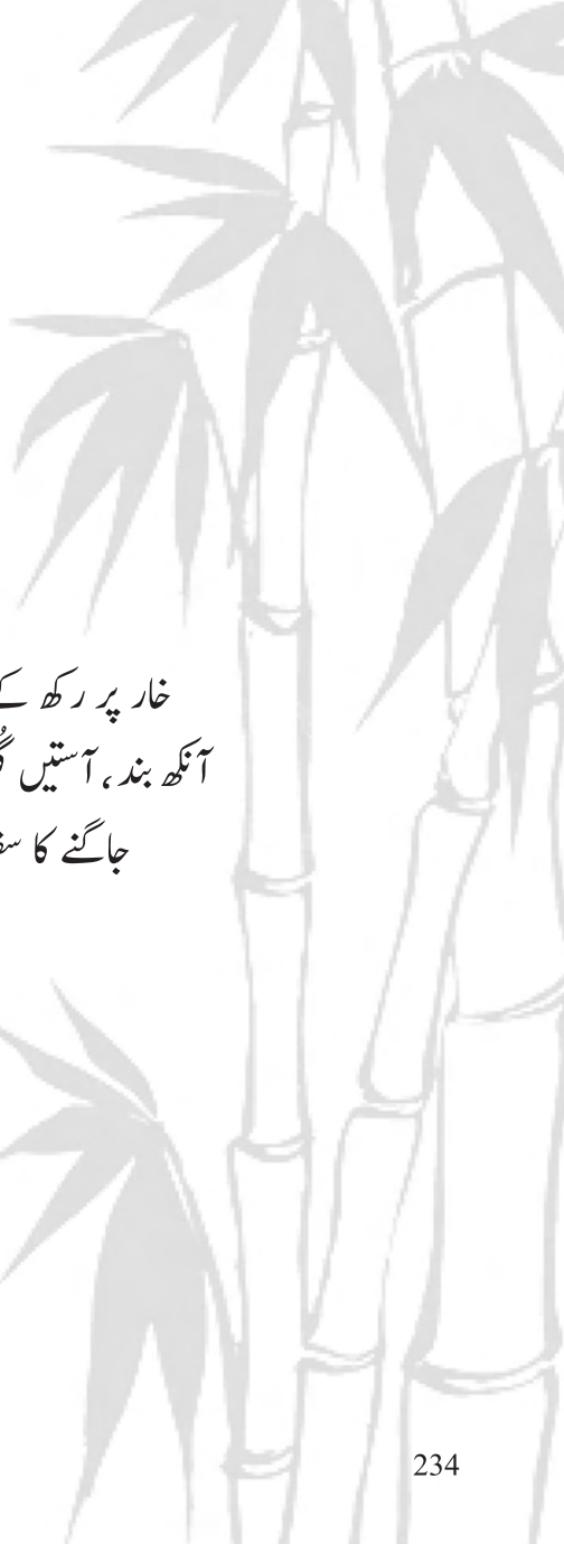
دیکھ کے پیر رکھو
بارش کا موسم ہے یہ
گھاس میں سانپ نہ ہو



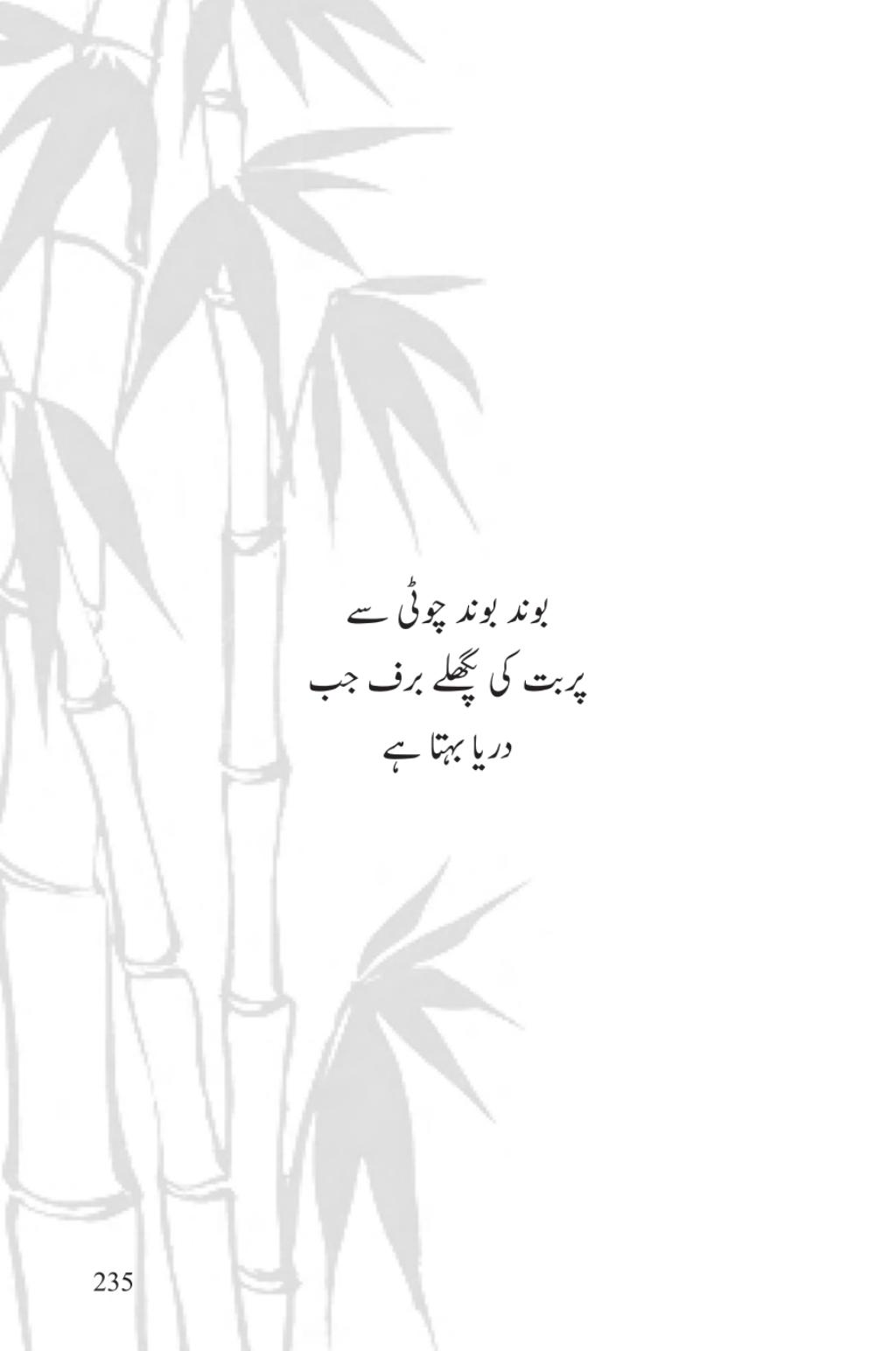
میں بے بس بیٹھا تھا
این، او، سی کی راہ تکوں
سوزوکی صاحب



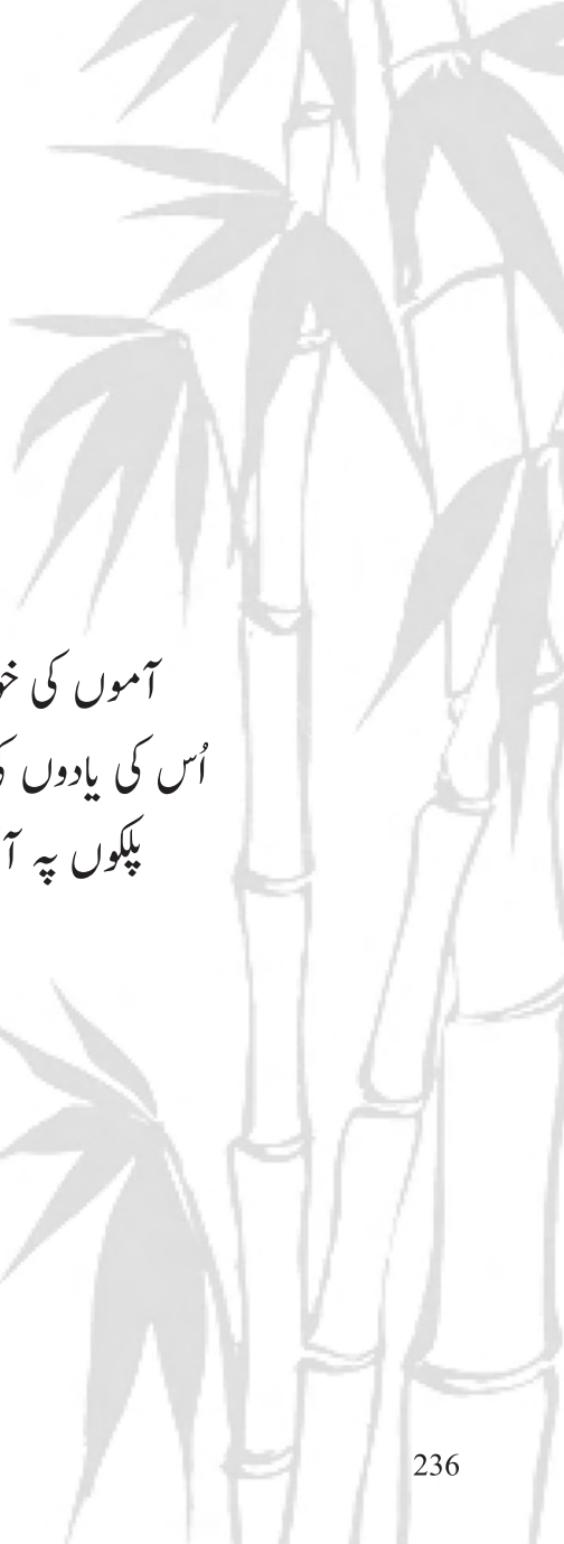
رات کی تہائی
ایک ہوا کے جھونکے نے
گھر کی شمع بجھائی



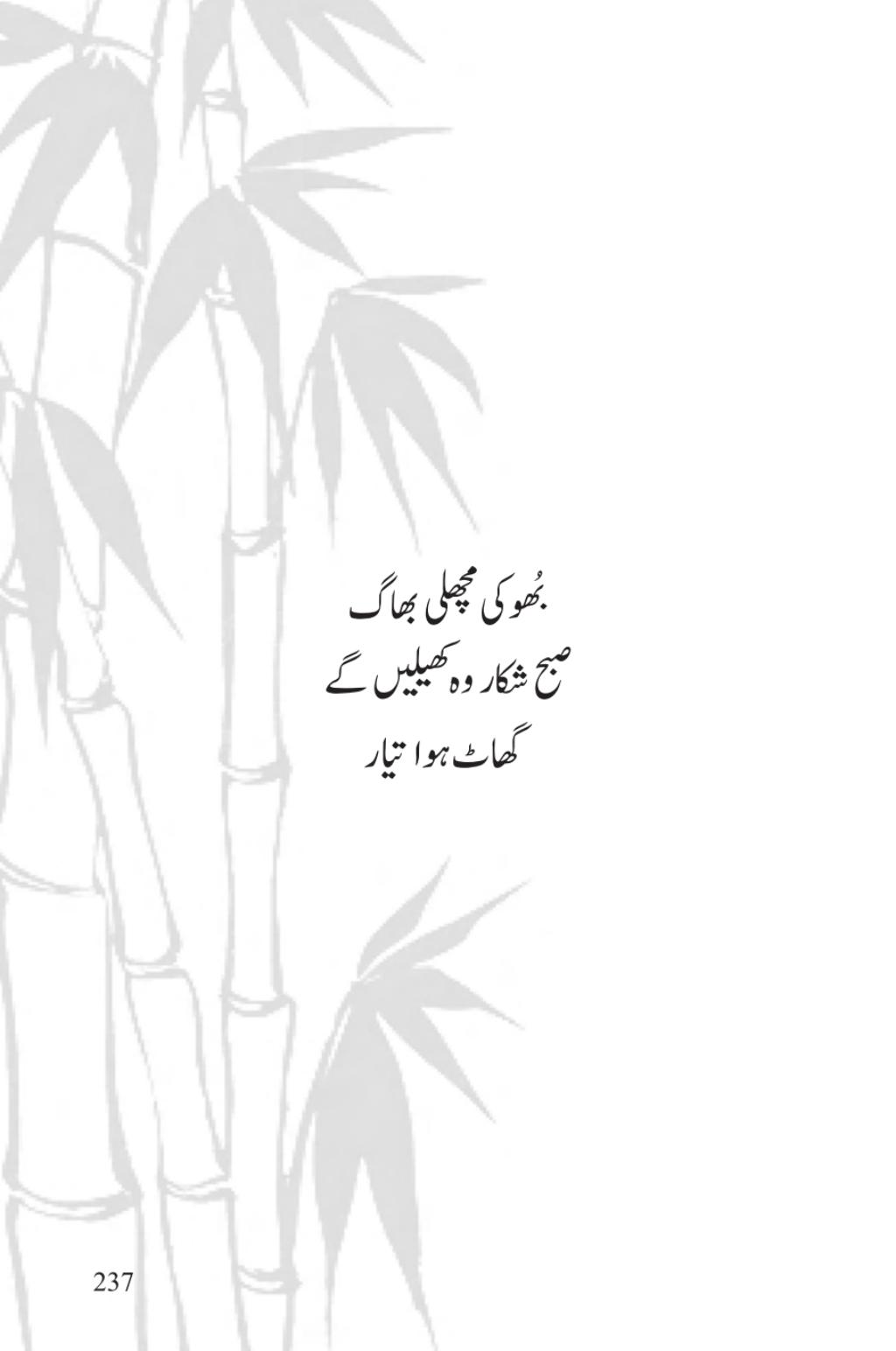
خار پر رکھ کے سر
آنکھ بند، آستین گل کی تَر
جاگنے کا سفر



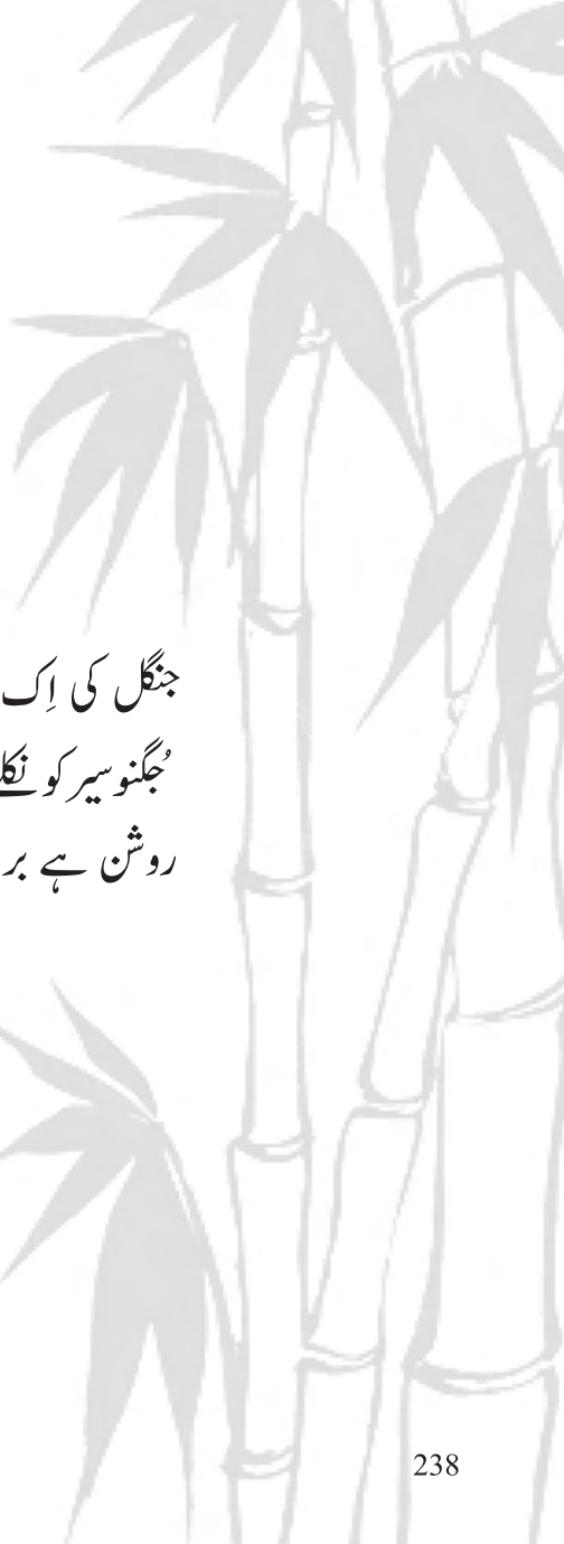
بوند بوند چوٹی سے
پرہت کی پگھلے برف جب
دریا بہتا ہے



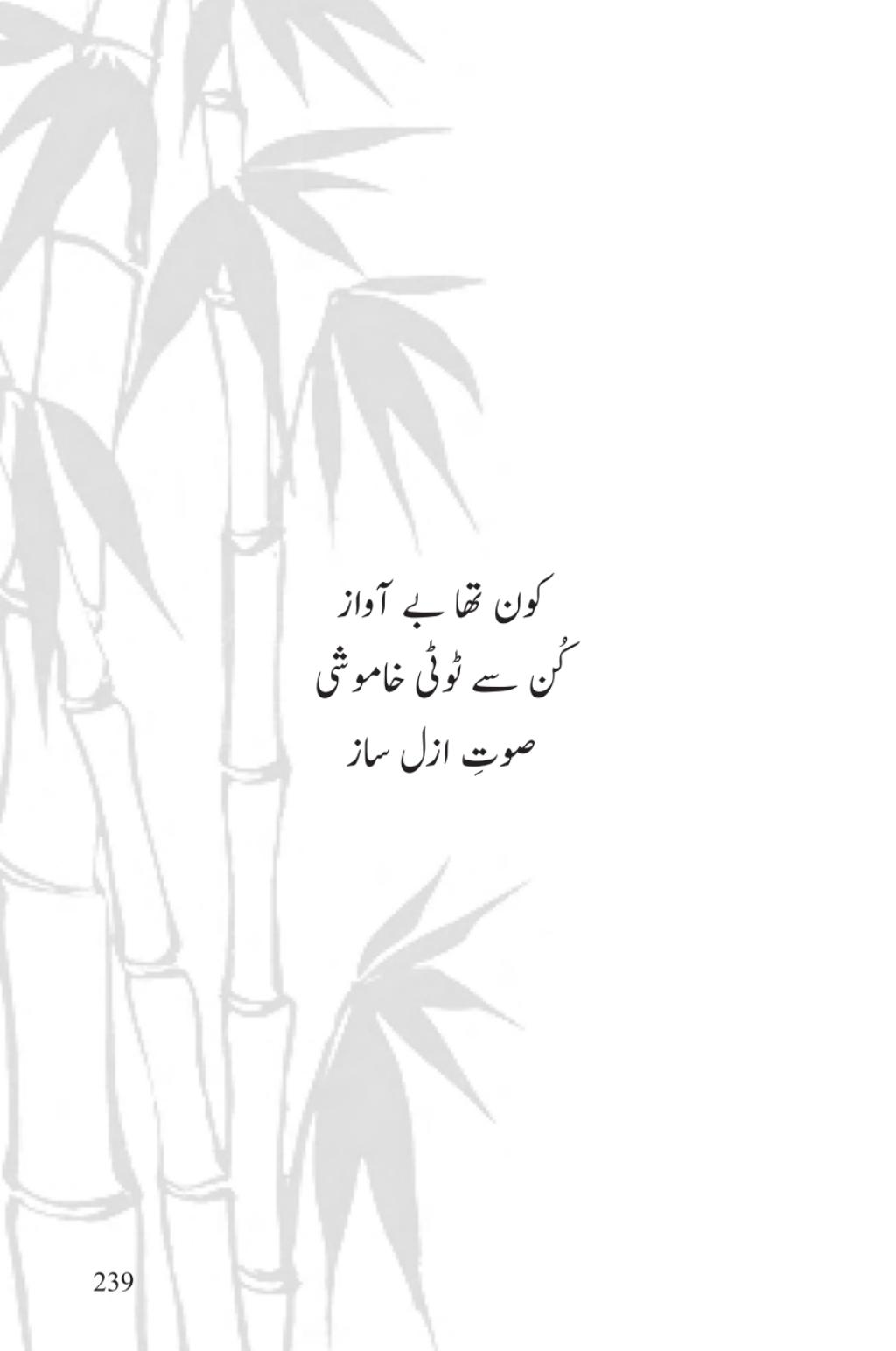
آموں کی خوشبو
اُس کی یادوں کی بارش
پلکوں پہ آنسو



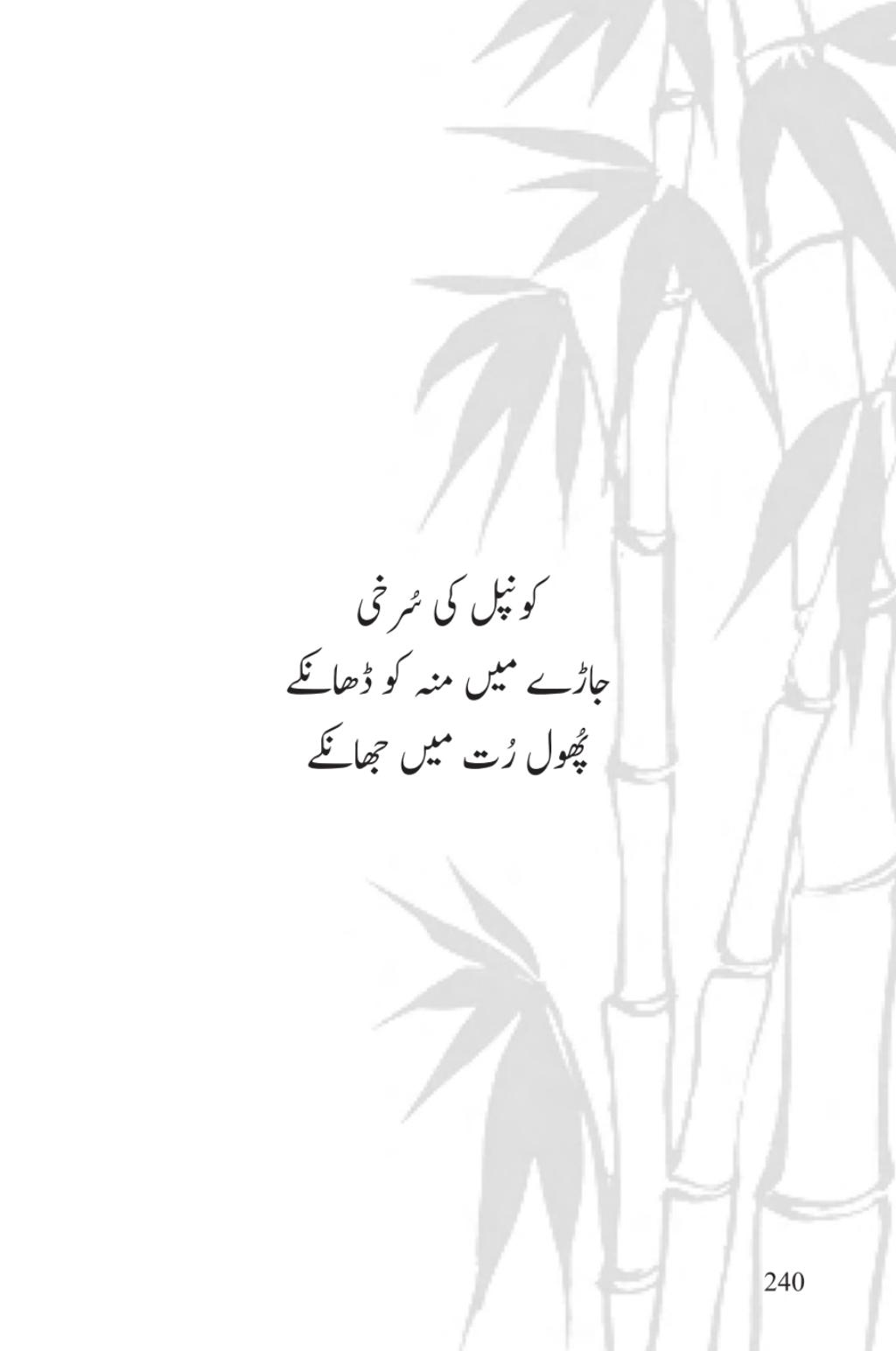
بُھوکی مچھلی بھاگ
صح شکار وہ کھلیں گے^۱
گھاٹ ہوا تیار



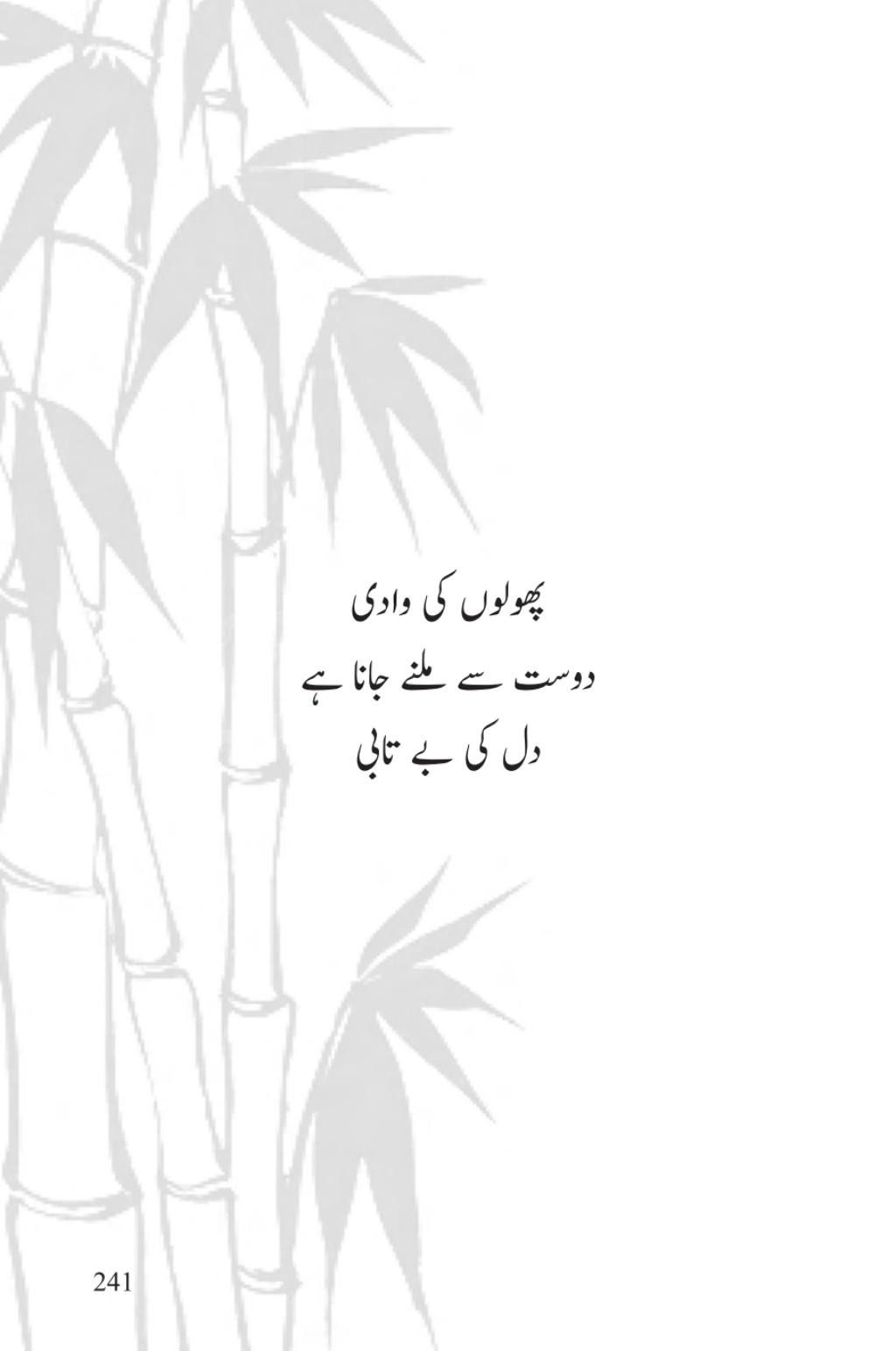
جنگل کی اک رات
جگنو سیر کو نکلے ہیں
روشن ہے برسات



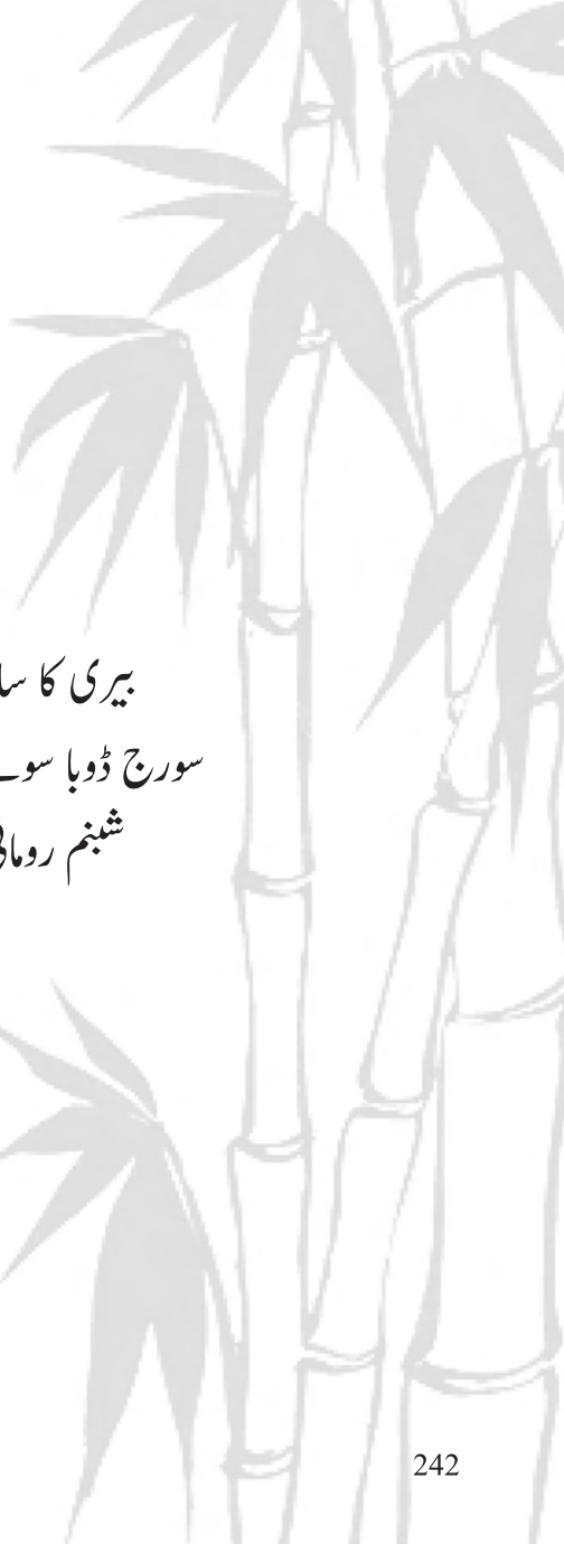
کون تھا بے آواز
کُن سے ٹوٹی خاموشی
صوتِ ازل ساز



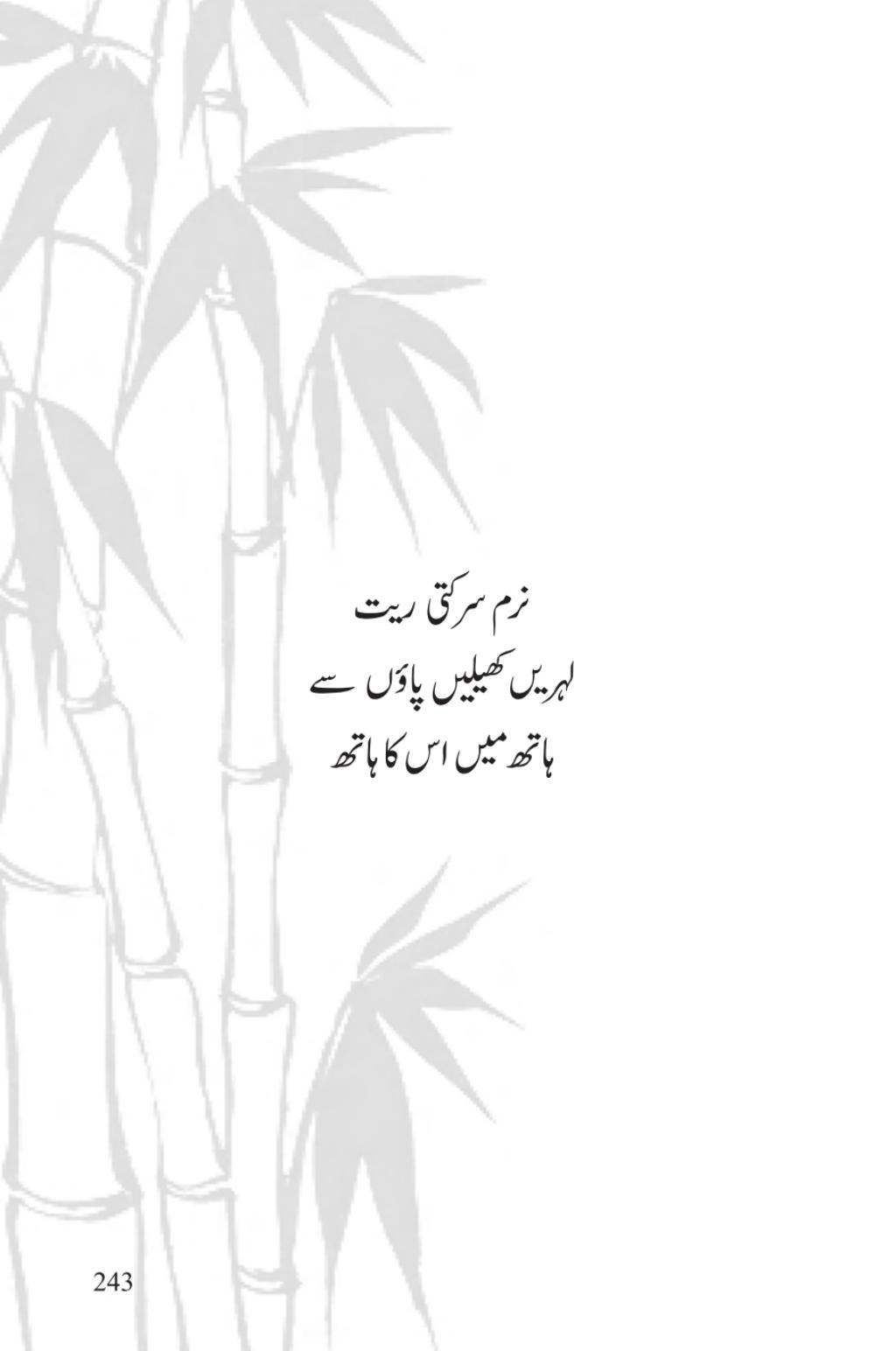
کوپل کی سُرخی
جاڑے میں منہ کو ڈھانکے
چھوول رُت میں جھانکے



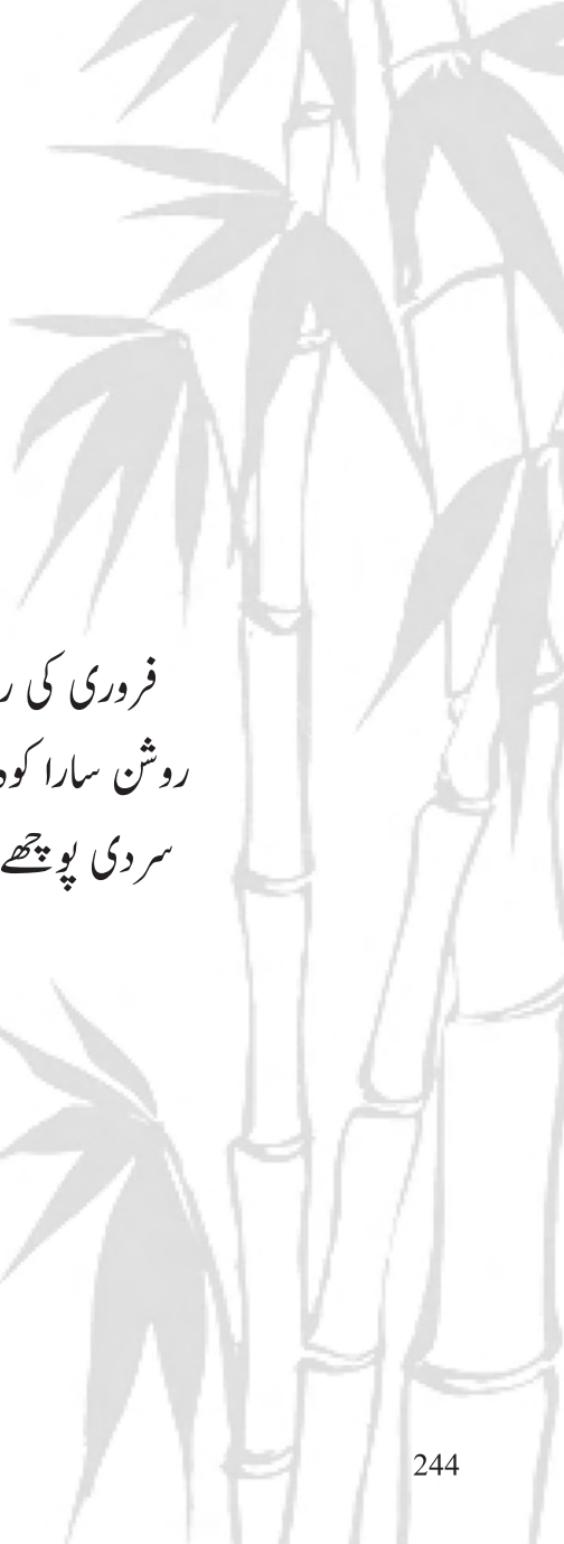
پھولوں کی وادی
دوست سے ملنے جانا ہے
دل کی بے تابی



بیری کا سایہ
سورج ڈوبا سوتے میں
شبِ نم رومنی

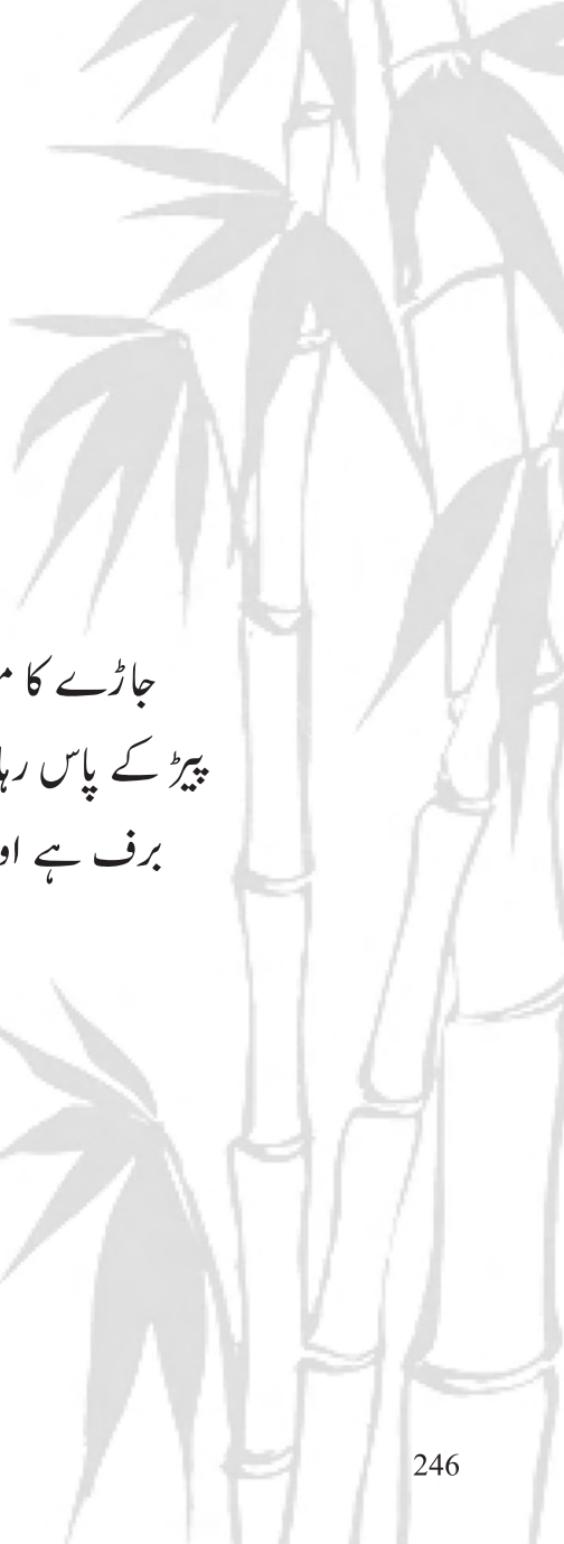


نرم سرکتی ریت
اہریں کھلیں پاؤں سے
ہاتھ میں اس کا ہاتھ

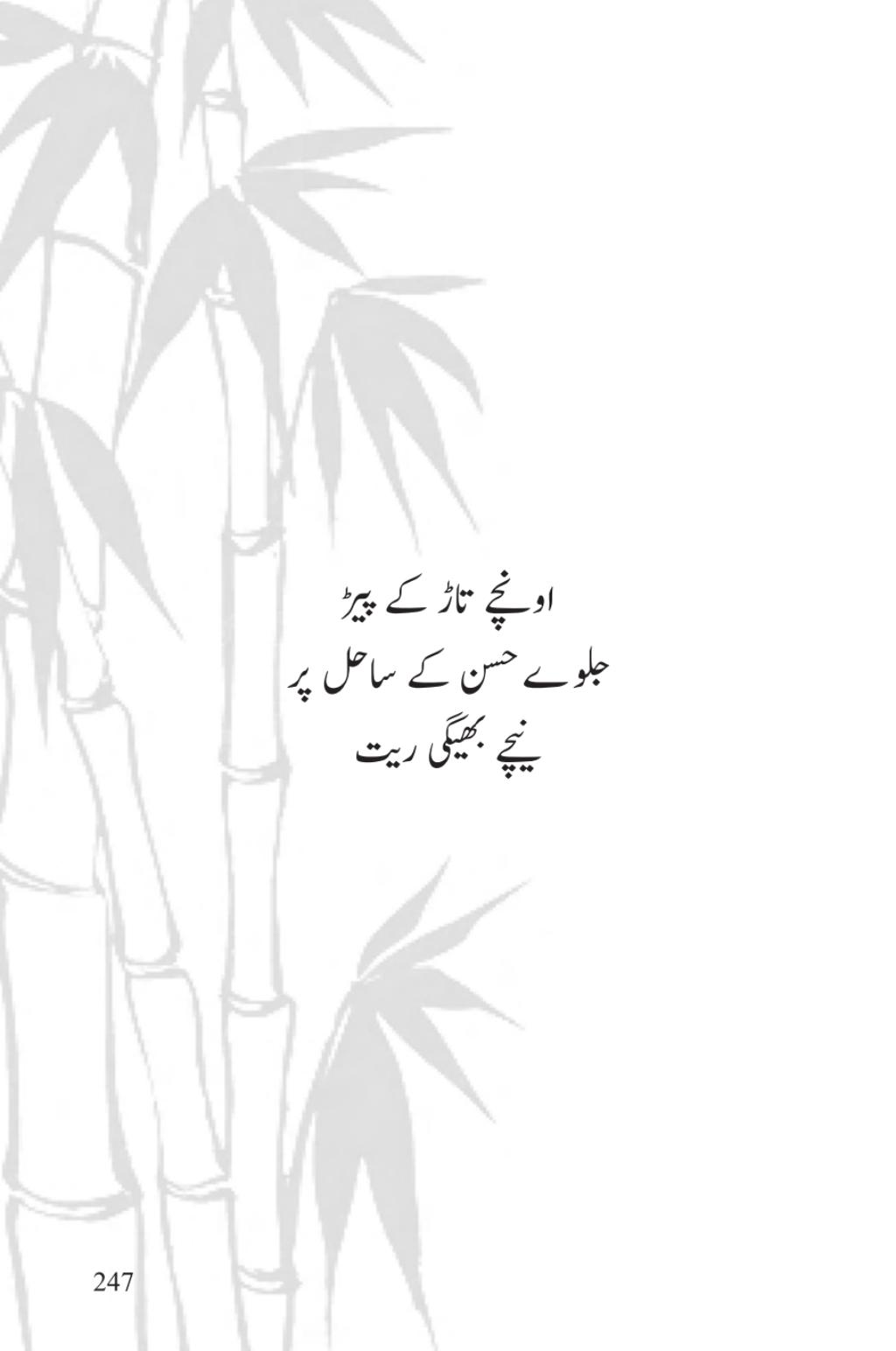


فروری کی رات
روشن سارا کوہِ منال
سردی پوچھے حال

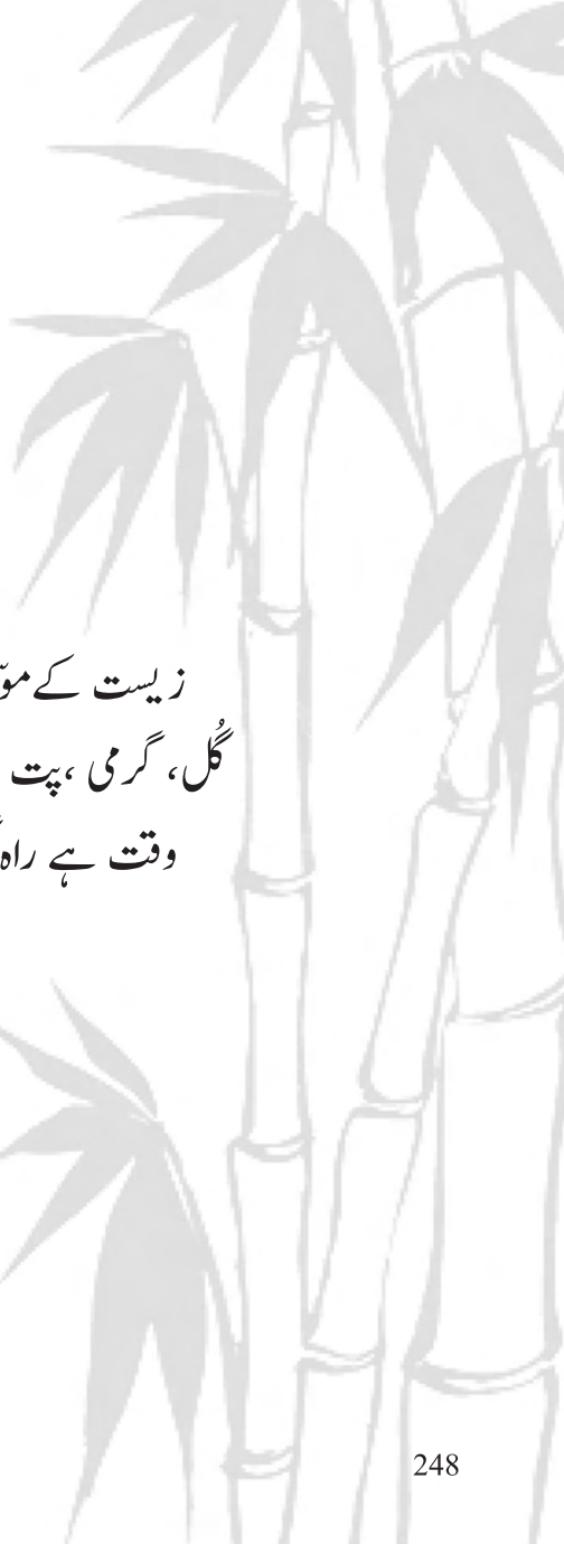
ساحل و قوس و قزح
اک انگڑائی ایک کے سن
موجیں، دھوپ، ہوا



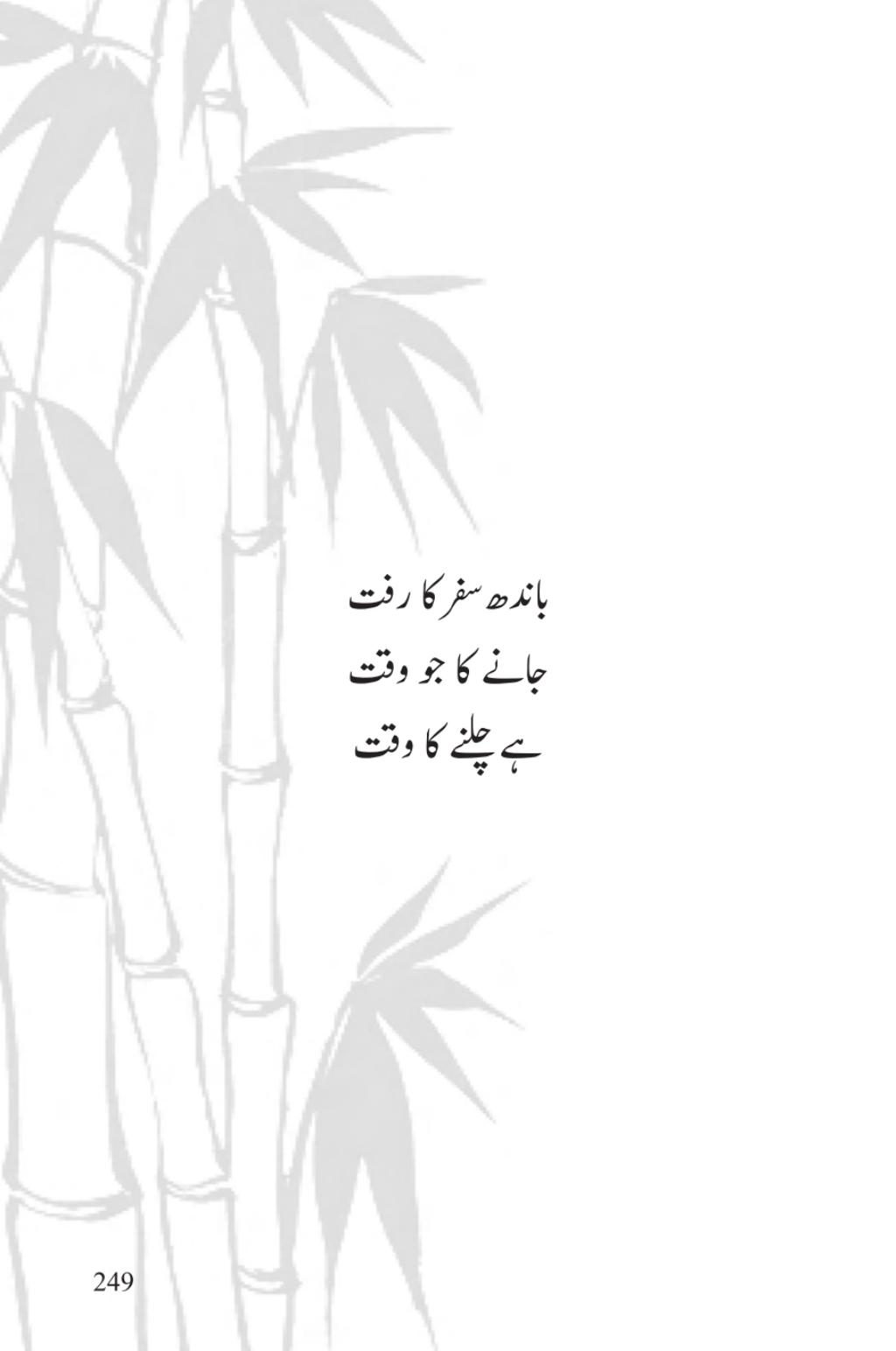
جاڑے کا موسم
پیڑ کے پاس رہا کیا ہے
برف ہے اور قلم



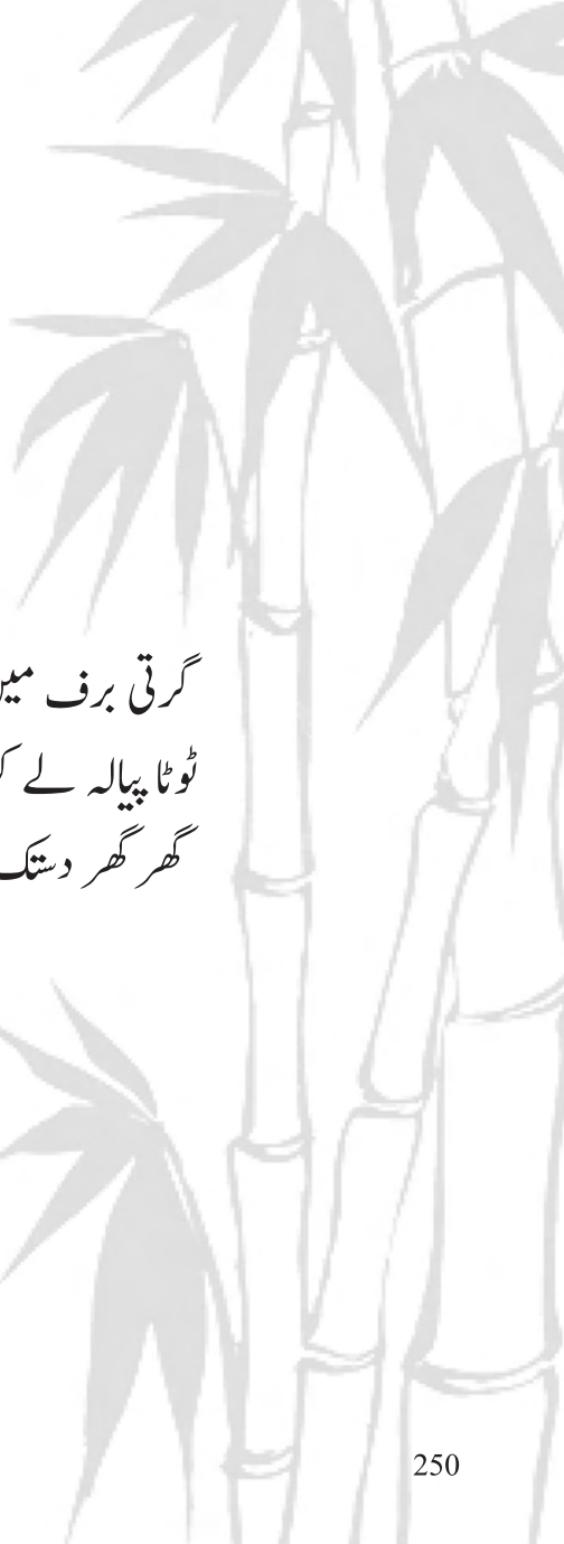
اوچے تاڑ کے پیڑ
جلوے حسن کے ساحل پر
نچے بھیگی ریت



زیست کے موسم چار
گل، گرمی، پت جھٹر، جاڑا
وقت ہے راہ گزار

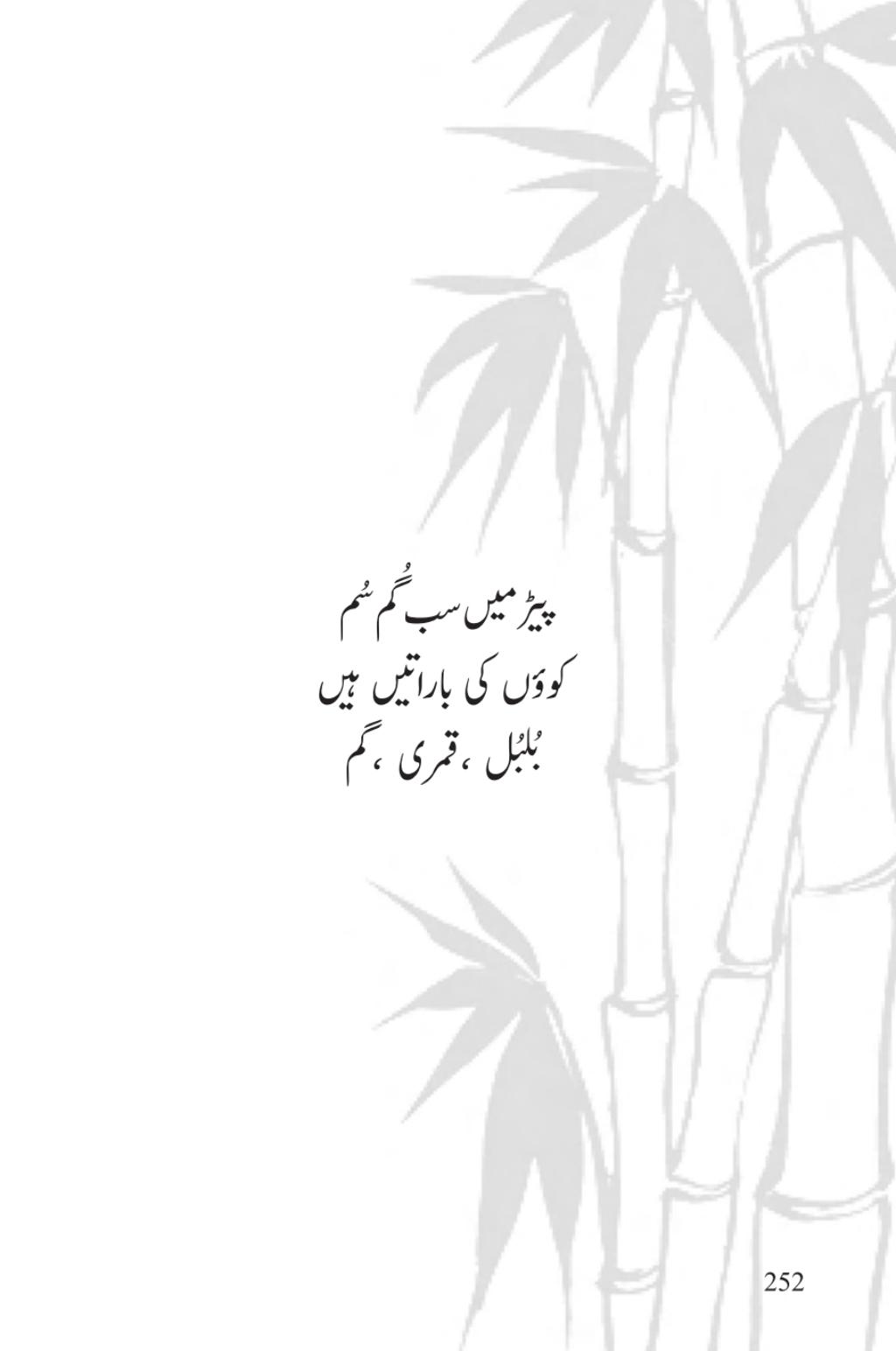


باندھ سفر کا رفت
جانے کا جو وقت
ہے چلنے کا وقت



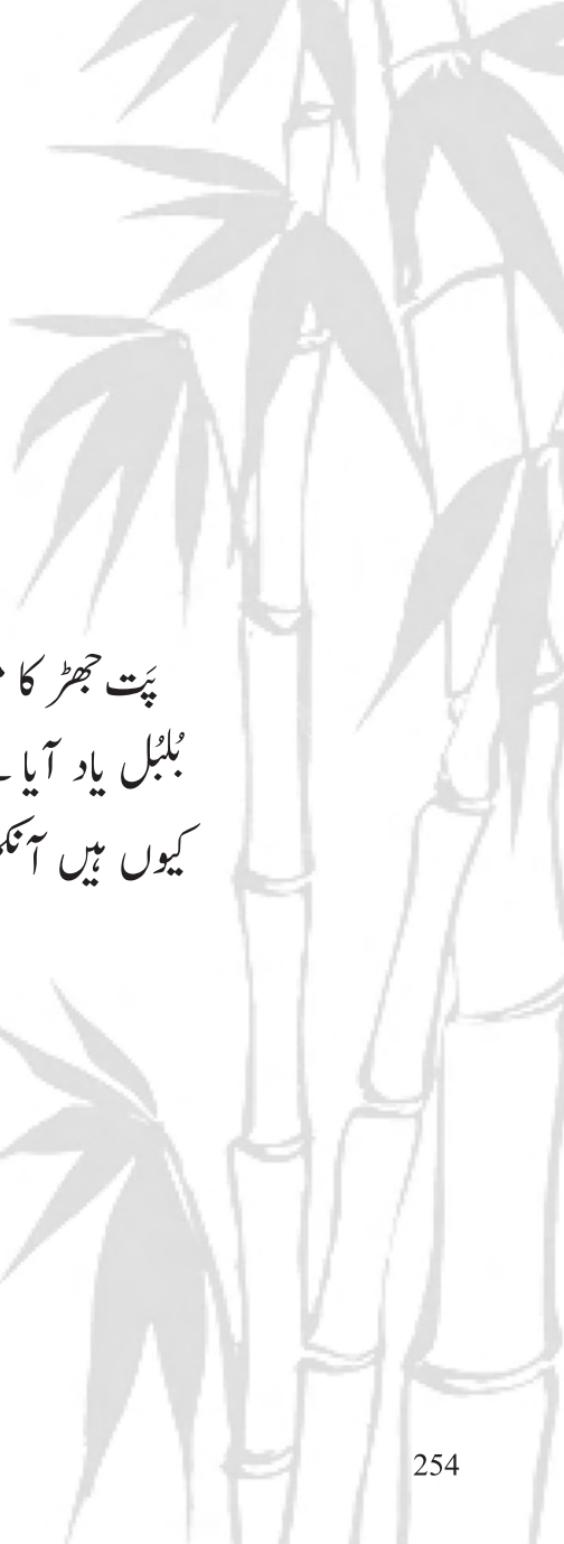
گرتی برف میں یوں
ٹوٹا پیالہ لے کر کیوں
گھر گھر دستک دوں

بلبل کی جوڑی
سُوکھی شاخ کے پتھر چھال
کونپل نے توڑی



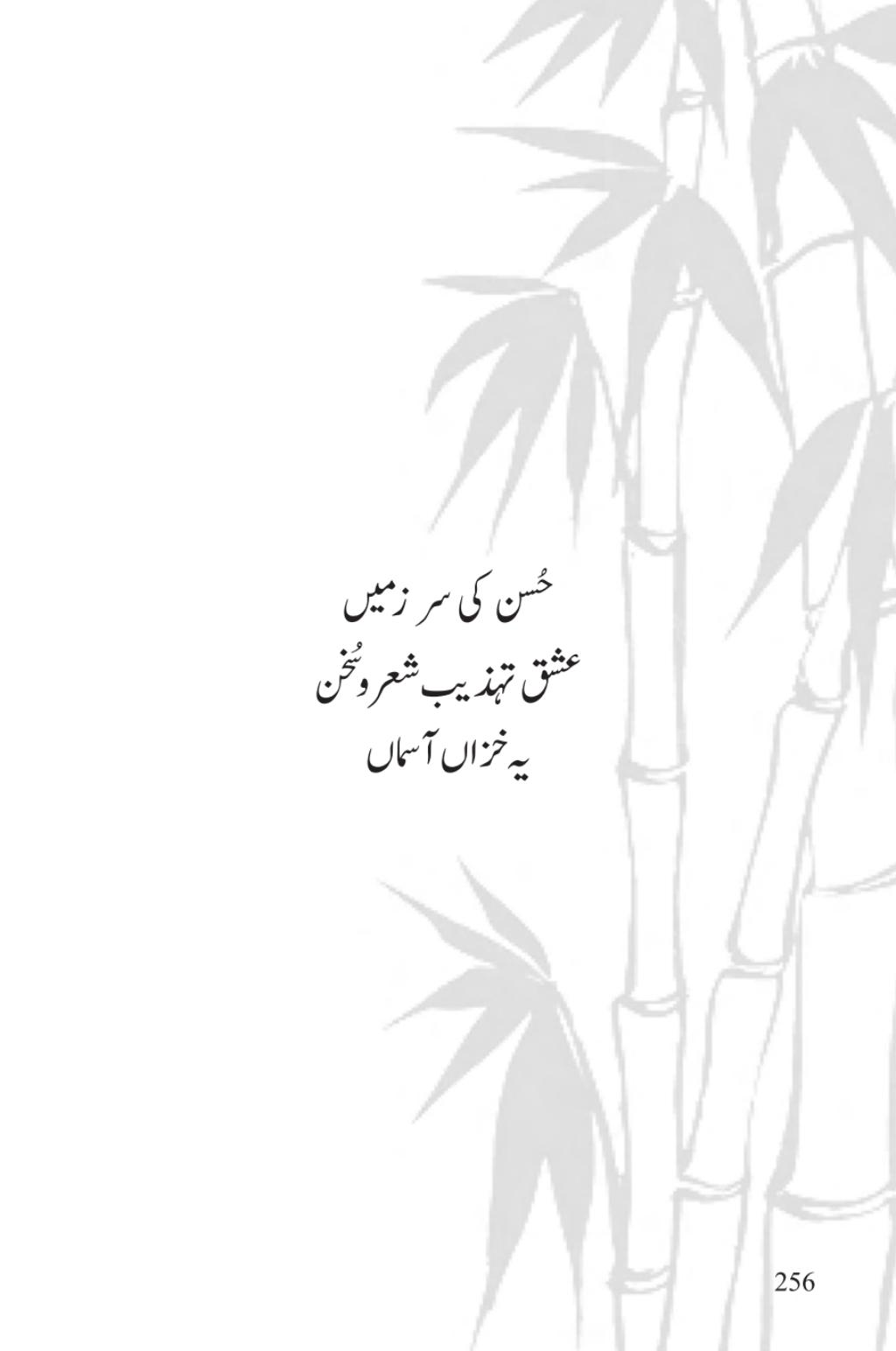
پیڑ میں سب گم سُم
کوؤں کی باراتیں ہیں
بُلبل ، قمری ، گم

زنجر سے چھوٹی
غلام قوموں کی قسمت
قرضوں میں جکڑی

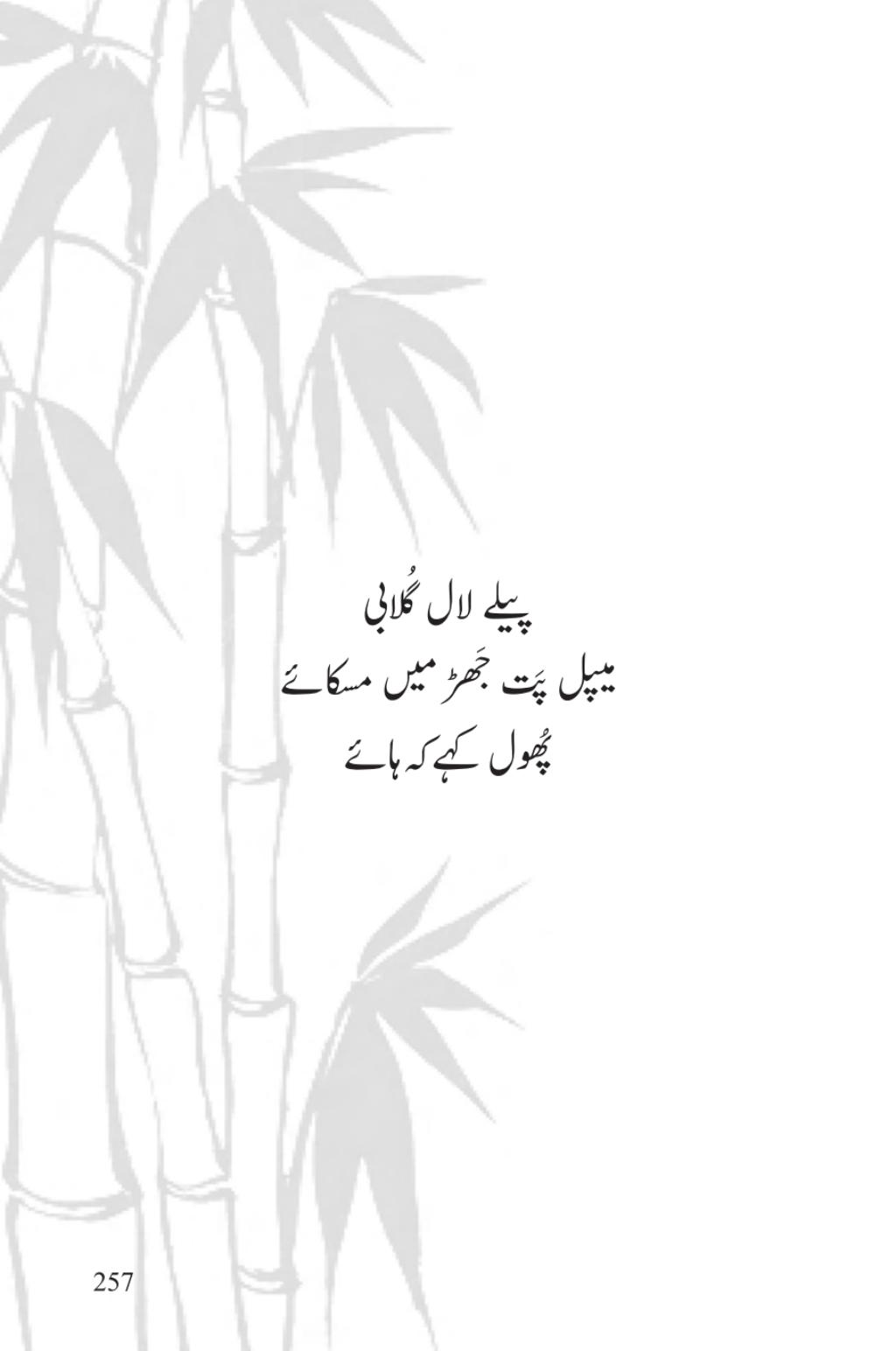


پت جھڑ کا موسم
بلیل یاد آیا ہے کیا
کیوں ہیں آنکھیں نم

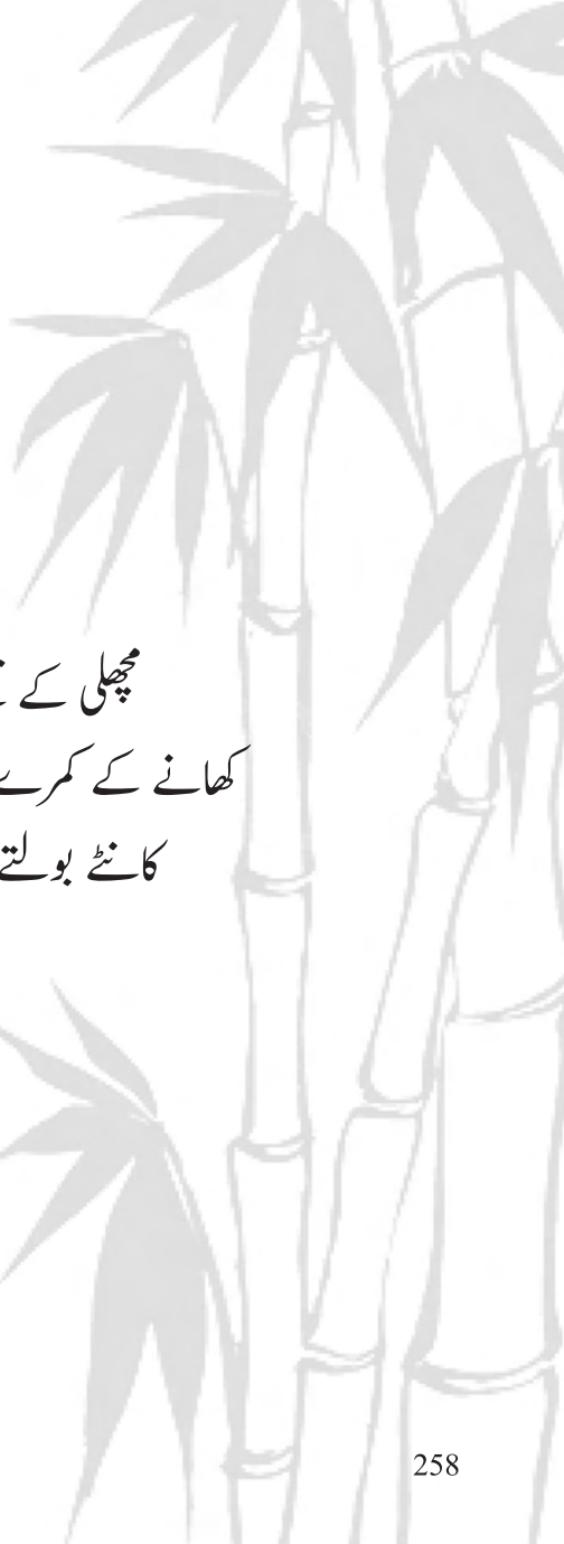
پُکھ تو منہ کو کھولو
صح نے کلیوں کو ٹوکا
کرنوں کو دیکھو



حسن کی سر زمیں
عشق تہذیب شعر و سخن
یہ خزاں آسمان



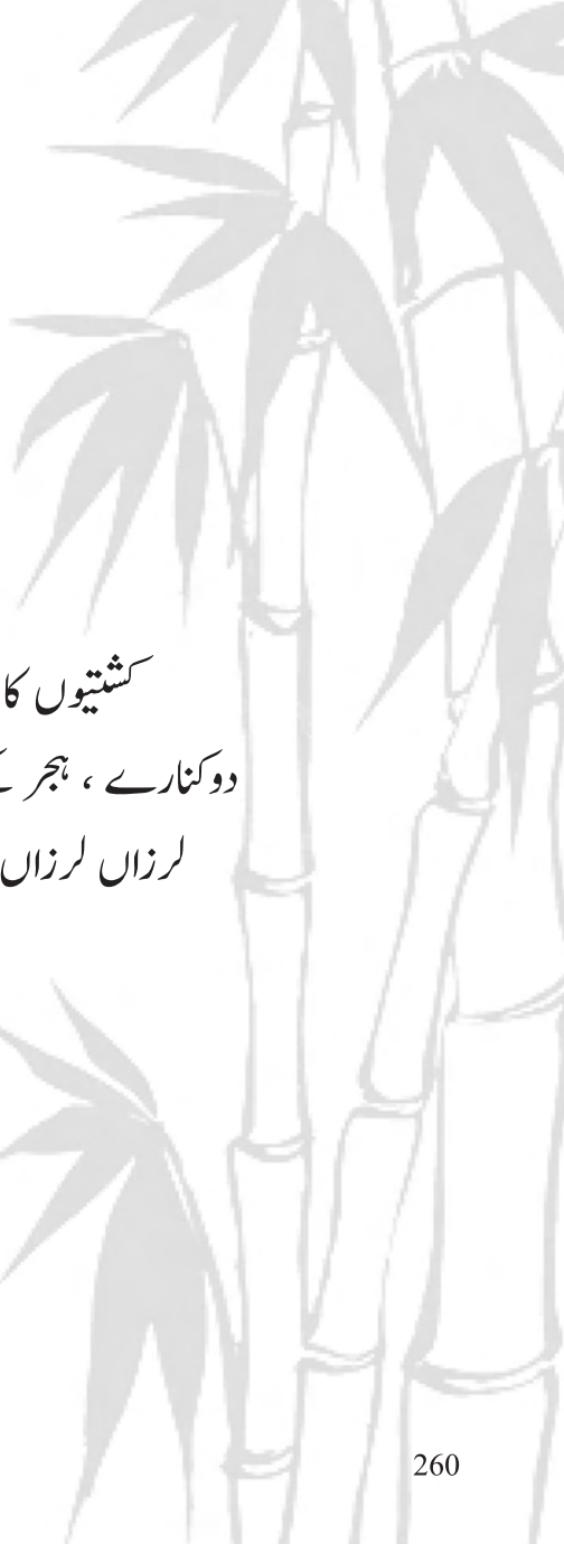
پیلے لال گلابی
میپل پت جھر میں مسکائے
پھول کہے کہ ہائے



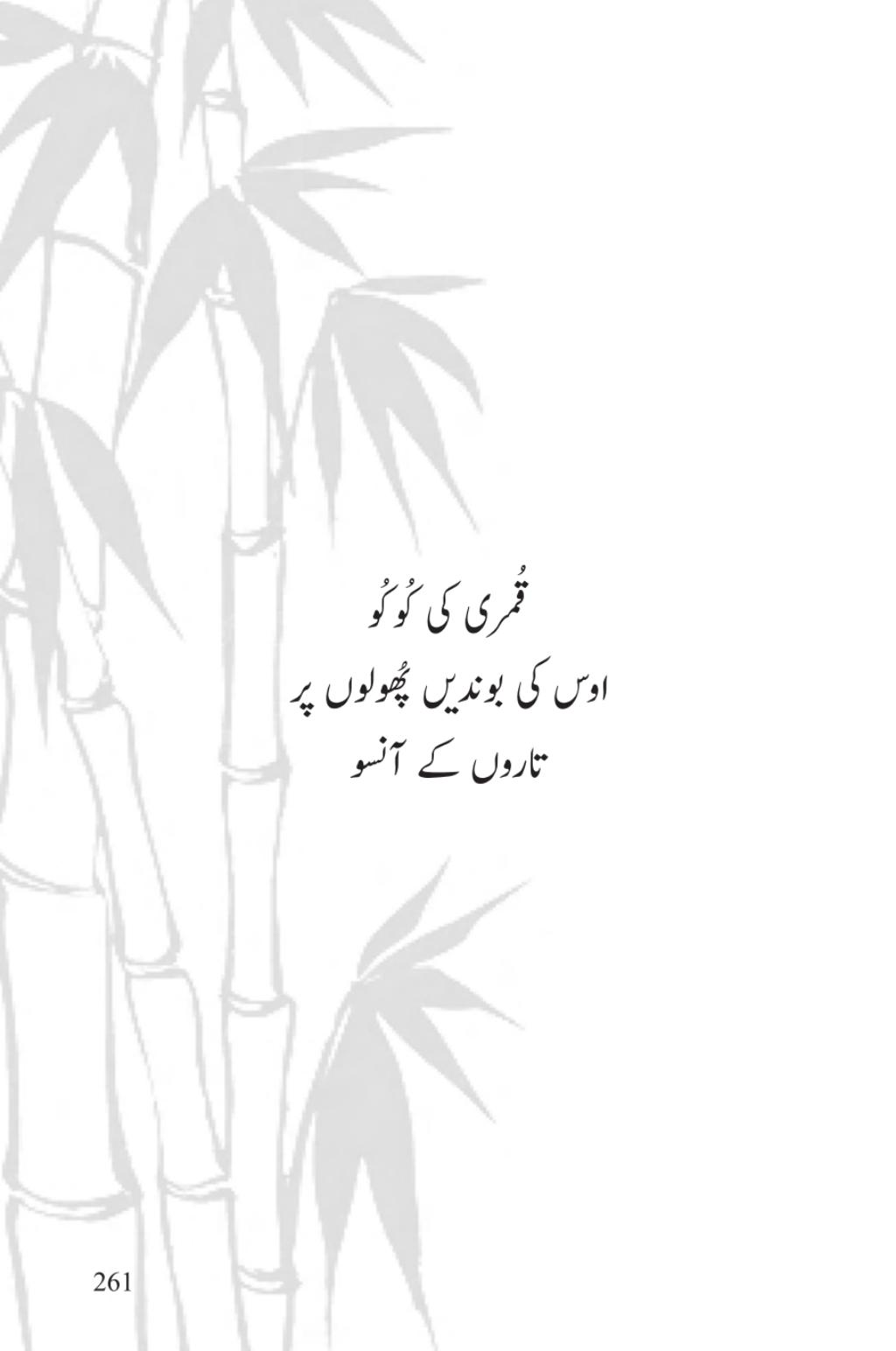
مچھلی کے قتنے

کھانے کے کمرے میں اب
کانٹے بولتے ہیں

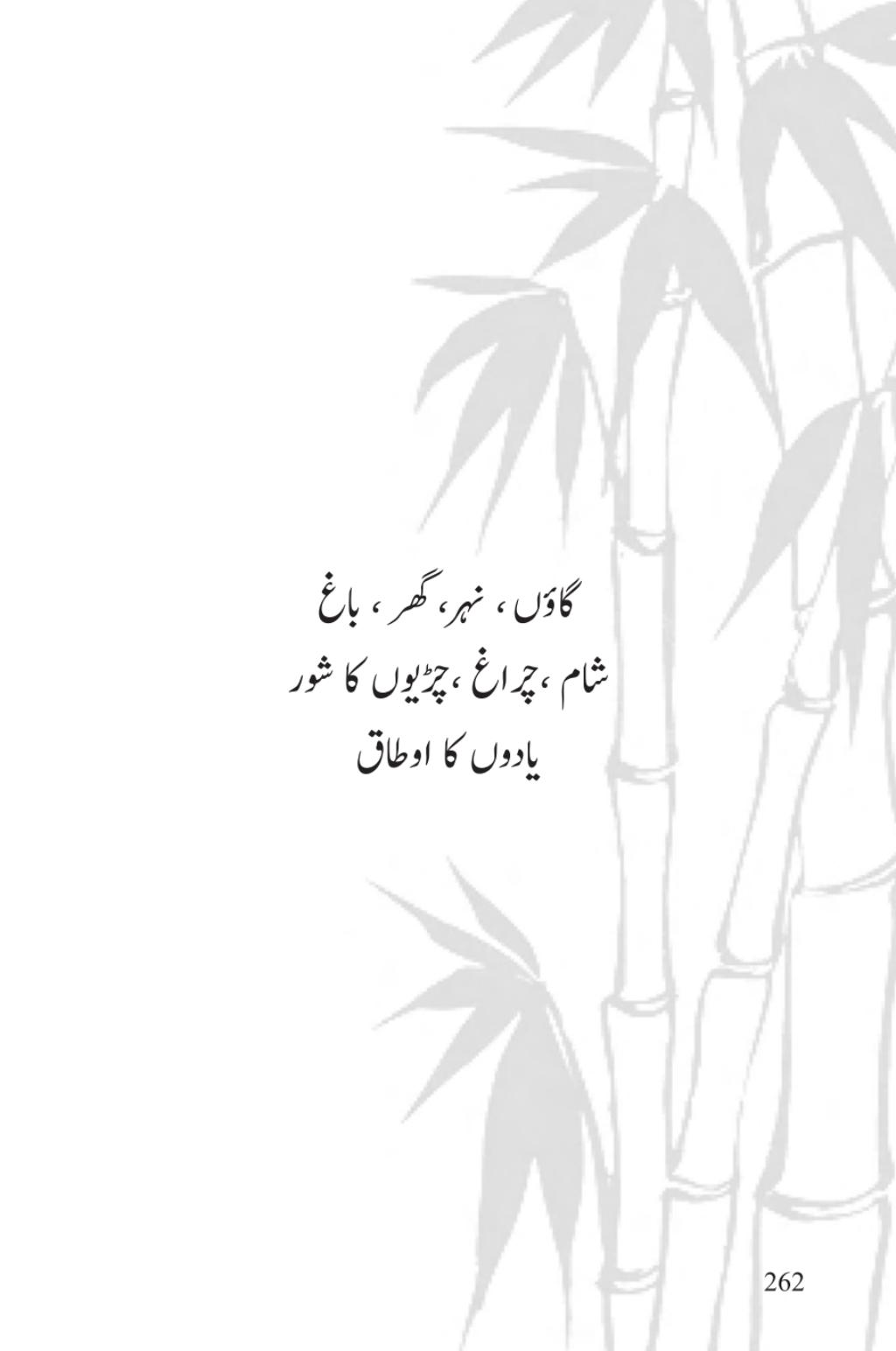
رسٹہ بے سایہ
دُور یہ پیروں کا ایک جھنڈ
بچپن یاد آیا



کشیوں کا پل
دو کنارے، ہجر کے مارے
لرزائ لرزائ وصل



قُمری کی گوکو
اوں کی بوندیں پھولوں پر
تاروں کے آنسو



گاؤں، نہر، گھر، باغ
شام، چراغ، چڑیوں کا شور
یادوں کا او طاق

حوالہ جات

ش۔ شاہ وارث حسن
بزرگان دین جن کے ٹیلہ پر مزار ہیں

ک۔ ھالے ہار
نشیبی میدان

ک۔ کھیل آتش بازی
سڈنی میں نئے سال کا جشن

گ۔ گومتی
دریائے گومتی

م۔ میرا اشیش
کو ما گوئے

م۔ میر
میر ترقی میر

ی۔ یامانوتے سین
ٹوکیو کی سر کلر ٹرین کا نام

Church

Calhedral of Learning
a 42 story Tower built in 1926
in University of Pittsburgh.

ا۔ این۔ ایچ۔ کیو
نیشنل ہیڈ کوارٹرز
(پاکستان بوائز اسکاؤٹ اسلام آباد)

ا۔ او۔ چ۔ ہار
او۔ چ۔ کا علاقہ

ب۔ بھٹولی
آبائی گاؤں کا نام لکھنؤ سے کچھ دور

ب۔ بھائی صاحب
میرے بڑے بھائی محمد نیمی علوی
وفات 24 جون 2018

ج۔ جعفر علی خاں اثر
او کے نامور شاعر بیسویں صدی کے وسط میں

چ۔ چراغ
ایک ہزار سال قبل گاؤں بنانے والے
دادا میاں کا مزار

د۔ دودھا
سطح آب پر سفید کنوں کھلے ہونے کی بنا پر
تالاب چاندنی راتوں میں دودھ کا تالاب لگتا تھا

ش۔ شاپیر
بزرگان دین جن کے ٹیلہ پر مزار ہیں



پروفیسر رہمن علوی

پروفیسر محمد رہمن علوی، ماہر ادب و لسانیات، مصنف، محقق، شاعر اور علم و ادب کے حوالے سے دنیا بھرا پتی علیحدہ شناخت رکھنے والا معتبر نام۔ 7 مئی 1946ء کو کھنڈوں میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی۔ قیام پاکستان کے بعد کراچی منتقل ہوئے، 1965ء میں جامعہ کراچی سے اردو ادب میں ماسٹر زیلیا اور اسی مضمون کی تدریسی ذمہ دار یوں سے مسلک ہو گئے۔ 1965ء سے

1985ء تک سراج الدولہ کالج میں خدمات سر انجام دیں۔ پاکستان میں مختلف درس گاہوں سے وابستہ رہے۔ بعد ازاں ٹوکیو یونیورسٹی جاپان میں نہ صرف اردو زبان سکھانے اور پڑھانے کی ذمہ داریاں بھائیں بلکہ جاپانی اور اردو ادب میں بہت سے تراجم و تحریفات بھی کیے جو دو عظیم ملکوں کو باہم قریب لانے کا باعث بھی بنے۔ جاپانی شاعری "ہائکو" کے حوالے سے بھی آپ کا نام ان چند شعرا کے ساتھ ہمیشہ لیا جائے گا جنہوں نے ہائکو کو دنیا کے اردو میں فروغ دیا۔ بہت سی درس گاہوں میں مختلف ذمہ داریاں بھائیں، کہیں شیخ الجامعہ، کہیں ریکٹر اور کہیں ڈائریکٹر۔ جامعہ کراچی کے رجسٹرار بھی رہے۔ حکومت سندھ میں ایئر پلشل یکریئری تعلیم کے عہدے پر بھی فائز تر ہے۔ عرصہ جاپان میں سوزوکی تاکشی کی دولتی ادبی تحقیق کی نئی راہیں کھولنے کا باعث بنی۔ آٹھاہم کتابوں کے مصنف اور مترجم بھی تھے جن میں سے پانچ جاپان میں شائع ہوئیں۔ "گل صد برگ"، "اندرون شال کا نگ ک راستہ"، "صد اا بھرتی" ہے، "چاند کے چار رنگ" اور "اردو جاپانی بول چال" اردو قارئین میں بے حد پسند کی گئیں۔ پاکستان میں اسکاؤنگ کے حوالے سے بھی ان کی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ نہایت شفیق، نقیس اور نستعلیق انسان۔ کچھ عرصے قبل سرطان میں بیٹلا ہوئے اور 2 دسمبر 2021 کو اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے۔ سُدُنی آشریلیا ہی میں آسودہ خاک ہوئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ ان کے دو بیچ ڈاکٹر صفتی علوی اور فرح علوی یقیناً ان کا سرمایہ افخار ہیں۔

پروفیسر سلیمان مغل

